سہ ماہی

اردو دنیا

اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۸

قومی اردو کونسل کے دفتر میں 18/ ستمبر کو اردو انسائیکلوپیڈیا کمیٹی کی میٹنگ میں بائیں سے جناب انوار رضوی' پرنسپل پبلیکیشن آفیسر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ' ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی' جناب بلراج پوری، جناب احمد سعد ملیح آبادی اور پروفیسر شمیم حنفی۔

قومی اردو کونسل کے دفتر میں کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اپنے اسٹاف ممبروں کے ساتھ ایک میٹنگ میں۔

اس شمارے میں

☆امرتیہ سین کو معاشیات کا نوبل انعام ---------- 4-5
☆ہماری بات ---------- 7-8
☆فرد کی آزادی: سوشل کمٹمنٹ کی بنیاد۔ ڈاکٹر امرتیہ سین ---------- 9-11
☆دلی کا لال قلعہ۔ انور ادھا ---------- 12-13
☆بزم خیال ---------- 15-16
☆اردو کے فروغ کے لیے سرکاری زبان کی مہر ضروری نہیں ---------- 17-22
---------- ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ سے ایک ملاقات
تازہ بہ تازہ نو بہ نو۔ قومی اردو کونسل کی سرگرمیاں ---------- 23-27

آفتاب آمد۔ کتابوں کا گوشہ۔

☆اقتباسات: فسانۂ آزاد ☆اردو انسائیکلو پیڈیا، ---------- 28-42
☆البیرونی کے جغرافیائی نظریات

کتابوں پر تبصرے ---------- 43-50
☆گجرال کمیٹی اور اس سے متعلق دیگر کمیٹیوں کا جائزہ
☆ تعلیم، سماج اور کلچر ☆ عظیم سائنس داں
☆ تحریک آزادی اور ہندوستانی سینما
☆اختر الایمان مقام اور کلام
☆ بازدید۔ ہندوستان اور پاکستان کے افسانے
☆ آخری سبق ☆سائنٹسٹ ☆ترویج

آپ کی نظر میں ---------- 51-54

☆معاصر اخبارات سے ---------- 55-74
☆اردو سب سنسار ---------- 75-76
☆اردو کے رسم الخط کی اہمیت ---------- 77-80
☆مادری زبان اور اس کی اہمیت ---------- 81-82
☆ہندوازم گاندھی جی کے نقطۂ نظر سے۔ سچیتا مہاجن ---------- 83-85
☆سماجی رشتوں پر میڈیا کے اثرات۔ رضوان احمد ---------- 86-88
☆بہار میں اردو کے مسائل۔ پروفیسر احمد سجاد ---------- 89-93
☆ترجمہ اور لفظ کاری۔ بشیر احمد ---------- 94-98
☆فن کتابت۔ سلیم پاشا ---------- 99-102
☆نئی انفارمیشن ٹیکنالوجی۔ اصغر۔ اے۔ انصاری ---------- 103-105
☆نیپال میں اردو۔ ثمر ثالوی ---------- 106-108
☆بچوں کے لیے: ---------- 109-120
☆مقدر کا سکندر ☆ ننھے منے گیت
☆کمپیوٹر ایک انقلابی مشین
☆سائنس کوئز
☆ آئینہ در آئینہ ---------- 121-122

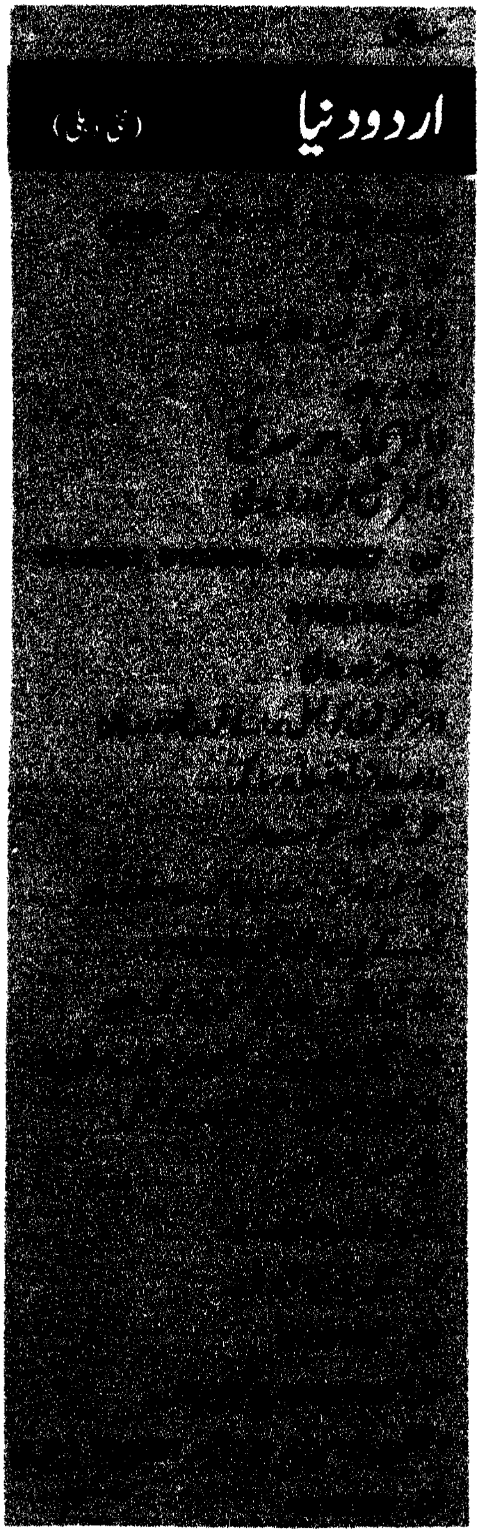

قومی اردو کونسل کے دفتر میں 13/اگست کو کمپیوٹر کورس شروع کرنے سے متعلق میٹنگ میں بائیں سے جناب این۔ کے ۔اگروال، ڈاکٹر شمیمہ رضوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ 'ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، محترمہ نیرا یادو، پروفیسر حامد حسین، جناب وی۔ اے۔ راؤ اور جناب وی۔ کے۔ گپتا۔

قومی اردو کونسل کے دفتر میں 25/اگست کو "اردو کا دیگر مقامی زبانوں سے ارتباط" پروجیکٹ میٹنگ میں بائیں سے جناب انوار رضوی، پرنسپل پبلیکیشن آفیسر قومی اردو کونسل، ڈاکٹر سوشیلا تھومس، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ 'ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، پروفیسر عبدالستار دلوی، پروفیسر جگن ناتھن، پروفیسر نصیر احمد خاں، ڈاکٹر الویتا آبی اور جناب شمس اقبال۔

امرتیہ سین کو معاشیات کا نوبل انعام

1933ء میں جو بچہ شانتی نکیتن میں پیدا ہوا تھا اور جس کا نام شاعر اعظم رابندر ناتھ ٹیگور نے امرتیہ (سین) رکھا تھا، 63 برس کی عمر میں اس سال اس کو معاشیات (Economics) کے لیے نوبل انعام ملا ہے۔

معاشیات کے علم کو عام طور سے سماج کی معیشت کا علم سمجھا جاتا ہے جو اشیا، ذرائع، پیداوار اور پیداوار سے جڑا ہوا ہے۔ پیداوار زرعی ہو، صنعتی ہو، بڑے کارخانوں کی مصنوعات ہوں، یا گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی یا دستکاریوں کی۔ منافع کو سب سے اہم مقصد سمجھا جاتا رہا۔ لیکن منافع ہے کیا؟ جو لوگ کارخانوں یا زرعی اراضی کے مالک ہیں، دولت انھیں کے حصے میں اور پیداوار کی تجارت کرنے والوں کے حصے ہی میں کیوں آتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی محنت سے کھیتوں اور کارخانوں میں مال تیار کرتے ہیں، دولت ان کے مقدر میں کیوں نہیں، وہ غریبی اور غریبی کی سطح سے گری ہوئی زندگی کیوں گزارنے پر مجبور ہیں؟ کچھ ملک خوش حال کیوں ہیں اور زرعی اور صنعتی مال تیار کرنے والے ملکوں کی اکثر آبادی پست معیار زندگی سے بندھی ہوئی کیوں ہے؟

پروفیسر امرتیہ سین معاشیات کے اُن چند عالموں میں سے ہیں، جنھوں نے انسانوں، محنت کشوں کی مفلسی، اذیت ناک زندگی کے تاریک گوشوں پر تحقیق کی، اس درد کو محسوس کیا، اور اسے معیشت کے تناظر میں دیکھا اور سمجھا۔

پروفیسر امرتیہ سین کو اس سال کے نوبل انعام کے لیے سویڈن کی رائل اکادمی آف سائنسز کے توصیف نامے میں کہا گیا ہے:

"قحط، بھک مری کی وجوہ معیشت کے تانے بانے میں کس طرح ہیں، ان کو سمجھنے میں ہمیں پروفیسر سین کے اخذ کیے ہوئے فلاحی معیشت کے اصولوں سے اور اس شعبے میں ان کے یوگدان سے مدد ملتی ہے۔ انھوں نے محققوں کی کئی نسلوں کی (معاشیات کی) مرکزی اور بنیادی کھوج میں قابلِ ذکر اضافہ بھی کیا ہے اور رہنمائی بھی۔"

ماہرین معاشیات کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے، جسے صرف خام مال، تیار مال، اس کی تجارت، حساب کتاب، تجارت، کام اور اس کے اوقات، ماہرین اور تربیت یافتہ مزدور، مزدوری، ملازمت وغیرہ سے سروکار ہوتا ہے۔ پبلک سیکٹر، پرائیوٹ سکٹر، کوآپریٹو سکٹر اور مشترکہ سکٹر وغیرہ، ٹیکس قوانین، سفید دھن، کالا دھن، قرضوں، شرح سود، کرنسی وغیرہ ان کی دلچسپی کے مرکز ہوتے ہیں۔ لیکن امرتیہ سین اس زمرے کے اکنامسٹ نہیں ہیں۔ غریبی اور اس کی سطح، غریبی کو کم کرنا، خوش حالی اور انسانی فلاح اور اس میں تعلیم، صحت، باوقار زندگی کے لیے رہائش اور مناسب غذا یہ سب کسی فرمان یا عنایت کے تحت نہیں، بلکہ عوام کے سیاسی اور انسانی حقوق کے ذریعے سے انھیں حاصل ہوں۔ نوبل پرائز ملنے کے بعد، جو بیانات انھوں نے دیے اور ٹیلی ویژن پر فوری ترسیل کی سہولت کی وجہ سے ساری دنیا میں اور ہمارے ملک میں خاص توجہ سے سنے گئے، ان میں سب سے اہم نکتہ یہ تھا۔

"قحط صرف ان ملکوں میں پڑتے ہیں اور بھوک سے موتیں اُن ملکوں میں ہوتی ہیں، جہاں آمرانہ نظام

ہوتے ہیں۔ جمہوری نظام جس ملک میں ہو، وہاں بھک مری نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان میں، برطانوی سامراج کے زمانے میں، بنگال میں قحط پڑا تھا۔"

گویا جمہوریت کی ایک کسوٹی یہ بھی ہے کہ اس میں قحط نہیں پڑ سکتا۔

افلاطون نے ریاست (ری پبلک) میں ایک آدرش، مملکت اور اس کے نظام کا جو نقشہ پیش کیا ہے، وہ ایک یوٹوپیا (Utopia) ہے۔ کیونکہ یونان کی چھوٹی سے چھوٹی سٹی اسٹیٹ میں ایسا نظام اور ایسا سماج قائم نہ ہو سکا۔ ہر شخص کتنا ہی حقیقت پسند ہو، اگر وہ سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور انسانی جذبوں سے عاری نہیں اور انسانی اقدار اس کو عزیز ہیں تو اپنے ماحول میں انسانی قدروں کی پامالی سے اس کے دل کو ٹھیس لگتی ہے اور وہ اپنے خوابوں کی بھی ایک دنیا رکھتا ہے خیالوں کی جنت بھی اس کے پاس ہوتی ہے جس میں وہ رہ تو نہیں سکتا، لیکن وہ اس کو عزیز ہوتی ہے۔ آج کا بچہ تو ہوش سنبھالتے ہی Cyber Space کی جنت میں رہنا چاہتا ہے جیسے پہلے بچے پریوں کے دیس کا تصور ذہنوں میں رکھتے تھے۔

امرتیہ سین سے پوچھا گیا کہ کیا اُن کی بھی کوئی یوٹوپیا ہے تو انھوں نے کہا کہ میں اس کا جواب دینے سے پہلے یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اچھی قدریں کتنی ہی دبی کچلی ہوئی ہوں، اچھی قدریں ہیں۔ مثال کے طور پر مساوات اور انسان کی برابری کا تصور، اہنسا کا تصور، ایسا سماج جس میں تشدد نہ ہو، ظلم نہ ہو، آزادی کا تصور، فرد کی انفرادی آزادی کا تصور اگر چہ کوئی ایسا سماج نہیں ہو سکتا جس میں ہر شخص پوری طرح آزاد ہو، لیکن ہر شخص پوری طرح آزاد ہو، یہ تصور پر کشش ہے۔ میری یوٹوپیا ایسا سماج ہے، جس میں امن ہو، سکون ہو، کسی فرد پر کسی فرد کا یا ادارے کا جبر نہ ہو، سماجی اونچ نیچ نہ ہو، ہر شخص کو جنس کی تمیز کے بغیر، یا کسی اور تمیز کے بغیر پر سکون زندگی بسر کرنے کے مواقع حاصل ہوں، اور دولت کی مساوی تقسیم ہو۔

امرتیہ سین کی یہ یوٹوپیا ہر ذی حس انسان کی یوٹوپیا ہے۔ کیا اس Global Village میں خواب کی جنت قائم ہو گی؟

آیئے کم از کم اس خواب کو اپنے ذہن میں بسائیں اور خارجی دنیا کو اس کا نمونہ بنانے کی کوشش کریں، جہاں تک ہو سکے!

ایک اور اہم بات جو انھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ انسان کی ایک شخصیت نہیں ہوتی، کئی شخصیتیں ہوتی ہیں۔ اپنے بارے میں انھوں نے کہا کہ میں ایک بنگالی ہوں، اور یہ بھی میری ایک شخصیت ہے۔ میں ہندوستانی ہوں، یہ بھی میری شخصیت ہے۔ میں معاشیات کے شعبے سے تعلق رکھتا ہوں یہ بھی میری ایک شخصیت ہے۔۔۔

علم سے ذہن، نظر اور دل میں وسعت آتی ہے اور یہ وسعت انسان میں غرور نہیں، بُردباری اور حلم پیدا کرتی ہے۔ پروفیسر سین اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ نوبل پرائز ملنے پر جب اُن کو مبارکباد دی گئی، تو نیویارک میں انھوں نے کہا کہ میں یہاں ایک غمگین ماحول میں ہوں، میں پاکستانی عالم معاشیات پروفیسر محبوب الحق (مرحوم) کی خدمات پر لکچر دینے کے لیے آیا ہوں۔

وہ کسر نفسی، جو عالموں کی شان ہوتی ہے، پروفیسر سین کے اس بیان سے واضح ہوتی ہے "مجھے اور زیادہ خوشی ہوتی، اگر معاشیات کے شعبے میں اہم کام کرنے والے اور عالم بھی اس انعام میں میرے شریک ہوتے۔"

ڈاکٹر امرتیہ سین نے ہندوستان کی دانشوری کو چار چاند لگائے ہیں۔ ہم اُن کی صحت اور لمبی عمر کے لیے دعا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ عوام کی خوشحالی کے جو خاکے ان کی تحقیق سے مرتب ہوتے ہیں، ہماری معیشت اُن کو اپنائے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے خوابوں کی تعبیر

اردو انسائیکلوپیڈیا یعنی مخزنِ علوم

[illegible]

تینوں کلیدی جلدیں شائع ہو گئیں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اردو میں پہلا مکمل اور بین الاقوامی معیار کا انسائیکلو پیڈیا شائع کیا ہے۔ ابتدائی تین جلدیں ۳۲ علوم پر مشتمل ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل طریقہ پر کی گئی ہے۔

جلد اول :	۱۔ آثار قدیمہ	۲۔ ادبیات	۳۔ ارضیات	۴۔ انجینیرنگ
	۵۔ تاریخ اسلام	۶۔ تاریخ عالم	۷۔ تاریخ ہند	
جلد دوم :	۸۔ تعلیم	۹۔ جغرافیہ	۱۰۔ جنگلات	۱۱۔ حیاتیات
	۱۲۔ حیوانیات	۱۳۔ ریاضیات	۱۴۔ زراعت	۱۵۔ سائنس
	۱۶۔ سماجیات	۱۷۔ سیاسیات	۱۸۔ طب یونانی	۱۹۔ طبیعیات
جلد سوم :	۲۰۔ علاج حیوانات	۲۱۔ فلسفہ و نفسیات	۲۲۔ لائبریری سائنس	۲۳۔ فلکیات
	۲۴۔ فنون لطیفہ	۲۵۔ فلم	۲۶۔ قانون	۲۷۔ کیمیا
	۲۸۔ مذاہب	۲۹۔ معاشیات	۳۰۔ معدنیات	۳۱۔ نشر و اشاعت
	۳۲۔ نظم و نسق			

ان علوم پر مختصر نوشتے آٹھ جلدوں میں شائع کئے جائیں گے۔ علوم کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے مختصر نوشتے بھی حروف تہجی کے اعتبار سے آئیں گے۔

دنیا بھر کی تمام مروجہ زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ سبھی مروجہ علوم و فنون اور سائنس و تکنالوجی وغیرہ سے متعلق مختصر و طویل اندراجات شامل ہیں۔ یہ سارا مواد بڑی دیدہ ریزی اور مشقت کے ساتھ سلیس زبان اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایسی کاوش ہے جو آئندہ کئی نسلوں کو علم و معلومات سے مالا مال کرتی رہے گی۔ بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ ہر ایک جلد آزاد حیثیت کی حامل ہے۔

کلیدی مضامین پر مشتمل اس کی تین جلدیں منظر عام پر آگئی ہیں۔

خوبصورت کتابت بہترین طباعت، پختہ جلد اور اعلیٰ گٹ اپ کے ساتھ علم دوست قارئین، صحافیوں اور مضمون نگاروں کے لئے یہ نادر و نایاب تحفہ ہے۔ ہر جلد اپنے آپ میں مکمل ہے۔

جلد اول	578	صفحات	قیمت	-/300روپے
جلد دوئم	568	صفحات	قیمت	-/450روپے
جلد سوم	614	صفحات	قیمت	-/450روپے

مندرجہ ذیل پتے پر یا کسی کتب فروش سے طلب کیجئے

قومی اردو کونسل، ویسٹ بلاک-1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

ہماری بات

آج کا زمانہ پچھلے زمانوں سے کہیں زیادہ ٹکنالوجی کا زمانہ ہے۔ پہلے سماجی عمل اتنے پھیلے ہوئے نہیں تھے اور زندگی بھی اتنی برق رفتار نہیں تھی، ٹکنالوجی سے ہماری زندگیاں اتنی بندھی ہوئی نہیں تھیں جتنی آج ہیں۔ آگ اور پہیّے کی ایجاد نے پہلی ٹکنالوجی سے ہمیں روشناس کرایا۔ یہ پہیا، چکّی کا پاٹ بھی تھا، گاڑی کا پہیا بھی، چرخا بھی اور کمہار کا چاک بھی۔ انسان جب شکاری تھا تو شکار کے ہتھیاروں کی ٹکنالوجی تھی، جب زراعت کا فروغ ہوا تو ہل کی ٹکنالوجی پھلی پھولی، زراعت کے لیے جب کسان موسمی بارش پر قانع نہیں رہا اور اس نے نہریں کھودیں یا کنویں کھودے تو ایک اور ٹکنالوجی کا اضافہ ہوا۔ لیکن یہ سب پیشہ ور لوگوں کی ٹکنالوجیاں تھیں۔ یہاں تک کہ اسٹیم انجن، پانی کا جہاز، انٹرنل کمبسچن انجن، ریلوں اور ہوائی جہازوں کی ٹکنالوجیاں آئیں۔ رفتہ رفتہ عام آدمیوں میں ٹکنالوجی کی اہمیت بڑھی۔ کون ہے جو بجلی کے بغیر زندگی ادھوری محسوس نہیں کرتا؟ کون ہے جو اخباروں، کتابوں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے بغیر رہنے کو سزا نہ سمجھے گا؟ ٹریکٹر، کاروں، بسوں، اسکوٹروں سے شہر اور گاؤں کے رہنے والے سبھی واقف ہیں۔ دنیا ایک Global Village ہو گئی ہے۔ آج بچے بھی ویڈیو گیم کھیلتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی کا بٹن آن آف کرنا ہی نہیں، آواز کم زیادہ کرنا، رنگوں کو گہرا اور ہلکا کرنے کے طریقے سے بھی سبھی واقف ہیں۔ وہ بھی Remote Control سے۔ کمپیوٹر سے لے کر واشنگ مشین تک صبح سے شام تک کوئی کام ایسا نہیں ہے جس میں کسی نہ کسی ٹکنالوجی کا ہاتھ نہ ہو اور اس سے ہر شخص جڑا ہوا نہ ہو۔ ہم سب کسی نہ کسی حد تک ایک نئے Techno Environment کا جز ہوتے جا رہے ہیں۔ اور جو ٹکنالوجی سے اتنے گہرے طریقے سے جڑا ہوا ہو تو اصطلاحیں لامحالہ اس کی زندگی کا جزو بن جاتی ہیں۔ چاہے اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔

جدید سائنسی علوم کی برق رفتار ترقی اور افادیت انسانیت کی وراثت بن گئی ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس علمی وراثت کا فائدہ اردو بولنے والوں کو نہ ملے۔ اس لیے قومی اردو کونسل کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ سائنسی اور تکنیکی علوم کی کتابیں تصنیف ہوں یا ان کا ترجمہ کیا جائے اور جامعیت اور اختصار کے لیے اصطلاحات وضع کی جائیں۔ اصطلاحات سازی نے اردو زبان کی ترویج میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ ہمارے سامنے جو رہنما اصول ہیں وہ یوں ہیں :

"ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جانی چاہیے جو

مروج یا مقبول ہو چکی ہوں، چاہے یہ لسانی اور معنوی اعتبار سے مکمل نہ ہوں۔ ہندی اصطلاح کے اختیار کرنے کو (اگر ایسی اصطلاحیں اردو میں بآسانی تلفظ اور تحریر کی جا سکتی ہوں) عربی اصطلاحوں کے اختیار کرنے پر مرجح سمجھا جائے۔ اگر کوئی انگریزی اصطلاح مروج ہو اور عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے۔ ایسی عام فہم اصطلاحوں کے لیے اردو متبادلات بنانے یا تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

اصطلاحوں کا مسئلہ نصابی کتابوں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ پرائمری اور ثانوی سطح پر تعلیم پا رہے بچے چونکہ انگریزی اور سائنسی اصطلاحات سے مانوس ہونے لگے ہیں اور Mass Media نے زبانوں کے بیچ خلیج کو پاٹ دیا ہے، اس لیے اردو زبان میں الگ سے اصطلاح سازی پر زیادہ زور بنیادی تعلیمی عمل میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اردو میڈیم ایجوکیشن کو قومی معیار اور قومی مقاصد تک لانے اور اس میں تسلسل کے لیے ضروری ہے کہ عام فہم اور رائج اصطلاحات نصاب کی کتابوں میں ہوں۔

یہ سوال آج ہمارے سامنے ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا نام ہم کچھ اور کیوں رکھیں یا کیوں نہ رکھیں؟ ان کے پرزے تو ہم بھی بناتے ہیں، لیکن ان کا نام کیا ہم کچھ اور رکھ سکتے ہیں؟ شہروں کے نام، سڑکوں اور چوکوں کے نام ہم بدل سکتے ہیں لیکن کیا ہم پرزوں کے نام بھی بدل سکتے ہیں؟ اگر ضرورت پڑے تو ہم کس نام سے ان پرزوں کا آرڈر دوسرے ملکوں کے کارخانوں کو دیں گے اور اگر اپنے بنائے ہوئے پرزے برآمد کریں تو کس نام سے برآمد کریں گے؟ ٹیلی فون کو ساری دنیا کے ملک تلفظ کی ذراسی تبدیلی کے ساتھ ٹیلی فون یا ٹل فون کہتے ہیں۔ کیا ہم یہ نام بدل سکتے ہیں؟ Radiation کو ہم ریڈی ایشن کہیں یا تابکاری؟ ایک سطح تک مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب ہمارے نوجوان اعلیٰ تکنیکی تعلیم کے لیے ملک کے بڑے اداروں میں جائیں گے تو کیا وہ اصطلاحوں کے ان ترجموں کے ساتھ آگے بڑھ سکیں گے جو ابتدائی یا ثانوی درجوں میں ان کی نصاب کی کتابوں میں انھوں نے پڑھے؟ کیا سائنسی رسالوں اور کتابوں کو جو دنیا کی تجربہ گاہوں سے آتی ہیں، وہ ہماری بنائی ہوئی یا ترجمہ کی ہوئی اصطلاحوں سے سمجھ سکیں گے؟

اس پس منظر میں قومی اردو کونسل اصطلاحات کے معاملے پر نئے انداز سے غور کر رہی ہے۔ آج کی اور آنے والی نسل کے Technology کے ساتھ رشتے گہرے ہوتے جا رہے ہیں اور جو فیصلہ ہم کریں گے اس سے آنے والی نسل کا مستقبل گہرے طور پر جڑا ہوا ہے۔ ہم ٹکنالوجی کی دنیا میں سانس لیتے ہیں اور اس سوال کو آئندہ کے لیے ٹال نہیں سکتے۔ ہمارے ہر دانشور کو، خاص طور سے انھیں، جو درس و تدریس سے وابستہ ہیں، سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچنا اور فیصلہ کرنا ہوگا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈاکٹر امرتیہ سین

فرد کی آزادی : سوشل کمٹمنٹ کی بنیاد

ایک مدت سے نابرابری اور تفریق کے شکار معاشروں میں زندگی گزارنے والے بسا اوقات اپنے حالاتِ زیست کو محض مقدر سمجھ کر خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی خواہشوں اور خوشیوں کو کتر بیونت کرنے کے طریقے ڈھونڈ لیتے ہیں، کیونکہ ان لوگوں کے لیے ان چیزوں کا تصور بھی محال ہوتا ہے جنھیں وہ ناقابلِ حصول سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے لوگ اپنی موجودہ حیثیت سے زیادہ حاصل کرنے کی بات سوچنے کا بھی حوصلہ نہیں رکھتے بلکہ چھوٹی چھوٹی مہربانیوں اور بخششوں کو ہی خوشیوں کا خزانہ سمجھ لیتے ہیں۔ ان محروم لوگوں کے سلسلے میں ہمارا افادی پیمانہ بھی جانب داری سے کام لیتا ہے۔ یعنی خوشیوں اور خوشیوں کے پیمانے کو ایسے غلط طریقے پر استعمال کیا جاتا ہے کہ محرومی کا مکروہ چہرہ مکمل طور پر سامنے نہیں آپاتا۔ وجہ یہ ہے کہ مدتِ دراز سے ایک ہی حالت پر قائم اور راضی بہ تقدیر مزدوروں، بے روزگاروں، مشقت کے بوجھ تلے دبے ہوئے حمالوں اور کتر بیونت میں ہی ساری زندگی گزار دینے والی گرہستنوں کی دیرینہ محرومی کی شدت کی تفہیم میں بھی یہ افادی پیمائش آڑے آسکتی ہے۔

صنفی عدم مساوات

اگرچہ یہ معاملہ براہ راست افادی Calculus سے تعلق رکھتا ہے، مگر سارا معاملہ محض نظریاتی ہی نہیں ہے بلکہ چند سنگین عملی مضمرات کا بھی حامل ہے۔ مجھے اس بات کی وضاحت میرے اپنے ملک ہندوستان میں دو بڑی سماجی ناکامیوں کے حوالے سے کرنے دیجیے ان میں سے ایک ناکامی صنفی نابرابری مردوں اور عورتوں کے مابین تفریق سے تعلق رکھتی ہے۔ عورتوں کو پیش آنے والی دشواریاں محض ہندوستان سے مخصوص نہیں ہیں، بلکہ دنیا بھر کے دوسرے مختلف حصوں (خصوصاً مغربی ایشیا سے چین تک پھیلے ہوئے وسیع اور عریض علاقوں) میں بھی حفظانِ صحت، اور لازمی تغذیہ جیسے بنیادی معاملات میں بھی عورتوں اور مردوں کے درمیان عدم مساوی رویے کی مثالیں ملی ہیں۔ بہر حال ہندوستان میں شرحِ اموات، شرحِ امراض، طبی نگہداشت اور تغذیہ وغیرہ کا تقابلی موازنہ تفصیل سے کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں خود ہندوستان کے مختلف منطقوں کے اعداد و شمار ایک دوسرے سے مختلف شکل میں سامنے آئے ہیں۔ بہر حال یہ بات واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ ملک کے بیشتر حصوں میں اور خاص طور پر دیہی علاقوں میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو منظم طریقے پر ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

صنفی عدم مساوات نیز اس صورت حال میں تبدیلی کی ضرورت کی اس نشاندہی کی پوری شدت سے مزاحمت بھی کی گئی ہے۔ یہ کہا جارہا ہے اور پوری دلیل کے ساتھ کہا جارہا ہے کہ ہندوستان کی دیہی خواتین کو مردوں کی حیثیت اور مرتبے سے کوئی حسد نہیں ہے، وہ نہ تو مردوں کی حیثیت کو تکلیف دہ عدم مساوات کی شکل میں دیکھتی ہیں اور نہ ہی وہ اصلاح کے غم میں گھل رہی ہیں۔ باوجود یہ کہ

دیہی آبادی کی سیاست کاری نے رفتہ رفتہ تصویر کے رنگ کو کافی حد تک تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے (یعنی ایک ایسی تبدیلی جس میں ترقی یافتہ خواتین نے اپنی سرگرمیوں کے ذریعے نمایاں رول ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔) تاہم دیہی ہندوستان کی موجودہ صورت حال کی تشریح اور توضیح کے طور پر مذکورہ تجرباتی مشاہدہ بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ یہ دعوا کرنا آسان نہیں ہے کہ صنفی نابرابری کے سلسلے میں فی الوقت کوئی شدید بے چینی پائی جاتی ہے یا یہ کہ ہندوستان کی دیہی خواتین میں اصلاح کی ضرورت اور خواہش دھماکہ خیز شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔ بہر حال اصل اور بنیادی سوال مذکورہ تجرباتی مشاہدے کی صحیح تاویل و توجیہہ اور معنویت سے تعلق رکھتا ہے۔

معروضی نقطۂ نگاہ سے، ہندوستان کے دیہی علاقوں کی خواتین کو کچھ بھی کرنے کے لیے مردوں کے مقابلے میں بہت کم آزادی حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ملتا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ جیسے ہی خواتین کو واقعی آزادی کا تجربہ کرنے (نہ کہ آزادی کو ناقابل حصول اور غیر فطری سمجھنے) کا موقع مل جاتا ہے تو ان کے نزدیک آزادی کی مزید معنویت نہیں رہ جاتی۔ اگر انفرادی آزادی کو، جس میں اپنے حالات کا تجزیہ کرنے اور انھیں تبدیلی کرنے کی آزادی بھی شامل ہے ایک اعلا انسانی قدر کے طور پر تسلیم کر لیا جاتا ہے تو اس عدم مساوات کی اخلاقی معنویت سے ہرگز قطع نظر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ درست ہے کہ حالات کو بعینہٖ برقرار رکھنے کے طرف دار افادی Calculus کی مختلف شکلوں سے کسی قدر راحت اور طمانیت حاصل کر سکتے ہیں لیکن اگر واقعی انفرادی آزادی کو ایک سماجی عہد بستگی کی حیثیت حاصل ہے، تو اس طرح کی مدافعت کبھی ٹک نہیں سکے گی چونکہ سماجی حالات میں مستقل نوعیت کی عدم مساوات اور استحصال کا سارا دارومدار انھیں لوگوں پر ہوتا ہے جو بدسلوکی اور استحصال کا شکار ہوتے ہیں، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ افادی نظریہ پر مبنی استدلال اور آزادی پر مبنی استدلال کے درمیان پیدا ہونے والا انتشار کافی تیز بھی ہوتا ہے اور دوررس بھی!

محروم ہندوستانی

دوسری مثال ہندوستان میں ناخواندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ 1947 میں حصولِ آزادی کے بعد ہندوستان نے جتنی قابل لحاظ پیش رفت اعلا تعلیم کے میدان میں کی ہے، اتنی ہی کم پیش رفت اسکول کی سطح کی بنیادی تعلیم کے میدان میں ہوئی ہے۔ 1981 کی مردم شماری میں محض 41 فی صد بالغ آبادی خواندہ پائی گئی جب کہ خواتین میں یہ شرح خواندگی محض 28 فی صد تھی۔ ہندوستان میں بنیادی تعلیم کو وہ اہمیت کبھی نہیں دی گئی جو دوسرے تمام سماجی مقاصد کو حاصل رہی ہے۔ ہندوستان میں عوامی پالیسی کی اس ناکامی کے لیے متعدد عوامل ذمے دار رہے ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں بالعموم جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی ناخواندہ آبادی کو اپنی ناخواندگی پر کوئی دُکھ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ محروم ہندوستانیوں میں تعلیم حاصل کرنے کی کوئی شدید خواہش نہیں پائی جاتی۔

ناخواندہ ہندوستانیوں کی ذہنی حالت کی توضیح کے لحاظ سے اس بیان کو درست ہی قرار دیا جائے گا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ناخواندگی سے آزادی کی نفی ہوتی ہے۔ یعنی محض لکھنے پڑھنے کی آزادی کی ہی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ تمام آزادیاں بھی سلب ہو جاتی ہیں جو لکھائی پڑھائی کے لیے درکار ترسیل کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔

حال میں ہی افادی نظریہ میں کچھ دوسرے نقطۂ نگاہ سے بھی سخت تنقید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر دیگر مفکرین کے ساتھ ساتھ جان رالس (John Rawls) اور برنارڈ ولیمس نے افادی طریقۂ استدلال کی بنیادوں پر سخت وار کیا ہے۔ فلسفۂ سیاسیات کے دوسرے متعدد متبادل نظام

اپنی طرف توجہ مبذول کراتے جا رہے ہیں۔

آزادی کے وسائل

میں یہاں جس طریقۂ کار کو واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اُس کا موازنہ جان رالس (John Rawls) کے نظریۂ عدل کے بعض پہلوؤں کے ساتھ کرنا مفید ہوگا۔ جان رالس کے نظریۂ عدل نے جدید سیاسی فلسفے اور اخلاقیات کی انقلابی تشکیل نو میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ درحقیقت اِس نظریۂ عدل نے انفرادی آزادی کی سیاسی اور اخلاقی اہمیت کی طرف توجہ مبذول کرانے میں بھی اہم رول ادا کیا ہے جان رالس کے اصول عدل (Principles of Justice) سے سارے بنی نوع انساں کی خود مختاری کی شرط کے ساتھ انفرادی خود مختاری کی فضیلت کو تحفظ حاصل ہوتا ہے جان رالس نے نابرابری کی پیمائش افادیت کی تقسیم کی بجائے بنیادی اشیا پر مرکوز رکھی۔ آمدنی، دولت، خود مختاری وغیرہ ایسے وسائل ہیں جن کی بدولت لوگوں کو اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کی کوشش میں مدد ملتی ہے۔

بہرحال مختلف لوگوں کو حاصل بنیادی اشیا کے درمیان موازنے اور مختلف لوگوں کو حاصل آزادیوں کے درمیان موازنے میں بڑا فرق ہے، گو کہ ان دونوں کے درمیان بہت قریبی تعلق باہمی ہو سکتا ہے بنیادی اشیا کو آزادی کے وسائل کی حیثیت حاصل ہوئی ہے مگر ان کی کمیت اور کیفیت سے آزادی کی حقیقی حدود کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مقاصد کی تکمیل کے لیے ان وسائل کے استعمال میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ صنف، عمر، موروثی خصوصیات اور ماحول کا اختلاف لوگوں کے ایک گروہ کے اندر ہی پایا جا سکتا ہے اور مختلف گروہوں میں بھی۔ چنانچہ بنیادی اشیا کی مساوی تقسیم کبھی کبھی آزادی کی غیر مساوی سطحوں سے مطابقت بھی قائم کر لیتی ہے۔ مثال کے طور پر، بنیادی اشیا کی مساوی ملکیت کی صورت میں جسمانی طور پر معذور افراد اپنی بہبود کی کوششوں کو آزادی کے ساتھ آگے نہیں بڑھا سکیں گے۔ نہ صرف یہ کہ جسمانی طور پر معذور افراد کو اپنی بہبود کی کوششوں میں رکاوٹ پیش آئے گی بلکہ جب تک ان کے لیے خصوصی سہولیات کا بندوبست نہیں کیا جائے گا، وہ مشترکہ سماجی اداروں کے انتخاب میں شرکت کے لحاظ سے اور عام سیاسی فیصلوں (یہ فیصلے خواہ خود ان سے غیر متعلق ہی کیوں نہ ہوں) پر اثر انداز ہونے کے معاملے میں نقصان کی حالت میں ہی رہیں گے۔

(ٹائمز آف انڈیا کے شکریے کے ساتھ: ترجمہ ڈاکٹر مسعود ہاشمی)

تصحیح

☆"اردو دنیا" بابت جولائی، اگست، ستمبر 1998 میں پروفیسر عبدالمغنی کا مضمون "اردو بنام ہندوستانی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں بہار کی اردو آبادی مردم شماری کے مطابق پچاسی لاکھ ہے۔ کمپوزنگ کی غلطی سے پچاس لاکھ چھپ گیا ہے۔ توجہ دلانے کے لیے شکریہ۔

☆مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی نے اس سال کا گیا نیشور ایوارڈ معروف شاعر کیفی اعظمی کو اور قومی ایوارڈ پروفیسر گوپی چند نارنگ کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اردو دنیا کے پچھلے شمارے میں کیفی اعظمی کی جگہ سردار جعفری کا نام شائع ہو گیا تھا، کیونکہ جس اخبار سے ہم نے یہ خبر لی تھی اس میں ایسا ہی تھا۔ اس غلطی کے لیے ہمیں افسوس ہے۔ (ادارہ)

انور اوحا

دہلی کالال قلعہ

بات ساڑھے تین سو برس پہلے کی ہے۔ مشہور زمانہ تاج محل کے خالق شاہ جہاں نے دہلی میں ایک نئے دارالخلافہ شہر کا سپنا دیکھا۔ لال قلعہ کو اس کا مرکز بنایا۔ لال قلعہ شان و شوکت کی انتہائی شائستہ علامت ہے۔ یہ گراں قدر پروجیکٹ تھا۔ اس پر بے شمار سرمایہ صرف ہوا تھا۔ اس قلعہ کی تعمیر میں شاہ جہاں نے ذاتی طور پر دلچسپی لی تھی۔ حالانکہ یہ قلعہ وقت کی دست برد میں رہا، اکثر لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنا۔ اس کے باوجود اس کی شاندار پلاننگ، اعلیٰ فنِ تعمیر اور آرائشی فنون کی چھاپ آج بھی اس قلعہ سے عیاں و نمایاں ہے۔

لال قلعہ اقتدار کی علامت ہے۔ یہ چاروں طرف سے دو میل لمبی دیوار سے گھرا ہوا ہے۔ یہ دیوار 70 فٹ اونچی اور 45 فٹ چوڑی ہے۔ اس کے چاروں طرف 75 فٹ چوڑی اور 30 فٹ گہری کھائی ہے۔ دہلی میں شاہ جہاں کا لال قلعہ اکبر کے آگرہ قلعہ سے دُگنا بڑا ہے۔ یہ اپنے آپ میں ایک شہر ہے۔

خاص باب داخلہ لاہور گیٹ سے داخل ہوں، تو آپ اپنے آپ کو 270 فٹ لمبے چھت دار راستے پر پائیں گے؛ جس کے دونوں طرف آراستہ دکانیں ہیں۔ یہی مینا بازار ہے۔ شاہ جہاں کے امرا کے لیے یہی بازار خاص تھا۔ یہ راستہ جلاو خانہ تک لے جاتا ہے۔ یہ مربع، بڑی محصور عمارت محافظوں کے لیے ہوا کرتی تھی۔ ایک دور افتادہ سرے پر نقار خانہ ہے۔ یہ مہمانوں کی آمد کی اطلاع دیا کرتا تھا۔ اس کی سرخ پتھر سے بنی دیواروں پر گلاب، سوسن اور پوست کے پھول بنے ہوئے ہیں۔

خوبصورت دیوانِ عام ایک کشادہ محراب دار پیویلین ہے۔ یہاں مغل شہنشاہ سلطنت کے روزمرہ کے کام انجام دیا کرتا اور رعایا کی شکایات سنا کرتا تھا۔ یہ 185 فٹ لمبے اور 70 فٹ چوڑے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ اس کے چالیس ستون ہیں۔ یہ تین قطاروں میں بنے ہوئے ہیں۔ یہ ستون منبت شدہ پتے پتیوں سے سجے ہوئے ہیں۔ دیوانِ عام میں بنا تخت نہایت خوبصورت اور دیکھنے کی شے ہے۔ یہ مکرانہ سے لائے سنگِ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ یہ قلعہ شان و شوکت اور نفاستِ تعمیر کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ اس کے کھمبے اور چھتری اعلیٰ کاری گری کی مثال ہیں۔ شہنشاہ کے تخت کی پچھلی دیوار بھی اتنی ہی خوبصورت اور ایسی ہی کاری گری کا نمونہ ہے۔ اس پر پھول پتے اور پھلدار پیڑوں پر چہچہاتے پرندے بنے ہوئے ہیں۔ تخت کے نیچے مرمر کا چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس پر کیا گیا کام نہایت خوبصورت اور دیدنی ہے۔ اُمرا اس پر کھڑے ہو کر بادشاہ کو اپنی شکایات پیش کیا کرتے تھے۔ کھمبوں پر آرائشی، سجاوٹی کام آگرہ کے کاری گروں کا کیا ہوا ہے۔ یہ آگرہ اسلوب ہی کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہر مرمریں سل کو بڑی محنت اور نفاست سے فن پارہ بنایا گیا ہے۔ اپنے اپنے فن کے ماہر دستکاروں نے بیک وقت مل کر ہر مرمریں سل کو سنوارا ہے۔

دیوانِ عام کے عین پیچھے، شاہی باغات سے ادھر رنگ محل ہے۔ یہ حرمِ خاص کی عمارت ہے۔ دربار سے متعلق خواتین کی زندگی کے بارے میں کچھ بھی کہنا محال ہے؛ کیونکہ وہ تمام تر پردۂ خفا میں تھی۔ ان میں سے بیشتر کی رہائش گاہیں انگریزوں نے 1858ء میں تباہ و برباد کر دی تھیں۔ دریا کی طرف دو عمارتیں ممتاز محل اور رنگ محل البتہ محفوظ رہی تھیں۔ جالی دار کھڑکیاں ملکاؤں کے لیے پردے کا اچھا انتظام

فراہم کرتی تھیں۔ رنگ محل شہنشاہ کے شخصی کمرہ جات اور حرم کے درمیان ایک خاص مرکزی عمارت تھی۔ حمام، خاص محل اور دیوانِ خاص شاہانہ رہن سہن کے منہ بولتے نمونے ہیں۔ نہر بہشت باغ کے بیچوں بیچ بہتی ہوئی تمام عمارات کو جاتی ہے۔ یہ خوبصورتی کا آئینہ ہے۔ مختلف عمارتوں میں لگی مختلف رنگین ٹائیلوں سے اس کی خوبصورتی میں عجیب اضافہ ہوا ہے۔

دیوانِ خاص، سارے کا سارا مرمر کا بنا ہوا ہے۔ یہ قلعہ کی سب سے زیادہ خوبصورت عمارت ہے۔ اس میں بنے پھول پتے، پرند اور دوسرے نمونے شاندار اپچی کاری کی مثال ہیں۔ یہیں شہنشاہ شاہ جہاں اپنے معروف جڑاؤ تختِ طاؤس پر تخت نشیں ہوا کرتا تھا۔ یہیں وہ اپنے اعتماد کے اُمرا کے ساتھ سلطنت کے خاص خاص امور پر صلاح مشورہ کیا کرتا تھا۔ اس پویلین کی دیواریں 980 فٹ لمبی اور 67 فٹ چوڑی ہیں۔ یہ قیمتی پتھروں سے مزین ہیں۔

ساون بھادوں نہر پر بنے دو خوبصورت پویلین ہیں۔ یہ باغ کے دو سروں پر آمنے سامنے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں شہنشاہ اور خواتین موسم برسات کی تازہ کار ہواؤں کا لطف لیا کرتے تھے۔

موتی مسجد ایک چھوٹی مگر نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ یہ بعد میں اورنگ زیب نے بنوائی تھی۔ ایک راسخ عقیدہ مسلمان ہونے کے ناطے اس نے قلعہ سے کچھ ہی دوری پر جامع مسجد بنوائی، جہاں وہ پانچ وقتی نماز کے لیے جایا کرتا تھا۔

اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی سلطنتِ مغلیہ کا زوال شروع ہوا۔ بعد میں جو بادشاہ تخت نشین ہوئے، وہ کمزور اور نااہل تھے۔ مغلیہ سلطنت کو بنائے رکھنا ان کے اختیار سے باہر تھا۔ نتیجتاً اندرونی خلفشار بڑھا۔ بیرونی حملوں میں اضافہ ہوا۔ شاید سب سے زیادہ تباہ کن حملہ نادر شاہ کا تھا، جو اس نے 1739ء میں کیا۔ شاہی خزانہ اس کی لوٹ کھسوٹ کی نذر ہو گیا۔ اسی لوٹ میں مشہور کوہِ نور اور تختِ طاؤس بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ اب ہندوستان سرکار اپنے شاندار ماضی کے شکوہ کو بحال کرنے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔

(بہ شکریہ ہندوستانی تناظر، اگست 1998)۔

قومی اردو کونسل کی مطبوعات

دیوناگری اور تصویروں کی مدد سے اردو سکھانے والی کتاب

اردو تصویری لغت مع ہندی

جدید طریقوں سے بنائی گئی کتاب اردو سیکھنے کے شوقین حضرات کے لیے نہایت عمدہ تحفہ۔ تصاویر اور ہندی کی مدد سے اردو خود بخود سیکھی جا سکتی ہے۔ یہ اپنی طرز کی بالکل اچھوتی کتاب ہے۔ بہترین کتابت اور آفسیٹ کی طباعت کے ساتھ۔

قیمت :-/30روپے　　سائز :23x38/8　　صفحات :252

کتب فروش اور کتب خانوں کے لیے اسپیشل کمیشن، آرڈر فوراً ارسال کریں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

ویسٹ بلاک۔۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔۱۱۰۰۶۶

جامع
انگریزی۔اردو لغت
حصہ اوّل تا پنجم
شائع ہوگئی
مدیر اعلی
کلیم الدین احمد

☆ محققین، مترجمین، دفتری اہل کاروں، اساتذہ، قانون دانوں، اہل علم و قلم، صحافیوں، طلبہ اور عام لوگوں کی روزمرہ ضروریات کے لیے یکساں افادیت کی حامل یہ انگریزی اردو لغت ڈھائی لاکھ سے زائد الفاظ واصطلاحات و معانی کا احاطہ کرتی ہے۔

☆ یہ لغت دنیا کے کسی بھی موضوع پر انگریزی الفاظ کے اردو مترادفات فراہم کرنے میں آپ کی مدد کرے گی۔

☆ تمام مروّج علوم وفنون سے متعلق انگریزی/اردو الفاظ واصطلاحات کا ایک جامع ذخیرہ۔

☆ مترادفات، محاورات اور تشریحات سے مزین اپنی نوعیت کی پہلی مستند، وقیع اور ضخیم لغت جو وبسٹر کو بنیاد بنا کر تیار کی گئی ہے۔

☆ اردو زبان میں نئے سائنسی تصورات اور نئی علمی جہتوں کے اضافے کے ساتھ۔

☆ اکیسویں صدی کے علمی تقاضوں سے ہم آہنگ..........

☆ دو سو سے زائد سائنسی وسماجی علوم وفنون پر محیط..........

☆ امریکی/برطانوی انگریزی کے الفاظ کی صراحت کے ساتھ..........

☆ قومی اردو کونسل کا ایک یادگار کارنامہ..........ایک تاریخی دستاویز

بڑا سائز ۹×۵ء۱۱۔ عمدہ کاغذ، بہترین طباعت..........کمپیوٹر شدہ کتابت

مضبوط و مطلا جلد.......... صفحات: حصہ اول (۱۲۱۷، قیمت ۴۰۰)، حصہ دوم (۱۰۶۲، قیمت ۶۰۰)، حصہ سوم (۱۰۹۱، قیمت ۶۰۰)، حصہ چہارم (۸۶۶، قیمت ۶۰۰)، حصہ پنجم (۱۰۴۲، قیمت ۶۰۰)

براہ راست طلب فرمائیں یا کسی کتب فروش سے رابطہ کیجیے۔

قومی کونسل۔ صدر دفتر : ویسٹ بلاک۔۱، ونگ۔6، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔006 110

حیدر آباد شاخ : 5-4-435/20 گرین ہاؤس، اسٹیشن روڈ، نام پلی اسٹیشن روڈ، حیدر آباد۔500002

بزم خیال۔ چند خطوط

- فکر و تحقیق کا تازہ شمارہ ملا۔ یہ فقط ادبی رسالہ نہیں بلکہ اہم علمی دستاویز ہے۔ ہر مقالہ اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ توجہ سے پورا شمارہ پڑھوں گا۔ اس اہم شمارے کی اشاعت پر محترم مدیر اعلیٰ اور مدیران کرام کو دلی مبارکباد۔

خاکسار کا ارسال کردہ مقالہ "بہار میں اردو کے مسائل" آپ کو ملا ہوگا۔ غالبًا آئندہ شمارے میں اسے شائع کر سکیں گے۔

میں نے شعبہ اردو رانچی یونیورسٹی کی طرف سے "اردو دنیا اور فکر و تحقیق" دونوں کے لیے مبلغ ایک سو روپے کا منی آرڈر بیس روز قبل سپرد ڈاک کیا ہے امید ہے کہ شعبہ اردو کے شمارے علیحدہ سے آپ ارسال فرمائیں گے۔

ہماری دلچسپی فقط اس قدر ہے کہ 10-8 کروڑ کی اردو آبادی اس جدید ٹیکنالوجی کی ضروری واقفیت سے جلد سے جلد لیس ہو جائے ورنہ پسماندگی میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔

احمد سجاد، رانچی، بہار

- "اردو دنیا" کا دیدہ زیب شمارہ اپریل تا جون وصول ہوا۔ شکریہ! کاغذی پیرہن میں ملفوف یہ نقش اپنی مثال آپ ہے جس میں اردو کے معلوماتی مضامین کے اتنے مفید اور مستند نقوش مجتمع کر دیے گئے ہیں کہ اسے اردو کی مختصر انسائیکلوپیڈیا کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ علم و ادب کی آبادیاں انسانی ذہنوں میں آباد ہوتی ہیں انھیں تلاش کرنا اور حاصل کر کے قارئین کے نذر کرنا بڑی ہمت اور محنت کا کام ہے۔ "اردو دنیا" ہر لحاظ سے قابل قدر اور لائقِ تحسین ہے۔ اس کا ہر لفظ ایسا قطرہ ہے جس میں دجلہ موجیں مارتا نظر آرہا ہے۔ اس دلکش پیش کش کے لیے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

اختر سلطانہ، حیدر آباد
پلاٹ نمبر 429۔بی، روڈ نمبر 20،
جوبلی ہلز، حیدر آباد۔500033

- "اردو دنیا" اپریل تا جون اگست میں موصول ہوا رسالہ کی زیب و زینت نہایت عمدہ اور مضامین دلچسپ اور معلوماتی تھے اردو مردم شماری کی رپورٹ سے ہمیں ہندوستان کی تمام ریاستوں کی شناسائی ہوئی کہ کہاں کتنے فیصد لوگ اردو سے وابستہ ہیں۔ علاوہ ازیں بیرونی ملکوں کے بارے میں بھی کافی معلومات ملی کہ کس ملک میں کتنی تعداد میں لوگ اردو سے واقفیت رکھتے ہیں اردو دنیا کے توسط سے چین کے بارے میں معلومات ہوئی ہے کہ وہاں اردو کب سے شروع ہوئی اور کتنی پروان چڑھی۔

عظیم الدین انصاری
A31/67-A نواپورہ
بنارس -221001۔یو۔پی

- ایک ذاتی کام سے آکولہ گیا تھا۔ وہاں ایک اردو بک ڈپو میں سہ ماہی "اردو دنیا" کا شمارہ دیکھنے کو ملا۔ مشمولات پر نظر ڈالی تو لگا کہ -/10 روپے میں سودا مہنگا نہیں ہے۔ چنانچہ رسالہ خرید لیا۔ ابھی باہر نکلا بھی نہ تھا کہ بک ڈپو والے نے کہا کہ کچھ اہم کتابیں بھی دیکھتے جائیے۔ دو کتابیں پسند آئیں۔ "دکن میں اردو" نصیر الدین ہاشمی اور "حیاتِ جاوید" مولانا الطاف حسین حالی مرحوم۔ قیمت دیکھی تو یقین نہیں آیا۔

دوبارہ دریافت کیا۔ فوراً کتابیں خرید لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک قیمت بڑھ جائے۔ بڑی خدمت کر رہے ہیں آپ لوگ۔ سہ ماہی "اردو دنیا" زیر نظر شمارہ میں۔
(۱) 1991ء کی مردم شماری کی روشنی میں اردو آبادی۔
(۲) 1991ء کی مردم شماری کے تحت اردو کی حیثیت۔
(۳) الیکٹرانک میڈیا اور اردو معلوماتی مضامین ہیں اس کے علاوہ اردو کادمیوں کی سرگرمیاں۔ وفیات غرض بہت کچھ پیش کیا ہے۔ صفحہ 53 پر ایک ایسی انجمن کے بارے میں پڑھنے کو ملا جس کا تعلق احقر سے ہے۔

محمد یعقوب الرحمٰن
4۔ حبیب بلاکس، شندہ نگر،
یوت مل۔445001

- سہ ماہی "اردو دنیا" بابت اپریل، مئی، جون 1998ء پیش نظر ہے۔ اداریہ سے لے کر "بزم خیال" تک تمام مواد و مشمولات معلوماتی اور فکر انگیز ہیں۔ اس رسالے سے دنیائے اردو کی بیش بہا اور متنوع خبریں بھی معلوم ہوئیں۔ "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" کی فعالیت، اردو زبان کی ترقی واشاعت کے تعلق سے اس وقت سے کافی بڑھ گئی ہے، جب سے ادارہ آنجناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں آگیا ہے اس ادارے کی وساطت سے آپ زبان وادب کی مزید خدمات انجام دیں، اس کے لیے خدا سے دست بہ دُعا ہوں۔ تمام اردو دنیا کی امیدیں اور توقعات آپ کی نیک اور فعال ذات گرامی سے وابستہ ہیں۔

اردو کونسل نے مختلف موضوعات پر جو گراں قدر کتابیں شائع کی ہیں، ان کی فہرست بھی رسالے میں موجود ہے اور چند کتابوں پر مختصر، جامع اور معلوماتی تعارف و تبصرے بھی پیش کیے گیے ہیں، جو انتہائی مستحسن قدم ہے، اس سے کتابوں کی خریداری کی جانب طبیعت مائل ہوتی ہے۔

اردو کمپیوٹر کاری کے موضوع پر پروفیسر احمد سجاد صاحب، صدر شعبۂ اردو رانچی یونیورسٹی کا مکتوب گرامی بیحد اہم اور معلوماتی ہے۔ براہ کرم تحریر کیجیے کہ سہ ماہی "اردو دنیا" کا سالانہ خریدار بننے کے لیے کتنی رقم بھیجنی ہو گی؟ میں نے دو شمارے بالترتیب دس اور بیس روپے میں خریدے تھے۔ لیکن یہ رسالہ بنارس میں باقاعدگی کے ساتھ دستیاب نہیں ہوتا۔ رسالہ پابندی کے ساتھ مجھے ملتا رہے، اس کے لیے میری رہنمائی کیجیے۔

نسیم اختر
جے۔27/6، جین پورہ
بنارس۔221001(یو۔پی)

☆☆☆

قارئین کرام کے لیے

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے زیادہ سے زیادہ خط اردو دنیا میں شامل ہوں۔ مہربانی کر کے ہمیں لکھیں کہ اس شمارے میں کیا چیزیں آپ کو پسند آئیں اور کیا اچھی نہیں لگیں اور کیوں؟ آپ کے مشوروں کا بھی خیر مقدم کیا جائے گا اور ہم کوشش کریں گے کہ ان کی روشنی میں اردو دنیا کو اور مفید بنایا جائے۔ اپنے علاقے کی تہذیبی، علمی اور ادبی سرگرمیوں کے بارے میں بھی ہمیں اطلاع دیں، یا تقریبات کا اہتمام کرنے والوں کو توجہ دلائیں کہ رپورٹیں ہمیں بھیجیں۔ یہ رپورٹیں معروضی ہوں، توصیفی نہیں۔

مجلس ادارت

اردو کے فروغ کیلئے

سرکاری زبان کی مہر ضروری نہیں

قومی کونسل برائے فروغ اردو کے ڈائریکٹر حمید اللہ بھٹ سے نئی دنیا کا خصوصی انٹرویو

"حمید اللہ بھٹ" کا نام اب نہ صرف اردو بلکہ ملک کے تعلیمی حلقوں میں جانا جاتا ہے۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے صرف ڈیڑھ سال کے دوران اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس ادارے کو ایک نئی جلا بخشی ہے۔ ایک متحرک شخصیت کی امیج بنانے والے حمید اللہ بھٹ نے ایک مختصر عرصہ میں قومی کونسل برائے فروغ اردو کا نہ صرف اردو دنیا بلکہ اس کے باہر بھی وجود منوالیا۔ اس کے ساتھ حکومت نے قومی کونسل برائے فروغ اردو کو "نوڈل" ایجنسی قرار دے کر اس کو ملک میں فروغ اردو کے لیے سب سے بڑا منظم اور سائنٹفک فکر رکھنے والے ادارے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اب اردو کے تئیں حکومت کی ہر پالیسی قومی کونسل برائے فروغ اردو کی سفارشات کی بنیاد پر بنے گی اور اس پر عمل درآمد میں بھی اس کا اہم کردار رہے گا۔ اردو کی پستی اور زوال کے لیے حمید اللہ بھٹ "میڈیم" کی کمزوری کو ذمہ دار مانتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ میر، غالب اور فراق پر بہت کام ہو گیا اب اردو میڈیم کے استحکام کے لیے کام کرنا ہوگا۔ اردو والوں کے لیے روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنے کمپیوٹرائزیشن، مدرسوں کی جدت کاری، ٹیچرز ٹریننگ، یو این آئی اردو سروس کے معیار اور اردو میڈیم کے استحکام کی بنیادی ضرورتوں پر قومی کونسل برائے فروغ اردو کے ڈائرکٹر حمید اللہ بھٹ سے نمائندہ نئی دنیا منصور الدین فریدی نے تفصیلی گفتگو کی جو قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔

سوال: اردو کسی بھی ریاست کی سرکاری زبان نہ بن سکی اور جن ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ مل سکا تھا وہ بھی نہیں مل سکا؟

جواب: دیکھئے! اردو کا معاملہ بہت دلچسپ اور اہم ہے۔ 1956 میں جب اسٹیٹ ری آرگنائزیشن ایکٹ لاگو ہوا اور تمام ریاستوں کی تشکیل تو زبان کی بنیاد پر ہی ہوئی جہاں تامل بولی جاتی تھی وہ تامل ناڈو اور جہاں اڑیہ تھی وہ اڑیسہ بن گیا۔ اردو کسی بھی ریاست کی سرکاری زبان نہیں بن سکی اور جہاں نمبروں کا کھیل ہو وہاں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ اردو والوں نے اس کو شکایت بنالیا کہ اردو کسی بھی ریاست میں سرکاری درجہ نہیں رکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اردو کے لیے یہ اہم نہیں کہ وہ کسی بھی ریاست کی سرکاری زبان نہیں بلکہ اہم بات یہ رہی ہے کہ اردو بولنے والے پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ کوئی بھی ریاستی حکومت اردو کے فروغ کا ذمہ نہیں اٹھاتی ہے۔ اس لیے مرکزی حکومت نے اردو کے فروغ کو ضروری سمجھا کیوں کہ حالیہ رپورٹ کے مطابق ملک میں اردو بولنے والوں کی تعداد تقریباً چھ کروڑ ہے اردو نے قومی وحدت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اردو کی ترقی صرف سرکاری زبان کی مہر لگنے سے ہو سکتی ہے۔

سوال: اردو کے فروغ کے لیے کونسل نے کن بنیادی ضروریات کو اولیت دی ہے؟

جواب: سب سے اہم چیز سائنٹفک سوچ ہے۔ اردو کی ترقی کے لیے ہم نے موجودہ دور میں پروان چڑھنے والی سائنٹفک سوچ اور اس سے منسلک جو بھی علوم ہیں انہیں اردو میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب کونسل کی تشکیل ہوئی تھی تو ہمارے پاس بڑے بڑے مسائل تھے۔ ہم نے یہ سوچنا شروع کیا کہ پچھلے 50 برسوں میں اردو کی ترقی کیوں نہیں ہوئی حالانکہ اس دوران اردو ادب، شاعری، اشاعت اور پہلوؤں پر ملک میں 75 فیصد کام ہوا جب کہ 25 فیصد کام پاکستان اور دیگر ممالک میں ہوا ہے۔ آزادی کے بعد اردو کے تعصب کا جواز بھی تھا لیکن اس کے باوجود اردو پر جتنا کام ہندوستان میں ہوا اور کہیں نہیں ہو سکا ہے۔

سوال: عام خیال تو یہی ہے کہ اردو تعصب کی شکار ہوئی ہے؟

جواب: میری نظر میں تعصب کی بات کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔ اگر تعصب تھا تب بھی ہم یہ کہہ کر اپنا دامن نہیں بچا سکتے ہیں کہ تعصب کے سبب ہم کچھ نہیں کر سکے کیونکہ اس کی ذمے داری اردو والوں کی سوچ پر بھی عائد ہوتی ہے۔ پچھلے 50 برسوں کے دوران یہ فکر پروان چڑھی ہے کہ انگریزی اور معیار ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ ہم یہ مان کر چلتے ہیں کہ جو شخص اچھی انگریزی بول رہا ہے وہ بہت قابل اور پڑھا لکھا ہوگا ایسی کوئی بات نہیں کوئی بھی زبان کسی کو عالم فاضل نہیں بناتی ہے۔

سوال: وہ کون سی خوبیاں تھیں جن کے سبب اردو والوں نے انگریزی میڈیم کو گلے لگالیا؟

جواب: انگریزی اور معیار کے ایک ہی پلے میں ہونے کی ایک اہم وجہ انگریزی میڈیم کی کچھ بنیادی خوبیاں تھیں۔ اول تو انگریزی نصاب کی کتابیں بہت اچھی تھیں اور پھر ان نصابی کتابوں کی وضاحت اور تشریح کے لیے بھی مواد موجود تھا۔ جیسے کہ اگر ایک بچہ اسکول میں مغل دور کے بارے میں پڑھتا ہے تو گھر آنے کے بعد اس کو انسائیکلوپیڈیا اور نقشے کی مدد مل جاتی ہے جس سے تاریخ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ایسی کوئی بھی خوبی کسی دوسرے میڈیم میں نہیں آتی ہے۔ اس کے ساتھ انگریزی میڈیم کے ٹیچرز بہت اچھے تھے اور ان کی ٹریننگ کا معقول انتظام تھا ساتھ ہی تعلیمی نظام میں کمپیوٹر بھی شامل ہو گیا اردو ہو یا کوئی اور زبان اس کا میڈیم ان خوبیوں سے محروم رہا اس لیے انگریزی میڈیم مقبول ہو گیا۔

سوال: اردو والوں میں یہ احساس کمتری کیوں پیدا ہوئی؟

جواب: یہ میڈیم کی کمزوری کا قصور ہے۔ اردو میڈیم سے ایسے بچے نکلے جو اصل تعلیمی دھارے میں شامل

نہیں ہو سکتے۔ تعلیم کا انحصار میڈیم کے استحکام پر ہوتا ہے آپ کا میڈیم اگر مستحکم ہے تو آپ کسی بھی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ سائنس، ٹیکنالوجی، آرٹس اور سوشل سائنس میں جن لوگوں نے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں بیشتر جرمنی، عرب اور دوسرے ایسے ممالک کے ہیں جہاں مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ دیکھیے کہ اب تک نوبل پرائز حاصل کرنے والوں میں کتنے لوگ انگریزی جانتے تھے، پوری دنیا اس پر متفق ہے اگر بچے کو ابتدائی تعلیم مادری یا مقامی زبان میں دی جائے تو اس کی نشو و نما سب سے بہتر ہوتی ہے۔ کشمیر میں آج بھی اردو میڈیم کامیاب ہے کیونکہ کشمیری بچے اردو میڈیم سے فارغ ہو کر ملک کی دوسری یونیورسٹیوں کے امتحانات میں کامیاب ہو رہے ہیں اور لوگوں کو اردو میڈیم سے اطمینان ہے۔

سوال: انگریزی میڈیم کا ہندوستانی سماج پر سب سے خراب اثر کیا پڑ رہا ہے؟

جواب: آج ملک کے 75 فیصد بچے مادری یا مقامی زبان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جب کہ عام نظر سے ایسے بچوں کو دوسرے درجے کا طالب علم مانا جاتا ہے اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ 21ویں صدی کے آغاز پر ملک میں 75 فیصد بچے ایسے ہوں گے جن کے بارے میں عام خیال دوسرے درجہ کا ہوگا۔ یہ ہمارے ملک کے تعلیمی منصوبہ کاروں کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہوگا۔ اب ضروری یہ ہو گیا ہے کہ ملک میں مجموعی طور پر زبانوں کا جو پس منظر ابھر کر سامنے آ رہا ہے اردو کو اس سے جوڑ کر ہی آگے بڑھایا جائے۔ اس کے لیے اردو تعلیم کے مسائل کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ جب تک انگریزی میڈیم کی ان بنیادی خوبیوں کو نہیں اپنایا جائے گا اردو کیا کوئی بھی زبان ترقی نہیں کر سکے گی۔

سوال: اس سلسلے میں کونسل نے کیا اقدامات کیے ہیں اور کون سے منصوبے بنائے ہیں؟

جواب: کونسل نے این سی آر ٹی کی اول تا بارہویں جماعت تک کی کتابوں کا ترجمہ کرایا ہے۔ اس میں ایک کمزوری یہ نظر آئی کہ ترجمے میں جن اصطلاحات کا استعمال کیا گیا تھا وہ غیر سائنٹفک تھیں۔ عام آدمی یہی کہتے تھے کہ انگریزی تو آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے لیکن اردو اصطلاحات کو سمجھنا مشکل تھا کیونکہ نہ تو وہ عام فہم تھیں اور نہ ہی رائج عام تھیں۔ دراصل اصطلاحات اس وقت عام فہم بن سکتی ہیں جب آپ تکنیکی ماحول سے جڑے ہوں۔ آج بچوں کے کھلونے سے لے کر ٹی وی تک ریموٹ کنٹرول کے محتاج ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم تکنیکی ماحول سے جڑ چکے ہیں اور اصطلاحات ہماری زندگی کا لازمی جز بن چکی ہیں اب ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات میں ایک مانوس اصطلاح استعمال ہو رہی ہے اور ہم اس کے لیے ایک ایسی اصطلاح تلاش کر لی جس کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

کونسل نے ترجمہ کو آسان زبان میں کرانے اور عام فہم اصطلاحات کے استعمال پر زور دیا جا ہے اس میں انگریزی اور ہندی کے الفاظ آجائیں۔ اس سے بچوں کو سمجھنے اور سمجھانے میں بہت مدد ملے گی۔ اب ہم نے نصابی کتابوں کے ساتھ ایسے دیگر تمام مواد کو اکٹھا کرنا شروع کیا ہے جو بچوں کے لیے نصاب کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

سوال: ٹیچرز ٹریننگ کا معاملہ بھی بہت اہم ہے کیونکہ ہمارے ٹیچرز جدید تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ہیں؟

جواب: عام طور پر جو ٹیچرز ٹریننگ ہوتی ہے وہ انگریزی ماڈل پر مبنی ہے۔ اردو ٹیچرز کی ٹریننگ مختلف قسم کی ہوتی ہے کیونکہ اس کے لیے آپ کا اپنے موضوع کا اکسپرٹ ہونا اور پھر اردو بھی جاننا ضروری ہے۔ میں نے اندرا گاندھی اوپن یونیورسٹی سے اس سلسلے میں بات کی ہے۔ مولانا آزاد اردو یونیورسٹی سے بھی رابطہ قائم کیا ہے کہ اگر وہ تمام کورس جو اندرا گاندھی اوپن یونیورسٹی چلاتی ہے اردو

ٹیچرز کے لیے ری ڈیزائن کرے تو کونسل مدد کرے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں بہت جلد اچھے اور حوصلہ بخش نتائج سامنے آئیں گے۔

سوال: اردو کونسل ملازمت کے مواقع میں اضافہ کرنے کے لیے کن پروجیکٹس پر کام کر رہی ہے؟

جواب: ملازمت کے مواقع پیدا کرنے کے لیے کونسل نے تقریباً پچاس کتابت سینٹر قائم کیے تھے لیکن ہم نے جائزہ لیا کہ ان سینٹرز سے نہ تو کاتب نکلتے ہیں اور نہ ہی خطاط اور نہ ہی اس کا روزگار سے کوئی تعلق تھا۔ میں نے کونسل کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے ان سینٹرز کے کمپیوٹرائزیشن کا کام شروع کیا تھا۔ اب ایسے سینٹرز میں سبھی سافٹ ویر ہیں اور جو لڑکے دو سال کا کورس کرکے نکلتے ہیں تو ان کے لیے صرف اردو کے بازار میں ہی نہیں بلکہ باہر کے بازار میں بھی کام کرنا ممکن ہوگا۔

سوال: کیا سافٹ ویر پر کونسل نے کوئی خاص پروجیکٹ تیار کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! کونسل نے نئے زمانہ سے ہم آہنگ کرنے کے لیے سافٹ ویر کی ترقی کو محسوس کیا ہے اور ہم اب ڈیپارٹمنٹ آف الیکٹرونکس کی مدد سے ایک ایسا اردو سافٹ ویر تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو انٹرنیٹ پر کام کرے گا۔ اس کے سبب آپ اگر اردو میں کوئی مواد یورپ بھیجنا چاہیں گے تو ممکن ہوگا۔ کونسل ویب سائٹ بھی لے رہی ہے تاکہ ہندوستان کے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں سماج کے مختلف شعبوں کی مکمل تاریخ کو اردو میں مہیا کریں۔ یہ کام دو یا تین ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔

سوال: خطاطی اور کتابت کے فن کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہے؟

جواب: جو لوگ اب بھی خطاطی یا کتابت سے رشتہ قائم رکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے بھی ہم نے کورس میں کچھ نئی چیزیں شامل کی ہیں۔ خطاطی کے ساتھ گرافکس کو شامل کر دیا ہے کیونکہ خطاطی ایک آرٹ ہے لیکن جدید آرٹ سے بالکل لاتعلق ہے۔ ہم نے فائن آرٹ فیکلٹی کے اشتراک سے نیا کورس شروع کیا ہے جس کے پہلے سال کتابت اور خطاطی سکھائی جائے گی اور دوسرے سال گرافکس اور کمرشیل آرٹس کی تربیت دی جائے گی تاکہ جو بھی ڈپلوما کورس مکمل کریں وہ آج کی دنیا میں باوقار روزگار کے اہل بن سکیں۔

سوال: ماضی میں کونسل کو رابطوں کے معاملے میں کمزور محسوس کیا گیا تھا اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟

جواب: میں نے رابطوں کو بہت اہمیت دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کونسل نے کسی حد تک اردو دنیا اور اس کے باہر بھی اپنا وجود منوانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ میں نے ملک کی تیرہ مختلف اردو اکیڈمیوں کے ساتھ ایک نیا نیٹ ورک تیار کیا اور ان کے ساتھ مل کر کام آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے اس سلسلے میں دو کانفرنسیں بھی منعقد ہوئی ہیں۔ مختلف یونیورسٹیوں کے شعبہ اردو اور دیگر شعبات کے ساتھ رابطہ بنایا ہے۔ ان کے پروفیسر کو مختلف پینلز میں شامل کیا گیا ہے کتابوں کے ترجموں اور ریسرچ کے کاموں پر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے اب ایک بڑی تبدیلی یہ بھی آئی ہے کہ جن تنظیموں یا اداروں کو ہم فنڈ دے رہے تھے ان میں نیا جوش پیدا ہوا ہے کیونکہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ کونسل فنڈ دینے کے بعد بھول جاتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ ہم فنڈ دینے کے ساتھ کاموں کی نگرانی کرتے ہیں۔

سوال: کیا کونسل کے پروگراموں اور پروجیکٹوں میں گرانٹ کی کمی رکاوٹ پیدا کرتی ہے؟

جواب: ابھی تک تو خدا کا شکر ہے۔ اس وقت کونسل کو تین کروڑ روپے سالانہ کی گرانٹ مل رہی ہے۔ فی الحال جن پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے ان میں پیسہ کی کمی

نہیں آئے گی۔ کونسل کی ایک خوبی یہ ہے کہ گرانٹ کا نوے فیصد حصہ "پلان گرانٹ" ہے دوسرے اداروں میں یہ ہوتا ہے کہ اگر گرانٹ دو کروڑ ہے تو تنخواہوں میں ایک کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ ایسے ادارے ملازمین کی تعداد کی بنیاد پر بڑے لگتے ہیں۔ کونسل نے یہ حکمت عملی اپنائی ہے کہ ملازمین کی تعداد نہیں بڑھائی ہے جب کہ تعلیمی کاموں کے لیے ملک کے ممتاز پروفیسروں، ادیبوں اور دانشوروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں اور اس کام کے لیے کونسل مناسب معاوضہ دیتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا اور ڈکشنریاں بھی ایسے ہی تیار کی گئی ہیں۔ نصابی کتابوں کا کام بھی اس بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

سوال: حکومت کس حد تک کونسل کے کاموں سے مطمئن ہے؟

جواب: ہماری کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت نے کونسل کو "نوڈل ایجنسی" قرار دیا ہے۔ یعنی اب ملک میں اردو کی ترقی کے لیے جو کچھ بھی ہوگا وہ کونسل ہی کرے گی کونسل فروغ اردو کے لیے سفارشات اور تجاویز پیش کرے گی جس کی بنیاد پر حکومت ہند پالیسی بنائے گی۔ اس پر عمل درآمد کے لیے بھی کونسل اصولی طور پر نگراں ایجنسی ہوگی۔

سوال: مدرسوں کے تعلیمی نظام کو بہتر بنانا بھی ضروری ہے کونسل نے مدرسوں کی جدت کاری پر کوئی منصوبہ بنایا ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! مدرسوں کی جدت کاری بہت اہم ہے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ مدرسوں کی تعلیم کو ایک نیا روپ دیا جائے۔ مدرسے کے بچے بہت ذہین ہوتے ہیں کیونکہ مدرسوں میں تعلیم کی بنیاد رہائشی سسٹم پر ہوتی ہے۔ طالب علم 24 گھنٹے اسی ماحول میں رہتے ہیں۔ اگر انہیں نئے موضوعات دیے جائیں تو بہت فائدہ ہوگا۔ ہم نے حکومت کو ایک تجویز پیش کی ہے کہ کونسل کو مدرسوں سے فارغ ہونے والے بچوں کو تعلیمی برابری دینے کا اختیار مل جائے یعنی کہ کون بی اے کے مساوی ہے اور کون ایم اے کے مساوی ہے اگر اس کے لیے لڑکوں کو مدرسوں کے بعد کوئی امتحان دینا ہو تو اس کا ذمہ کونسل لے سکتی ہے۔ بہرحال مدرسوں کی تعلیم مدرسے والوں پر مبنی ہوگی اس میں نہ کوئی مداخلت ہوگی اور نہ ہی ہونی چاہیے۔ مرکزی مدرسہ بورڈ کی تشکیل سے قبل ضروری ہے کہ تمام مدرسوں کو ہم معیار کیا جائے اور کئی ریاستوں میں ایسا ہوا بھی ہے۔ کئی یونیورسٹیوں میں مدرسوں کی ڈگریوں کو تسلیم کیا ہے۔ علی گڑھ اور جامعہ ملیہ میں مدرسے کی ڈگریوں پر بی اے، ایم اے، اسلامک ہسٹری، اردو، عربی اور فارسی میں داخلے ملتے ہیں۔ کونسل چاہتی ہے کہ نہ صرف مدرسوں کا معیار یکساں کیا جائے بلکہ اردو امتحان لینے والے اداروں کا معیار بھی یکساں کیا جائے کہ کون سا ادارہ کون سا سرٹیفکیٹ دے گا اور وہ کس کے مساوی ہوگا اس سلسلے میں ہماری کوشش جاری ہے۔

سوال: یو این آئی کی اردو سروس آج بھی صرف "ترجمے" پر زندہ ہے حالانکہ انتظامیہ نے سروس کے آغاز پر وعدہ کیا تھا کہ اس میں 60 فیصد ترجمہ اور 40 فیصد رپورٹنگ ہوگی؟

جواب: دیکھئے! ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ پچھلے پانچ برسوں تک یو این آئی اردو سروس صرف ایک نام تھا۔ کونسل نے اردو سروس پر پچھلے ایک یا دو سال سے نظر ڈالنی شروع کی ہے کہ اس میں کیا کیا خامیاں اور کمیاں ہیں۔ ایک وقت ایسا آیا جب سروس بند کرنے کا اعلان کردیا گیا اور پھر زبردست دباؤ پڑا تو سروس جاری رہی۔ آج کی سروس کی خوبی یہ ہے کہ سارا ملک اس سے جڑ گیا اردو سروس کلکتہ اور سری نگر گئی اور اب حیدرآباد جانے والی ہے۔ ہم نے ترجمہ اور رپورٹنگ کے سلسلے میں یو این آئی انتظامیہ سے بات چیت کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

سوال: اردو سروس شروع ہونے کے باوجود اردو اخبارات میں خبروں کے معیار کی شکایت برقرار ہے؟

جواب: اگر پچھلے ایک ماہ کے دوران کی اردو سروس کی خبریں دیکھیں تو آپ کو بڑی تبدیلی محسوس

ہو گی۔ ہم نے یہ محسوس کیا تھا کہ اردو سروس سے اردو اخبارات کا پہلا اور آخری صفحہ تو معیاری ہو گیا لیکن اندرونی صفحات اب بھی کمزور ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے انہیں فیچر زدینے کا مشورہ دیا تھا۔ فیچر زسروس سے اندرونی صفحات کی کمزوری دور ہو جائے گی۔ کونسل نے جتنے بھی اہم اردو اخبارات ہیں ان کا ایک مشاورتی بورڈ بنا رہا ہے وہ آپس میں مشورہ کر کے سفارشات دیتے ہیں جن پر ہم غور کرتے ہیں۔

سوال: اردو سروس سے سوتیلا سلوک کیوں ہوتا ہے۔ "مین پاور" کی کمی کی شکایت پر انتظامیہ کوئی توجہ نہیں دیتی ہے؟

جواب: انتظامیہ اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اردو سروس کا مقصد بزنس کو فروغ نہیں بلکہ قومی یک جہتی کو فروغ دینا ہے۔ قومی اتحاد میں اردو اخبارات کا جو اہم حصہ رہا ہے اس کو آج ہر کوئی تسلیم کر رہا ہے۔ انشاء اللہ اردو سروس میں تبدیلیاں آئیں گی۔ اب تو سبسڈی بھی بڑھ گئی ہے اور آمدنی بھی اچھی ہے۔ میری انتظامیہ کے ساتھ ہر ماہ میٹنگ ہوتی ہے۔ جو کمیاں ہیں ان کو دور کرانے میں کونسل بھرپور مدد کرے گی۔

سوال: ڈائرکٹر کے عہدے پر ڈیڑھ سال کے دوران آپ کی سب سے اہم یا بڑی کامیابی کون سی رہی؟

جواب: ایمانداری کی بات یہ ہے کہ پچھلے ایک سال کے دوران کونسل نے جو بھی فیصلے کیے اور جن پروجکٹوں کو شروع کیا وہ سبھی اہمیت کے معاملے میں کسی سے کم نہیں تھے۔ ہماری ایک بڑی کامیابی تعلیمی حلقوں میں کونسل کی پہچان بنانا ہے جب کہ حکومت کا کونسل کو "نوڈل ایجنسی" قرار دینا ہمارے پروگراموں، پروجکٹوں اور کاموں کی کامیابی کا اعتراف ہے۔ اب وزارت تعلیم جانتی ہے کہ اردو کے تئیں جو بھی پالیسی بنائے گی اس پر عمل درآمد کے لیے کوئی دشواری نہیں ہو گی کیونکہ ایک بہت بڑا اور منظم نیٹ ورک ملک میں موجود ہے۔

سوال: مرکز میں بی جے پی مخلوط حکومت ہے عام طور پر اقلیتوں کی نظر میں بی جے پی ان کی دوست نہیں اردو جس پر آزادی کے بعد مسلمانوں کی زبان ہونے کا ٹھپہ لگ گیا ہے اس کے ساتھ موجودہ حکومت کا رویہ کیسا ہے؟

جواب: دیکھئے! ایک بات تو میں واضح کر دیتا ہوں کہ جب کوئی ادارہ یا باڈی بن جاتی ہے تو اس پر حکومت کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ کونسل میں حکومت کی مداخلت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ادارہ اپنا کام کرتا ہے اور گرانٹ ہر سال ملتی ہے۔ مجھ کو ایک ڈائرکٹر کی حیثیت سے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی ہے۔

——— ہفت روزہ نئی دنیا 6 تا 12 اکتوبر 1998

قومی اردو کونسل کی مطبوعات

قانون

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مترجم	قیمت
1.	انتظامی قانون کے اصول	ایم پی۔ جین ایس۔ این جین	28/=
2.	بھارت کا آئین ترمیم و اضافے کے ساتھ	وزارت قانون و انصاف	15/=
3.	ہندوستان کی قانونی تاریخ (حصہ اوّل)	ایم پی۔ جین انوار لیقین	27=25
4.	ہندوستان کی قانونی تاریخ (حصہ دوم)	ایم۔ پی جین انوار الیقین	26=50

پتہ: قومی اردو کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک۔ ۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۶۶

قومی اردو کونسل کی سرگرمیاں

ابتدائی اور ثانوی تعلیم

قومی اردو کونسل ماہرین کے تجربات کی روشنی اور ان کے مشوروں سے اردو کی ہمہ جہت ترقی اور اردو تعلیم و تدریس کی معیار بندی کے لیے جو اقدامات کر رہی ہے ان میں بنیادی یہ ہے کہ اردو تعلیم کا دائرہ وسیع ہو اور اس کا معیار بھی بلند ہو۔ انگریزی میڈیم اسکولوں نے اعلیٰ معیار کی جو شہرت حاصل کرلی ہے، اردو میڈیم اسکول بھی اُس درجے پر پہنچیں۔ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اس کے لیے درس و تدریس کے کام کو نئی بنیادوں پر استوار کرنے کی بھی ضرورت ہے، استادوں کی تربیت کی بھی ضرورت ہے اور نصابی کتابوں کی بھی ضرورت ہے۔ قومی کونسل ان تینوں باتوں کے لیے سرگرمی سے کام کر رہی ہے۔

کونسل نے اردو میڈیم طلبا کی اردو زبان کی تعلیم اور معیار میں بہتری لانے کے لیے اردو میڈیم اسکولوں سے رابطہ کیا اور دہلی کے اردو میڈیم سے وابستہ پرنسپل صاحبان اور اساتذہ کی میٹنگ میں نصابی کتابوں میں اصطلاحات انگریزی میں برقرار رکھنے، اردو میڈیم اسکولوں کے طلبا کے لیے معاون تعلیمی مواد، جغرافیہ کے نقشے ہندی اور اردو میں مہیا کرانے، نصاب کی کتابوں کی بروقت فراہمی، اردو طلبا کو کوچنگ دینے، اسکولوں کو مالی تعاون دینے، جنرل نالج کی کتابوں اور ورک بکس کی فراہمی کے سلسلے میں کونسل کی جانب سے کیے جانے والے کاموں کی تفصیل بتائی۔

اردو کمپیوٹر سینٹر

اردو کی ترقی کے لیے قومی اردو کونسل نے ملک بھر میں پچاس کمپیوٹر سینٹر کھولنے کا پروگرام بنایا ہے جہاں دوسری زبانوں کے سافٹ ویر کے ساتھ اردو سافٹ ویر بھی استعمال ہوں گے۔ دوسالہ کورس "Computer Application to Calligraphy & Desk Top Publishing" کے لیے نصاب، ہارڈویئر اور سافٹ ویئر کی تفصیل مکمل ہوگئی ہے۔ کونسل یہ چاہتی ہے کہ کتابت کو نئی تکنیک اور جدید تقاضوں کے مطابق آراستہ کیا جائے تاکہ اردو زبان کو ترقی ملے اور ہمارے بچے زندگی کی دوڑ میں تیزی سے آگے بڑھیں۔

کتابت مرکزوں کو گرانٹ

26/ اگست کو گرانٹ ان ایڈ کمیٹی کی میٹنگ قومی اردو کونسل کے دفتر میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی صدارت میں ہوئی۔ پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر مغنی تبسم، جناب عبدالکریم شاہ تندور اور قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر حمیداللہ بھٹ کے علاوہ مرکزی وزارت فروغ انسانی وسائل کے ڈائرکٹر (لینگویجز) جناب سے سنگھ، جناب بی ایس ڈھلوں اور جناب ٹی آر پرساد نے شرکت کی۔

کمیٹی نے سفارش کی کہ جن انجمنوں کو مالی تعاون دیا جارہا ہے، اُن سے پروجکٹ اور ان کی تفصیل منگائی جائے تاکہ مقررہ پروجکٹ کے لیے مالی تعاون دیا جائے اور جو کام

اس پر ہو اس کے ہر مرحلے کے بارے میں اطلاع ہو۔

ملک کے مختلف مقامات پر کتابت کے 27 مرکزوں کو اس سال کے لیے گرانٹ دینے کی سفارش کی گئی۔

کمیٹی نے اس بات سے بھی اتفاق کیا کہ کتابت کے مرکزوں میں کمپیوٹر ٹریننگ کا بھی بندوبست ہو تاکہ وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے آسانی سے موجودہ سماج میں روزگار حاصل کر سکیں۔ جو رضاکار تنظیمیں ان مرکزوں کے لیے مقررہ سہولتیں فراہم کر سکیں اُن کو مالی تعاون دیا جائے (تکنیکی سہولتوں اور ہارڈویر کے بارے میں امداد کی طالب انجمنوں کو بتایا جائے کہ قومی اردو کونسل اور وزارت فروغ انسانی وسائل کی ٹیم معائنہ کرنے کے بعد ہی مالی تعاون کے بارے میں رپورٹ اور سفارشات پیش کرے گی)۔

سترہ اداروں کو اردو کی درس و تدریس کے لیے 5 لاکھ 88 ہزار روپے کی گرانٹ منظور کرنے کی سفارش کی گئی۔

کتابت کے مرکز، جن میں کمپیوٹر پر کام کرنے کی تربیت دی جائے، ان میں یہ بھی سکھایا جائے کہ کتابت کا فن تزئین اور خوشنما بنانے کے کام بھی آسکتا ہے۔ کمرشل آرٹ اور گرافکس کو اس سے جوڑنا مفید ہوگا۔ اس کے لیے کونسل مناسب قدم اٹھائے۔

گرانٹ ان ایڈ کمیٹی نے ان پروجیکٹوں کو منظور کرنے کی سفارش کی:

۱۔ اردو مخطوطوں کا وضاحتی کیٹلاگ، ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد، 35 ہزار روپے

۲۔ اردو کی تعلیم کا خط و کتابت کورس، غالب اکیڈمی دلی، 70 ہزار روپے

۳۔ تیلگو اردو لغت، آندھرا پردیش اردو اکادمی، ڈیڑھ لاکھ روپے

اردو اداروں کو گرانٹ

کمیٹی نے جوش ملیح آبادی کا صد سالہ جشن ولادت منانے کے لیے ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد کو 35 ہزار، جموں و کشمیر میں اردو زبان کے فروغ اور نمائش کے لیے، کشمیر سوسائٹی سرینگر کو 28 ہزار اور ثقافتی سرگرمیوں کے احیاء کے موضوع پر کاروانِ ادب بارہمولہ کو سمینار کے لیے 16 ہزار روپے، شاہین لائبریری جلگاؤں کو 11 ہزار روپے، سمینار اور عالمی مشاعرہ کے لیے (شامِ بہار ٹرسٹ) کو 25 ہزار روپے، مرزا غالب کی حیات اور ان کی تصانیف پر دو روزہ سمینار کے لیے (اورینٹل سوسائٹی، نئی دہلی) کو 30 ہزار روپے دینے کی سفارش کی۔

اردو کتابوں کو مالی تعاون

کمیٹی نے تین کتابوں کی اشاعت کے لیے مجموعی طور پر 43,399 روپے کی مالی امداد دینے کی بھی سفارش کی۔ مصنف ہیں ڈاکٹر طاہر حسین کاظمی (معاصرین مرزا دبیر)، ڈاکٹر خالد سعید (کہاوت) اور جناب محمود بلساری (اڑیہ کہانیاں)۔

مصنفوں کی چھاپی ہوئی کتابیں زیادہ تعداد میں خرید کر بھی قومی اردو کونسل مصنفوں کی مدد کرتی ہے اور ان کی کتابیں تقسیم کراتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت بارہ عربی اور فارسی کی کتابیں، سب ملا کر 70,305 روپے کی یہ کتابیں خریدی گئیں۔

116 اردو کتابوں کے مصنفوں کو کل ملا کر پانچ لاکھ اسی ہزار روپے، ان کی مطبوعات کی قیمت کے طور پر دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان میں نوآموز ادیبوں کے ساتھ ساتھ کہنہ مشق اور مشہور ادیب بھی شامل ہیں، جیسے کشمیری لال

ڈاکٹر، جوگندر پال، مظہر امام، ڈاکٹر خلیق انجم، نصرت ظہیر ڈاکٹر مسعود ہاشمی، پریم پال اشک، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر زینت اللہ جاوید، ڈاکٹر اسلم پرویز، جناب وارث علوی، پروفیسر عبدالحق، پروفیسر امیر عارفی اور جناب غلام نبی خیال۔

خطاطی اور گرافکس کورس

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی طرف سے جو کتابت سنٹر چلائے جارہے ہیں ان کی کارکردگی کا جائزہ وقتاً فوقتاً لیا جاتا رہا ہے۔ ان کے معائنہ کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ موجودہ کورس نہ تو روایتی کتابت رخطاطی کو فروغ دے پایا ہے اور نہ ہی روزگار کے مواقع فراہم کرپایا ہے۔ کتابت سنٹروں کے انفرااسٹرکچر (Infrastructure) میں بھی بڑی حد تک کمی رہی ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کورس میں نئے داخلے نہیں کیے جائیں گے البتہ اُن سنٹروں کو مزید ایک سال تک چلانے کی اجازت دی جائے گی جہاں طالب علم پہلا سال مکمل کرچکے ہیں اور دوسرے سال میں داخل ہوچکے ہیں۔ ان سنٹروں کے وہی اخراجات کونسل برداشت کرے گی جو سال دوم کے سالانہ امتحان تک شامل ہوں گے۔

کتابت سنٹروں کو کمپیوٹر اسکیم کی کاپی ارسال کی گئی تھی۔ جن سنٹروں نے انفرااسٹرکچر و دیگر سہولیات فراہم کرنے کا اگریمنٹ فارم ارسال کردیا ہے ان کا معائنہ کیا جارہا ہے۔ اس اسکیم کے تحت منظور شدہ ادارے ہی کمپیوٹر سنٹر چلائیں گے۔ ان سنٹروں کا معائنہ ہونے کے بعد ان میں کمپیوٹر نصب کیے جائیں گے ان سنٹروں میں نیا کمپیوٹر کورس "Calligraphy, Introduction to Computer & Desk Top Publishing using Urdu" شروع کیا جائے گا جس کی اطلاع الگ سے دی جائے گی۔ اس نئے کورس میں داخلے نئی تقرری کے بعد ہوں گے اور داخلے کا نوٹیفیکیشن کونسل اجراء کرے گی۔

وہ کتابت سنٹر جو کمپیوٹر کا نیا کورس نہیں چلاپائیں گے ان کو کونسل کی طرف سے دوسرے سال کے امتحان کے بعد موجودہ کورس چلانے کے لیے کوئی گرانٹ نہیں دی جائے گی۔ ان سنٹروں کے لیے ایک نیا کورس شروع کیا جارہا ہے جس کا نام "کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن" ہے۔ اس کورس کے لیے نصاب تیار کیا جارہا ہے۔ ان سنٹروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل انفرااسٹرکچر مہیا کرے۔

(۱) ۱۵ × ۲۰ کا ایک ہال۔

(۲) ۲۵ کرسیاں اور ۲۵ ٹیبل جو کتابت اور ڈیزائننگ کے لیے موزوں ہوں (جیسی آرٹ کالج یا آرٹ سنٹر میں استعمال ہوتی ہیں)۔

(۳) ٹیچر کے لیے ایک کرسی اور ٹیبل۔

(۴) بلیک بورڈ۔

سنٹر میں لائٹ وباتھ روم وغیرہ کا انتظام ہو۔

معائنہ کے بعد ہی "کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن" کا کورس شروع کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ کورس شروع کرنے سے پہلے نئی تقرری مثلاً گرافک ڈیزائن ٹیچر وغیرہ درکار ہے اس لیے کورس کی شروعات نئی تقرری اور کونسل کے فیصلے کے بعد ہوگی۔ اس کورس میں داخلوں کا نوٹیفیکیشن کونسل جاری کرے گی۔

ملٹی میڈیا سارک کانفرنس

3/ ستمبر کو حکومت ہند کی وزارت، امور خارجہ کی جانب سے ملٹی میڈیا انفارمیشن ٹیکنالوجی کی سارک کانفرنس کا انعقاد پونہ میں ہوا۔ اردو کے سلسلے میں خصوصی اجلاس کی

صدارت ڈائرکٹر قومی اردو کونسل ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ نے کی۔ اجلاس میں سارک ممالک میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کو ترقی دینے کے سلسلے میں اہم تجاویز پیش کی گئیں اور اردو سافٹ ویر کی تیاری کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ سسٹم تیار کرنے والوں کو اپنا کام پیش کرنے اور ان کو درپیش مسائل سے آگاہ کرنے کو بھی کہا گیا۔

ڈائرکٹر قومی اردو کونسل نے کہا چونکہ اردو تمام سارک ممالک میں بولی جاتی ہے لہٰذا سافٹ ویر کی تیاری میں عالمی معیار کو مد نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ دوسرے سافٹ ویر سے بھی میل کھا سکے اور انٹرنیٹ کی ضروریات بھی پوری ہوسکیں۔

بحث و مباحثے کے دوران میں اجلاس کے صدر نے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا اور ان پر عمل در آمد کے طریقۂ کار پر تبادلۂ خیال کے بعد طے پایا چونکہ اردو، سندھی، بلوچی، پنجابی (پاکستانی) زبانوں کا رسم الخط بڑی حد تک مشترک ہے اس لیے ان زبانوں سے متعلق سافٹ ویر ڈیولپمینٹ پر قومی اردو کونسل، سی ڈیک اور ڈی ای او مشترکہ حکمت عملی اپنائیں۔ قومی اردو کونسل کو اس سلسلے میں کلیدی رول دیا گیا ہے۔

اردو مدرسوں میں عصری تعلیم

یکم اکتوبر سے 3 اکتوبر تک قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر حمید اللہ بھٹ نے کلکتہ، آسام اور منی پور کا تین روزہ دورہ کیا۔ اردو زبان کی تعلیم اور تدریس کے مسائل کا جائزہ لینے کے لیے وہ تعلیمی اداروں میں گئے، وہاں کے کارکنوں اور طالب علموں کے علاوہ ان لوگوں سے بھی ملے، جو تعلیم کے فروغ کے لیے کام کررہے ہیں۔ قومی اردو کونسل نے مدرسوں میں دینی تعلیم کے ساتھ جدید علوم کی تعلیم کو بڑھاوا دینے کے لیے قدم اٹھائے ہیں، تاکہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد نوجوان روٹی روزی سے بھی جڑ سکیں۔ ایسی سرگرمیاں منی پور، آسام اور بہار کے دینی مدارس میں شروع ہوگئی ہیں اور ان کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ قومی کونسل کا مقصد یہ ہے کہ اس اہم سماجی کام کی ذمہ داریاں انجمنیں سنبھالیں۔ رضاکار تنظیمیں (NGO) جو تعلیمی ادارے چلارہی ہیں، ان کو کیا مالی امداد دی جاسکتی ہے اور اس کے لیے اسکولوں، مکتبوں میں کیا کیا سہولتیں فراہم ہونا ضروری ہیں، اس کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ نے تفصیل سے بتایا۔ قومی کونسل دینی تعلیم میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی لیکن یہ ضرور چاہتی ہے کہ جو مضامین مذہب سے تعلق نہیں رکھتے جیسے ریاضی، جغرافیہ، تاریخ اور سائنس، ان کا نصاب آج کی معلومات کے مطابق ہو۔ اس سلسلے میں ڈائرکٹر قومی اردو کونسل نے بنگال اردو اکادمی کے اراکین اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے عہدے داروں سے گفتگو کی۔ انھوں نے وہاں تین گھنٹے گزارے اور اردو زبان کی ترقی و ترویج کے بارے میں اکادمی کے چیئرمین سے بات چیت کے بعد کتابت سینٹر اور لائبریری کا معائنہ کیا۔ کونسل چاہتی ہے کہ اردو اکادمی جلد سے جلد کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر قائم کردے اس کے ساتھ گرافکس (Graphics) اور خطاطی کا کورس بھی جاری رہے۔ کونسل فوری طور سے دس لاکھ روپے کی گرانٹ دینے کو تیار ہے۔ اکادمی کو صرف عمارت اور اس میں مقررہ سہولتیں فراہم کرنا ہیں۔ کونسل یہ بھی چاہتی ہے کہ مغربی بنگال اردو اکادمی میں اعلیٰ پایے کا کمپیوٹر کورس شروع کیا جائے جہاں خطاطی کو گرافکس سے جوڑ دیا جائے۔ کمپیوٹر کورس کے لیے اگر ضروری ہوا تو اساتذہ دہلی سے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ باصلاحیت طلبا و طالبات کا داخلہ ہی اس کورس میں ہوگا۔ یہ کورس ڈیڑھ برس کا ہوگا اس مدت میں طلبا و طالبات کو کمپیوٹر کی تعلیم دی جائے گی۔ ڈاکٹر بھٹ نے مغربی بنگال اردو اکادمی کو مشورہ دیا کہ وہ آزادی کے بعد کے 50 برسوں میں اردو کے مختلف

اصناف پر آئندہ سال مارچ سے قبل ورکشاپ کا اہتمام کرے۔ کونسل بنگلہ سے اردو اور اردو سے بنگلہ ترجمے کے لیے مالی تعاون دینے کو تیار ہے، خصوصاً رابندر ناتھ ٹیگور کی اُن تصنیفات کے ترجمے کے لیے جن کا ترجمہ اب تک اردو میں نہیں ہوا ہے۔

ڈائرکٹر نے اردو اخباروں کے مدیروں سے بھی ملاقات کی۔ اخبارات کے ایڈیٹروں نے اردو اخبارات کو درپیش مسائل کے سلسلے میں بتایا کہ روز بہ روز ڈی اے وی پی کے ذریعہ ملنے والے اشتہارات میں کمی آرہی ہے جس کے سبب اردو اخبارات اقتصادی بحران کا شکار ہو رہے ہیں۔ آفسیٹ پر چھپنے کی وجہ سے اخراجات میں بھی اضافہ ہو گیا ہے انھیں زندہ رکھنے کے لیے اشتہار اور اخبارات کی تعداد اشاعت دو ہی ذریعے ہیں اگر یہ بھی مہیا نہیں ہوں گے تو اردو اخبارات اور بھی بدحالی کا شکار ہوں گے جس کی وجہ سے اخبار کا معیار یقیناً گرے گا۔ کونسل نے تجویز پیش کی کہ اردو کے اخبارات کا ایک بیورو دہلی میں قائم کیا جائے جہاں ایک دفتر ہو اور وہ دفتر اشتہارات کا آرڈر اور کاپی ڈی اے وی پی سے حاصل کرے اور تمام اردو اخبارات کو روانہ کرے۔ کونسل نے یہ تجویز رکھی کہ دہلی میں بیورو آفس کی ذمے داری آل انڈیا ایڈیٹر کانفرنس کے صدر کو دی جاسکتی ہے۔ یہ تجویز بھی رکھی گئی کہ مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات سے رجوع کیا جائے اور اردو اخبارات کے مسائل اور ان کے حل کرنے کے لیے توجہ دلائی جائے۔ ڈائرکٹر قومی اردو کونسل مسلم انسٹی ٹیوٹ بھی گئے جہاں انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری پروفیسر سلیمان خورشید نے مغربی بنگال میں اردو تعلیم کی راہ میں حائل دشواریوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔

اردو انسائیکلوپیڈیا

18/ستمبر کو قومی اردو کونسل کے دفتر میں پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی کی صدارت میں اردو انسائیکلوپیڈیا کمیٹی کی میٹنگ ہوئی اس میں پروفیسر عبدالستار دلوی، پروفیسر شمیم حنفی، جناب بلراج پوری، جناب احمد سعید ملیح آبادی، قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ کے علاوہ کونسل کے پرنسپل پبلی کیشن آفیسر جناب انوار رضوی اور شمس اقبال شریک ہوئے۔

اردو انسائیکلوپیڈیا کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں 32 موضوعات پر محض طویل نوشتے ہیں۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ایک مکمل انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر پروفیسر فضل الرحمٰن (مرحوم) تھے اور یہ مولانا آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد نے تیار کی تھی۔ طویل نوشتوں پر مشتمل پہلی چار جلدیں تین جلدوں کی صورت میں پیش کردی گئی ہیں اور بقیہ 8 جلدیں مختصر نوشتوں پر مشتمل ہیں۔ ان 8 جلدوں کو نظر ثانی اور Updating کرنے کے بعد دس جلدوں میں پیش کیا جائے گا۔ انسائیکلوپیڈیا کمیٹی کے سامنے بقیہ دس جلدوں کا طباعتی پروگرام رکھا گیا جس کو کمیٹی نے منظور کیا۔ پہلی پانچ جلدیں Update ہو رہی ہیں تقریباً آدھا کام ماہرین کی نگرانی میں مکمل ہو چکا ہے۔ یہ پانچوں جلدیں مالی سال 99-1998 میں شائع ہو جائیں گی۔

کمیٹی نے اس تجویز کو بھی منظوری دی کہ قومی اردو کونسل انٹرنیٹ پر ایک Web Site لے اور اولاً کونسل کی بعض چنندہ مطبوعات بشمول اردو انسائیکلوپیڈیا اس کو Feed کی جائیں۔ ہندوستان سے متعلق قومی اردو کونسل کا شائع کردہ مستند مواد بھی اس کو فیڈ کیا جائے اور ردعمل دیکھا جائے۔

اس کے علاوہ ورلڈ کلاسک جن کے ترجمے ہو چکے ہیں اور مارکیٹ میں نایاب ہیں انھیں حاصل کر کے دوبارہ شائع کیا جائے کمیٹی نے اس تجویز کی بھی منظوری دے دی۔

فسانۂ آزاد سے

اقتباس

رتن ناتھ سرشار کی تصنیف فسانۂ آزاد کی تیسری قسط شائع کی جارہی ہے۔

فسانۂ آزاد کلاسیکی (ادب عالیہ) اہمیت کی حامل کتاب ہے یہ فنی اعتبار سے داستان اور ناول کے درمیان کی صنف ہے 1877ء میں اس کی پہلی قسط منشی سجاد حسین کے رسالے اودھ پنچ میں شائع ہوئی 1880ء میں مذکورہ داستان مکمل صورت میں منظر عام پر آئی۔

فسانۂ آزاد نہ صرف زبان و بیان اور معاشرے کی عکاسی کی وجہ سے بلکہ اپنے دلچسپ کرداروں کے اعتبار سے بھی پرکشش ہے خوجی کو اپنی قرولی کے ساتھ زندہ جاوید کردار کی حیثیت حاصل ہے آزاد کا کردار بھی جاندار ہے۔ علاوہ ازیں فسانۂ آزاد معلومات کا خزانہ بھی ہے۔ توقع ہے قارئین خاص طور پر طلبا کے لیے فسانہ آزاد کا مطالعہ کئی اعتبار سے بے حد مفید ہوگا۔

فسانۂ آزاد کی تمام جلدیں قومی اردو کونسل نے شائع کردی ہیں طالب علموں کو رعایت بھی دی جاتی ہے۔

۔ادارہ

مہپارۂ عابد فریب کی ستم کوشی اور جنوں کی گرم جوشی

خیر مقدم اے جنونِ نیک فال
اے توام شیرِ نیستانِ خیال
اے تو برقِ خرمنِ بیم و اُمید
قفلِ وسواس ہو سہارا کلید
اے بہارِ عاشقی رارنگ و بو
از تو ہر فرہاد و مجنوں کام جو
شہرِ دانش تنگ بر جولانِ تو
پہن دشت بیخودی میدانِ تو

جلسے کا قل، چراغِ رقص و سرود کا گل ہوتا تھا کہ ایک نیا گل کھلا۔ میاں آزاد نے جامہ شیخوخیت تہہ کر رکھا اور عشق خانہ خراب کے ہاتھ بک گئے۔ اب ہر دم آہ وزاری ہے۔ بیتابی و بے قراری ہے۔ دیدۂ سطر وح، سینۂ مجروح۔ آوسرد دل پر درد، عقل دنگ، سینہ پر سنگ، پائے خرد لنگ، عشق مہوشان شوخ و شنگ، جنون کی امنگ، ایک دفعہ ہی یہ اشعار حسرت بار زبان پر لائے:

شاہد بے نبرد عشق ست
سلطان خرابہ گرد عشق ست
پرکوہ غم کند عماری
بر مرکبِ خوں کند سواری

اب تو میاں آزاد چکر میں آئے، مگر جیمتی جان تجربہ کار اور مزاج دانِ عشاق زار تھے چتونوں سے تاڑ گئے، کہ کسی ترک زریں کمر کے تیر نگاہ نے گھائل کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ بولے نیا رنگ لائی گلہری، کہیے لکچر سننے چلیے گا:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
(غالب[1])

(1) یہ مطلع میر تقی میر کا ہے اور اس کا پہلا مصرع ہے:
راہ دور عشق میں روتا ہے کیا۔

(اردو دنیا)

آزاد: اب تو یہی دھن ہے کہ سینے کو چمن بنائیں۔ لالہ رُو کے داغِ حسرت میں گل کھائیں ہائے وہ خال عنبریں، وہ گیسوئے مشکیں، وہ لعلِ نگاریں، وہ چشم سرگیں، وہ سنگار، وہ نکھار ہے ہے امیں تو جیتے جی مر مٹا۔ یار و کوئی تدبیر ایسی بتاؤ، کہ وصال نصیب ہو۔ باغ ہو، جام ہو، میں ہوں، اور وہ حبیب ہو۔

چھمی جان: ابھی نام خدا عنفوانِ شباب ہے۔ پختہ مغز جنوں نہیں۔ میدانِ عشق کی پہلی ہی منزل ہے۔ عشق کا وار کوئی سر میدان روک تو لے، بڑے جیوٹ کے آدمیوں کا جی چھوٹ جاتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ عشق کے صدمے اُٹھانے کو جگر بھی چاہیے۔

آزاد: ؎

دل می رَود زدستم صاحب دلاں خدارا
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

حبیب لبیب: خدا ہر بھلے مانس کو بُری صحبت سے بچائے، یہ تمھیں سو جھی کیا، کہ اس جلسے میں آئے :

باید منشیں و باش بیگانہ اُو
در دام الفی اگر خوری دانہ اُو
تیراز سرراستی کماں راکج دید
جگر کہ چگونہ جست از خانہ اُو

مگر یہ عشق سب ڈھکوسلا ہے، ڈھکوسلا ہے۔ بندہ تو قائل نہیں، یہاں تو دل میں ٹھن گئی کہ انھیں سودا ہو گیا۔ کسی طبیبِ حاذق کو بلا لاؤ۔ ذرا ان کی نبض تو دیکھے۔

آزاد: ہم کو سودا بھی ہوا، تو میرزایانہ ہوا، سودا ہو یا جنونِ سحر ہو، یا فسون، اب تو جان پر بن گئی ہے۔ کلیجے پر چوٹ کھائی ہے۔ طبیب بچارہ نبض کیا دیکھے گا۔

ہماری نبض ہمارے مزاج داں جانیں
اور آپ طبیب کو بلا کر دل کا ارمان نکال لیں لیکن:
بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ لے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

چھمی جان: اس فن کا قانون شناس تو بو علی سینا بھی نہ تھا۔ طبیب تو کیا کھا کر مریض عشق کو چنگا کرے گا۔ ہاں مجنوں کی تربت پر پھولوں کی چادر چڑھاؤ تو شاید غنچہ مقصود شگفتہ ہو جائے ورنہ مسیحا کی مسیحائی بھی کارگر نہ ہو گی:

آگاہ نہ ہیں دروں را
نشتر یہ زنی رگِ جنوں را
معشوقہ نازنیں طلب کن
عناب بش بہ کارتب کن

اب تو بے کشود کار، بہ اطمینانِ دل معلوم۔ سہل چھٹکارا یہ ہے، کہ عاشق و معشوق، دونوں کا وصل ہو۔ ورنہ حسن و عشق کا جھگڑا پاک ہو چکا۔

آزاد: تیر ایسا کاری لگا کہ بلبلا اٹھا۔ اب ہم ہیں، اور گرداب بلا۔ دل ہے، اور موج خون خیز دیکھیں بحر عشق کے تھپیڑے کدھر بہالے جاتے ہیں۔ اور دل کے داغ کیا سبز باغ دکھاتے ہیں:

دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف
اے خضر پے خجستہ مدد دہ بہ ہمتم

مگر بیڑا پار ہوتا نظر نہیں آتا۔ چاہِ زنخداں میں دل ڈانواں ڈول ہے۔ لنگوٹیے یاروں نے لاکھ فکر کی کہ ان کو راہِ راست پر لائیں، مگر عشق صادق سے ایک کی پیش نہ گئی۔ قصر مراد تک کمندِ تدبیر نہ پہنچی۔ میاں آزاد کی حالت اس درجہ ردی ہو گئی کہ دن کو آہ و زاری۔ شب کو اختر شماری۔ کھانا پینا چھوڑا۔ عیش و آرام سے منہ موڑا۔ رنج و محن سے ناتا جوڑا۔ شیشۂ دل پر سنگ فراق کی ایسی ٹھیس لگی، کہ چکنا چور ہو گیا۔ حبیب لبیب نے چھمی جان کو اپنے طور پر سمجھایا، کہ واسطے خدا کے، ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو، کہ سمندِ جنون پر تازیانے کا کام کرے۔ عشق کی مذمت، اور جنون کی ہجو کرنی چاہیے، نہ کہ تعریف۔ چھمی جان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔

آزاد: وہ لبوں کی سرخی، دانتوں پر پان کی تحریر، وہ

رخسار تاباں، وہ مستانہ چال، نہ بھولوں گا۔ نہ بھولوں گا۔ اس گلابی دوپٹے نے گلِ رخسار کے جوبن کو اور بھی دوبالا کر دیا۔

چھمی جان: ہم تو لکھنؤ کے رنگریزوں کی خیر مناتے ہیں۔ واللہ نکلے کے شباب میں۔ دوپٹہ ایسا رنگ دیں۔ کہ انسان گھنٹوں اُسی کو گھورا کرے۔ کیسی ہی بد قطع کریہہ منظر کیوں نہ ہو، دھانی دلائی اوڑھی اور دلہن معلوم ہونے لگی لیکن:

بس قامتِ خوش کہ زیرِ چادر باشد
چوں باز کنی مادرِ مادر باشد

حبیب لبیب: یہ جن پر ہمارے رنگیلے جوان کا دل آیا ہے۔ کچھ ایسی آفت کا پرکالہ نہیں۔ ایسی تو گلی کوچوں میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ نکلے کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر ان کا عشق بھی عجب طرح کا ہے۔ سچ ہے، جیسی روح ویسے فرشتے۔ ہمیں تو ہنسی آتی ہے کہ میاں کا دل بھی آیا تو کس پر، فریفتہ ہوئے تو اس پر شکل چڑیلوں کی، ناز پریوں کا۔

چھمی جان: قسم حسین[۲] کی! ایسی ایسی زہرہ جبین، رشکِ لیلیٰ غیرتِ شیریں، نظر سے گزری ہیں، کہ صل توعلی۔ مگر دل ایک کو نہ دیا۔

آخر کار احباب کی یہ صلاح ہوئی کہ کسی باغ نزہت افزا، اور چمنستان پر فضا میں میاں آزاد رہیں شاید وحشتِ دل دور اور مرضِ جنون کافور ہو جائے۔

سبزانِ چمن کا جوبن اور گرمیِ ہنگامہ عشق عقل دشمن:

ہنوز ایں اول عشق ست جاناں گریہ کمتر کن
کہ ایں طوفانِ رسوائی ست عالمگیر خواہد شد

میاں آزاد کی وحشت دل دور اور شیشہ جنون کے چکنا چور، کرنے کے لیے اب جو ایک نزہت افزا، اور پُر فضا، باغ آراستہ ہوا، احباب صافی مزاج، و بذلہ سنج، مرنجان مرنج نے بھی ان کی دل جوئی کے لیے وہاں ہی بستر جمایا۔ صلاح ہوئی کہ ہر روز دنیائے دوں، کی بے ثباتی اور عشق خانہ خراب کے مضار ذاتی ہی کی گفتگو ہو تا کہ آزاد کا دل ان باتوں سے پھر جائے اور پھر کسی شمع رو کے رخِ آتشیں سے لونہ لگائے۔ شاید اس پند و موعظت سے اس ڈھرّے کو چھوڑ کر راہِ راست پر آوے، اور گمراہی سے نجات کلی پائے۔ سوچے کہ کبھی کبھی اور تذکرے بھی ہوا کریں، ورنہ اگر حسن و عشق ہی کی مذمت کی تو مبادا کھٹک جائے احباب خدا ترس، دو فیقہ رس، خورشید ضمیر، و صبح نفس، نے طرح طرح کی دلچسپ روائتیں کہنا شروع کیں۔

اوج: ہندوستان جنت نشان کے ایک شہر نزہت آگین، ویلو آئین، میں ایک خسرو کجکلاہ و گیتی پناہ، نے اپنی بیگم سے کہ چندے آفتاب، و چندے ماہتاب، تھی سوتے وقت کہا کہ ہمیں صبح صادق سے پہلے جگا دینا۔ اتفاق سے اس شب کو مرغ نے آدھی ہی رات سے ککڑوں کوں کی بان لگائی۔ وہ سیہ چشم، جادو نگاہ، خواب ناز سے بیدار ہو گئی اور حسب وعدہ بادشاہ جم جاہ کو جگا دیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ صبح صادق کیا معنی، ابھی سحر کاذب بھی نہیں۔ شیطان نے پٹی پڑھا دی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ نہایت ہی بد دماغ ہوئے۔ غصے کے تھرمامیٹر کا پارہ ایک سو پندرہ درجے پر پہنچا۔ زبان حال و قال سے یہی صدا نکلتی تھی:

تو شبینہ می نمائی کہ ہر کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثرِ خمار دارد

جھلا کر شمشیر خوش غلاف ہاتھ میں لیے باہر نکل آئے، چہرہ مارے غصے کے سُرخ، جیسے بیر بہوٹی۔ باواز بلند سر بریدن لازم ست کہتے جاتے تھے۔ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ ایک شاعر موزوں طبع نے بھانپ لیا، کہ کیا اسرار ہے۔ حاضر جوابی کے صدقے، فی البدیہہ اور برجستہ یہ شعر زبان پر لایا:

سر بریدن لازم ست ایں مرغ بے ہنگام را
آن پری پیکر چہ داند وقتِ صبح و شام را

واللہ آگے کے شعرائے رنگین خیال، و شیریں مقال، غیب کی باتیں بھی جانتے تھے۔

آزاد: لاحول ولا بھئی کتنی بھونڈی بات کہی۔ شعر تو غضب کا ہے مگر۔ ع عالم الغیب کیست غیر از حق۔ شعرا عروض، بحر صنائع و بدائع جانیں غیب دانی سے انھیں کیا سروکار۔ ایشیا کی ضعیف الاعتقادی پر خدا کی سنوار۔ بندۂ درگاہ آج تک غیب دانی کے قائل ہی نہیں ہوئے۔

بارے شکر ہے، کہ آپ نے برسوں کے بعد آدمیت کی بات تو کی۔ پڑھے جن ہو، تمہارا شیشے میں اتارنا کارے دارد۔ اپنی حرکات پر لعنت نہیں بھیجتے کہ گرداب عشق میں غوطے کھارہے ہو۔ ایشیا کے خیالات پر شیر ہو۔ اپنی خبر ہی نہیں۔

میاں آزاد تھوڑی دیر کے لیے آدمی بن گئے تھے، مگر عشق کا حرف درمیان میں آیا اور ہوش اڑ گئے۔ جنون سر پر چڑھ بیٹھا۔ اس سرد۔ جوئبار رعنائی اور گلشن گلزار دلربائی کا بوٹا سا قد آنکھوں میں پھر گیا۔ مطرب کی ناخن بازی، اور اُس خوش گلو کی نازک آوازی یاد آگئی۔ اب غم ہجراں یار ہے، یا آہ آتشبار۔ سینہ بریاں اور دیدۂ گریاں، حیران و پریشان۔ سراسیمہ و سرگرداں، حسب حال اشعار حسرت بار، لوک زبان ہیں:

درونِ سینۂ من زخم بے نشان زدہ
بحیر تم کہ عجب تیر بے کماں زدہ
در قفس بسیار ناشادیم ما
از فراموشان صیادیم ما

چمن کا رنگ تجھ بن اپنی آنکھوں میں مبدل ہے
چراغ لالہ چشم غول ہے، گلزار جنگل ہے
بہار آئی ہے ہنگام جنوں ہے کپڑے پھٹتے ہیں
مسلسل ہوں میں دیوانہ در زنداں مقفل ہے
ہاتھ مشتاق گریباں ہے جنوں کا جوش ہے
پیرہن تن پر مرے گرمی کا بالا پوش ہے

یاروں نے دیکھا کہ پھر سیلاب جنوں کا جوش ہے۔ پھر رخصت عقل ہوش ہے، ناچار بلیغ نے ایک اور ذکر چھیڑا۔

بلیغ: حضرت[۳] حضرت اپنا تو یہ مقولہ ہے کہ معشوق کیجیے تو پری زاد کیجیے، ہم ظاہری حسن و جمال کے شیفتہ، نہ خط و خال کے فریفتہ۔ روئے خوش کے ساتھ خوئے خوش بھی ہو تو ہم ہزار جان سے اُس گل کے بلبل ہو جائیں ورنہ:

نشاید ہوس باختن باگلی
کہ ہر بامداوش بود بلبلی

ایسا عشق باعث خواری ہے۔

نقل ہے کہ ایک شیخ ملکوتی صفات اشرف المخلوقات کی طبیعت لہرائی کہ سیر دریا کریں۔ خراماں خراماں چلے جاتے تھے۔ راہ میں ایک نو عروس پری پیکر، برہنہ سر لب بام کھڑی تھی، شیخ نے کہا اے سرمایۂ ناز: سر کو ڈھک لے۔ اس جادو جمال نے جواب دیا، کہ آنکھیں بند کرلے۔ شیخ نے کہا میں عاشق ہوں، کہیں عاشق زار آنکھیں بند کرتے ہیں۔ اس غیرت ماہ نے عین مستی میں کہا میں مستانہ ہوں۔ مجھے سر ڈھکنے سے کیا کام۔ اور معاً یہ شعر بہ لحن باریدی پڑھ

ایں موی نیست بر سر من بلکہ خار عشق
دریائے من خلیدہ واز سر بر آمدہ

شیخ مبارک نہاد، سنتے ہی جاں بحق تسلیم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، عاشقی خالہ جی کا گھر نہیں ہے عشق بازی، سربازی ہے۔ مگر کوئی معشوق تو ہو، مرد دانا کا معشوق مسلک نیک ہے۔

حکیم[۴]: واللہ لب جوئبار، یہ گلزار پر بہار، ایسا لطف دکھاتا ہے کہ غنچۂ دل نسیم طرب کے اہتزاز سے کھلا جاتا ہے۔

لکھنؤ کی ایک شادی

ایام شاہی میں ایک مرتبہ بری کیفیت ہوئی تھی۔ اعیان دولت میں سے ایک رکن رکین سلطنت کی دختر فرخندہ اختر کی شادی اس دھوم دھام سے ہوئی، کہ پیر فلک نے باوصف پیرانہ سالی، اس دھوم کی شادی دیکھی نہ سنی۔ عین گومتی[۵]

کے کنارے جشنِ جمشیدی، بڑے کروفر سے منعقد ہوا۔ وہ دھوم، وہ ہجوم کہ حشل وتجل۔ نورچراغاں سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ رات رشکِ لیلۃ القدر ہے۔ غیرت لیلۃ البدر ہے۔ جدھر جاؤ نور ہی نور برس رہا ہے۔ لبِ دریا اس پار خیموں کی قطار۔ ایں روئے دریا، نو عروسانِ چمن کا نکھار۔ بجروں پر شاہدانِ جادو جمال، و مشتری خصال، معروف رقص و سرود ہیں۔ مُطرب کا ہاتھ ساز پر۔ رنگین مزاجوں کے کان آواز پر۔ کہیں زمزمہ خاں فزا، کہیں نغمہ طرب اتمد۔ پھولوں کی بھینی بھینی مہک، سبزے کی لہک، مرغانِ خوش الحان، کی نوا سنجی۔ گل و بُلبُل کی شکر رنجی۔ میلے کی سی رونق تازہ، اور سرور بے اندازہ۔ دریا خوب چڑھا ہوا ہے۔ مینڈھا اچھل رہا ہے۔ جناب آنکھیں بدل رہے ہیں، اور رنگین بجرے چھوٹے ہوئے ہیں۔ لاکھوں تماشائی۔ غرض کہ بڑے دھوم دھڑکے اور ٹھسے سے شادی ہوئی۔ کئی دن برابر دھماچوکڑی رہی۔ مگر آنکھ کھلی تو سب خواب اور نقش بر آب تھا۔ رہے نام اللہ کا۔

آزاد: وہ نرگس غمزہ زن، وہ زلفِ پر شکن۔ وہ شوخ پر فن، وہ گل سا بدن:

قدو قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

ہائے! ع۔ جسے دلدار سمجھا تھا وہ دلبر نکلا، پند و نصیحت مرہم زخم جگر ہو گیا:

منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو
ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو

انوار(۲): اس وقت ایک لطیفہ یاد آیا۔ سناؤں تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ لوٹن کبوتر کی طرح لوٹنے لگو۔

ایک لطیفہ

نقل ہے کہ ایک صاحب نے اپنے غلام کو، کہ صاحب طبع لطیف، و بذلہ سنج تھا۔ حکم دیا جا کر بازار میں تاک لگائے۔ اگر انگور ہاتھ آئے تو فوراً خرید لائے۔ غلام نے ایک دلبر میوہ فروش ستم گار و ستم کوش، کی دکان سے کئی خوشے خریدے، اور سیر گشت کرتے ہوئے خراماں خراماں آقا کے پاس لے گیا۔ وہ نہایت ہی بد دماغ ہوئے۔ فرمایا کہ ذرا سا کام اور یہ تاخیر اتنی دیر میں تو میں لندن ہو آتا۔ ایسا کاہل دیکھا نہ سنا۔ خبردار آج سے اگر ایک کام کو بھیجوں، تو ہاتھوں ہاتھ چار کام انجام دے لانا۔ غلام نے دست بستہ عرض کیا کہ پیر و مرشد! اس مرتبہ معاف فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ارشاد واجب الانقیاد کی لفظ بہ لفظ تعمیل ہوگی۔ دوسرے دن خواجہ کسی زبان دراز، اور گستاخ، کنیزک عشوہ پرداز پر ایسے گرمائے کہ تپ چڑھ آئی۔ غلام کو حکم دیا کہ کسی طبیب لبیب کو بلاؤ۔ وہ فوراً گیا اور طبیب کے علاوہ اور چند آدمیوں کو بھی ساتھ لایا۔ خواجہ نے پوچھا کہ یہ جماعت کیسی ہے۔ ہم نے حکم دیا تھا کہ طبیب کو بلاؤ۔ تم اتنے آدمیوں کو کیوں ساتھ لے آئے۔ غلام نے بصد ادب عرض کی کہ خداوندا! حضور تو بھول بھول جاتے ہیں۔ ابھی تو کل ہی تاکیداً اکید کی تھی کہ اگر ایک کام کا ارشاد کروں، تو کئی کام بعجلت تمام سرانجام دے لانا۔ الامر فوق الادب، لیجیے آج دم کے دم میں میں نے اتنے کام کیے۔ قدردانی شرط ہے۔ حکیم جی کو حسب الحکم حضور بلا لایا کہ تشخیص مرض کرکے معالجہ کریں۔ اور اُدھر ہی سے لپکا ہوا گیا، مطرب خوش الحان کو ساتھ لایا کہ اگر خداوند عروسِ صحت سے ہم آغوش ہوں تو قوال کی خوش آوازی۔ اور ناخن بازی، سے بزم طرب آراستہ ہو۔ غسال کو بھی لیتا آیا کہ زندگی کا کیا بھروسہ، اگر پیک اَجل حضور کو خلدِ علیین کی سیر دکھائے تو غسال جھٹ پٹ غسل دے دے۔ اُدھر سے ایک شاعر جادو بیان اور طلیق اللسان کو ہمراہ لیا کہ مرثیہ موزوں کرے۔ اب باقی کون رہا۔ گورکن۔ وہ بھی بات کی بات میں آن موجود ہوگا۔

مطمئن رہیے۔ اب انصاف میرے آقائے نامدار کے ہاتھ ہے۔ غلام نے انعام ہی کا کام کیا ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔

لطیفہ

شرف(۷): حضرت ایک لطیفہ بندے کو بھی یاد آگیا، ایک تذکرے میں نظر سے گزرا کہ ایک رندے آشام نے وقتِ نزع اپنے احباب کو وصیت کی، کہ یارو ہم پر اتنا احسان کرو کہ کہیں سے باوا آدم کے وقت کا پرانا دھرانا سڑا گلا کفن لا رکھو۔ جب ہم دم توڑیں تو اسی کفن کہنہ میں لپیٹ کر ہمیں گور میں دفنا دینا۔ لوگ متحیر ہوئے کہ یہ عجب انوکھی بات ہے پوچھا اس سے فائدہ۔ حضرت نے آہ سرد بھر کر بصد حزن وملال، زیرِ لب کہا کہ بھئی ہم تمام عمر پرلے سرے کے بدمعاش، اور آوارہ و عیاش رہے۔ یادِ الٰہی سے طبیعت نفور تھی۔ منہیات و معصیات سے بالکل اجتناب نہ کیا۔ خوب شراب لنڈھائی۔ خود بھی پی، اوروں کو بھی پلائی۔ دن رات بتوں ہی کے کوچے میں پڑے رہے۔ نماز کے قریب نہ پھٹکے۔ جو فعل کیا خلاف شرع، جو کام ہوا منافی تہذیب:

وہ ایسا کون سا معشوق ہے جس کو نہیں چاہا
یہ فردیں جتنی ہیں ان پر ہماری بھی نشانی ہے

اب ہم سوچتے ہیں کہ بار خدایا۔ ہمارا سرانجام کیا ہوگا۔ ہیں تو ہم اسی قابل، کہ نار جہنم میں جلائے جائیں۔ مگر ایک تدبیر سوجھ گئی۔ پرانے کفن میں ہماری نعش ہوگی۔ منکر نکیر آئیں گے۔ کفن کہنہ دیکھ کر سمجھیں گے کہ مردہ دیرینہ ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائیں گے۔ ہم اسی حیلے سے نجات پائیں گے:

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

حبیب لبیب: ایسے بھونڈے عشق خانہ خراب کا یہی انجام ہے۔

حواشی:

(۱) مشہور فلسفی، عالم اور طبیب، حکیم بو علی سینا متوفی ۴۲۸ھ ہجری۔
(۲) حضرت امام حسینؓ شہید کربلا۔
(۳) اوج۔ یہ چوتھا کردار ہے جو سرشار پیش کر رہے ہیں۔
(۴) بلیغ۔ یہ پانچویں کردار کا تعارف ہے۔
(۵) غنیم کے نام سے یہ چھٹا کردار ہے۔
(۶) گومتی، صوبہ اتر پردیش کا مشہور دریا، جو شہر لکھنؤ کے اندر سے گزرتا ہے۔
(۷) انوار فسانہ آزاد کا ساتواں کردار ہے۔

قومی اردو کونسل کی مطبوعات

نام کتاب :	ہمارا جسم	نام کتاب :	ذہنی حفظان صحت
مصنف :	اکرام احمد	مصنف :	ہیرالڈ ڈبلو، برنارڈ
قیمت :	تین روپے پچیس پیسے	قیمت :	ساٹھ روپے

اردو انسائیکلوپیڈیا سے

اقتباس

کیمیائی انجینئرنگ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اردو انسائیکلوپیڈیا کی تین جلدیں شائع کی ہیں جن میں کلیدی مضامین ہیں۔ مختصر نوشتوں کی جلدیں پریس میں ہیں۔ پہلی جلد 300 روپے کی اور باقی دو کی قیمت 450 روپے فی جلد ہے۔

ان صفحات میں پیش ہے انسائیکلوپیڈیا سے ایک مضمون:

کیمیائی انجینئرنگ سائنس کا وہ شعبہ ہے جس میں صنعتی عملوں پر کیمیا کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جب انیسویں صدی میں دھات کاری (Metallurg) غذا پارچہ بانی (Textile) اور دیگر بہت سے رقبوں میں صنعتی عملوں کو فروغ ہوا تو کیمیائی انجینئرنگ کا فن تشکیل پایا۔

کیمیائی انجینئرنگ کو انجینئرنگ کی ایک شاخ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اس میں صنعتی قاعدوں کی ترقی اور ان کے اطلاقات زیر بحث ہوتے ہیں۔ کیمیائی انجینئرنگ میں اکائی طبیعی آپریشن (Unit Physical Operation) اور اکائی کیمیائی پروسس (Unit Chemical Process) کو ایک مربوط سلسلے میں جوڑا جاتا ہے۔ کیمیائی انجینئر کا پہلا کام تخصیات اور پلانٹوں (Plants) کے نقشوں کی تیاری، ان کی تعمیر اور کارکردگی ہوتا ہے۔ گویا کیمیائی انجینئرنگ، میکانی انجینئرنگ کا ایک شعبہ ہے۔ کیمیائی انجینئرنگ میں اشیاء کے ساتھ توانائی کے اخراج اور انجذاب، اس کے انضباط (Control) اور نگرانی سے سروکار ہوتا ہے۔ کیمیائی انجینئر توانائی کے صرف کے علاوہ خام اشیاء اور حاصلات کی قیمتوں اور ان کے حمل و نقل کا حساب کتاب رکھتا ہے۔ اس طرح کیمیائی انجینئر صنعت کے معاشی اور سماجی پہلوؤں سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

کسی صنعت میں واقع ہونے والے کیمیائی عملوں کو مناسب طور پر چالو رکھنے کے لیے نگارشی (Recording) اور انضباطی (Controlling) آلات کی ضرورت ہوتی ہے، جن کی مدد سے وقفہ واری تسیخ کے ذریعہ خام اشیا سے ضرر رساں لوث دور رکھے جا سکتے ہیں اور ضروری حد تک ملاوٹ سے پاک پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے حاصل اشیا کو بازار میں لانے کے لیے موزوں پشتارہ (Pachage) درکار ہوتا ہے۔ کارندوں کی صحت کو صنعتی مشاغل کے دوران خطروں سے محفوظ رکھنے کا انتظام بھی کیمیائی انجینئر کا اہم فریضہ ہوتا ہے۔ نیز ماحولی آلودگی (Environmental Pullution) سے حفاظت کا بندوبست کیمیائی انجینئری کو کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ کیمیائی انجینئر کو اپنے میدان میں ترقی اور ریسرچ، فیکٹری کے قوانین اور پیٹنٹ (Patent) کے قواعد، مزدوروں کے مسائل سے واقفیت اور نامناسب مسابقت سے احتراز ضروری ہے تاکہ ترقی کی ضمانت ہو اور منافع حاصل ہوتا رہے۔

کیمیائی انجینئر کو چھوٹے پیمانہ کے طبیعی اور کیمیائی عملوں کو بڑے پیمانہ پر چلانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ کسی کیمیائی پلانٹ (Plant) میں یونٹ آپریشن اور یونٹ پروسس کو تجارتی پیمانہ پر چالو کرنے کے لیے فیکٹری کے تنصیبات کی موجودگی ضروری ہے۔ ڈائزائنین میں تعمیر کے موزوں اشیا کا انتخاب بھی لازم ہے کیمیادان کے تجربوں میں شیشہ کا ایک بیکر (Beaker) کافی ہوسکتا ہے مگر جب بھی تجربہ کیمیائی انجینئر کے ہاتھ میں آتا ہے تو اسے ایسے آلات کی ضرورت ہوتی ہے جو حرارت کے عمدہ موصل ہوں اور ان میں انحطاط (Corrosion) کے مقابلہ کی قابلیت ہو۔ نیز ان آلات کی تیاری سہل ہو اور وہ بہ آسانی ٹوٹنے نہ پائیں۔ کیمیائی انجینئر کے پیش نظر نہ صرف تعامل کی رفتار ہوتی ہے بلکہ رفتار تعامل پر ٹمپریچر اور دباؤ کے تغیر کے اثرات بھی۔ بڑے پیمانہ پر کام کرتے وقت ایک آلہ سے دوسرے آلہ میں معاملات کی منتقلی کے عملی طریقے اس کے پیش نظر ہوتے ہیں کیوں کہ اس قسم کی منتقلی میں ہاتھوں کے استعمال سے نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ مزدوروں کی بڑی تعداد کو کام پر لگانا پڑتا ہے۔ پس کیمیائی انجینئر کا نہ صرف کیمیا اور انجینئرنگ کے بنیادی اصول بلکہ معاشیات اور طبیعی اعمال کے اصولوں سے مانوس ہونا ضروری ہے۔

کیمیائی انجینئرنگ کے مطالعہ کو حسب ذیل موضوعات میں تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ موضوعات ایک دوسرے سے باہمی تعلق رکھتے ہیں۔ (ا) کیمیائی وزنیات (ب) یونٹ آپریشن (ج) یونٹ پروسس (د) صنعتی آلات کاری (س) اعلیٰ دباؤ کے پروسس۔

کیمیائی وزنیات (Stoichiometry)

کیمیائی وزنیات میں صنعتی عملوں سے مادی اوزان، توانائی کے مقادیر اور ان کے کلیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مادی ترازو، بقائے مادہ (Conservation of Mass) کے کلیہ پر مبنی ہے جس کی رو سے کسی نظام میں معیّن وقفہ کے دوران داخل ہونے والی اشیا کی مجموعی کمیت، نظام سے خارج ہونے والی اشیا کی کمیت اور نظام میں بچ رہنے والی کمیت کے مجموعہ کے برابر ہوتی ہے۔ توانائی کا ترازو و بقائے توانائی (Conservation of Energy) کے کلیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کلیہ سے توانائی ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل ہوسکتی ہے، مگر اس کی تخلیق نہیں ہوسکتی اور اسے فنا نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً بھٹی میں سو پونڈ کوئلہ لیا جائے تو اس کوئلہ کے احتراق کی حرارت کی بنا پر توانائی کی مقدار معیّن ہوتی ہے۔ اگر ماحول میں حرارت کا انتقال نہیں ہوتا ہے تو تعامل کے گیسی اور ٹھوس حاصلوں میں اسی قدر توانائی موجود ہوتی ہے جو سو پونڈ کوئلہ میں تھی۔

ترکیبی اوزان کا کلیہ (Law of Combbining Weight) کیمیائی تعامل میں حصہ لینے والے مادّوں کے وزنی تناسب بتاتا ہے۔ مثلاً کاربن کے احتراق کو حسب ذیل مساوات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے:

$$(C + O_2 \text{ -------- } Co_2)$$

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاربن کے ایک ایٹمی وزن (۱۲ گرام) کے ساتھ آکسیجن کے ایک مالیکولی وزن (۳۲ گرام) کی ترکیب سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا ایک ایک مالیکولی وزن (۴۴ گرام) حاصل ہوتا ہے۔

یونٹ آپریشن (Unit Operation)

کیمیائی انجینئرنگ میں مختلف اہم عملوں کو چند گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن کو یونٹ آپریشن کا نام دیا جاتا ہے۔ جب کسی صنعتی عمل میں کیمیائی تغیرات واقع ہوتے ہیں تو یونٹ آپریشن واقع ہونے والے طبیعی تغیرات کی حد تک محدود ہوتا ہے۔ مثلاً کاربن کے احتراق میں کیمیائی تعامل آکسیڈیشن واقع ہوتا ہے تاہم اس عمل کا اصل یونٹ

آپریشن حرارت کے انتقال اور مادی اشیا کوئلہ، ہوا اور حاصل گیسوں کا طبیعی سیلان ہے۔ حرارت اور کمیت کے انتقال کے عملوں کو کشید کا یونٹ آپریشن اس وقت کہتے ہیں جب کہ سیر شدہ بخار حاصل ہوتا ہے۔

پھوڑنے (Crusbing) کے یونٹ آپریشن کا اطلاق اس طبیعی عمل پر ہوتا ہے جس میں ٹھوس مادّہ کو توڑ کر چھوٹے چھوٹے ذرات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ اہم یونٹ آپریشن کی دیگر مثالیں یہ ہیں:۔ اشیا کی منتقلی، حرارت کا انتقال رطوبت اندازی (Humidification) اخراج رطوبت(Debumidification) پھوڑنے(Breaking) اور پیسنے (Grinang) کے عمل، میکانی علیحدگی (Mechanical Separation) تقطیر، تبخیر، کشید، خشکیدگی (Drying) انجذاب (Absorption) قلماؤ (Crystallization) اور آمیزش۔

یونٹ پروسس

یونٹ آپریشن میں کیمیائی انجینئر کے پیش نظر طبیعی تغیرات ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ واقع ہونے والے کیمیائی تغیرات کا علم بھی ضروری ہوتا ہے۔ صنعتی عملوں میں واقع ہونے والے کیمیائی تعاملات اور طبیعی عملوں کا مطالعہ یونٹ پروسس (Unit Process) کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ دونوں تغیرات کیمیائی صنعتوں کے بظاہر مختلف گروہوں میں باہم ارتباط پیدا کرتے ہیں۔

یونٹ پروسس کی ایک اچھی مثال آمونیائی آکسیڈیشن سے نائٹرک ترشہ کی تیاری ہے۔ اس عمل میں کیمیائی انجینئر آکسیڈیشن کے لیے بہترین کٹالسٹ (Catalyst) نیز نائٹرک ترشہ کی اعظم مقدار کے حصول کے لیے مناسب ٹمپریچر اور دباؤ کی قیمتوں سے دل چسپی رکھتا ہے۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ آکسیڈیشن کا تعامل کون سا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کون سے ذیلی تعاملات واقع ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آلات کی تعمیر کے لیے مخصوص اشیا کیا ہونی چاہئیں۔

ہم میں سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف نامیاتی ٹکنالوجی کے لیے یونٹ پروسس مختص ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اس کا استعمال غیر نامیاتی ٹکنالوجی میں نہ کیا جائے۔ سلفیورک ترشہ کا کمرہ کا قاعدہ، سلفیورک ترشہ کا تماسی قاعدہ، امونیا کے آکسیڈیشن کا قاعدہ وغیرہ۔ آکسیڈیشن کے یونٹ آپریشن کی ذیلی شاخیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ ان میں بہت سی چیزیں قابل لحاظ حد تک یکساں ہوتی ہیں جیسے ان کیمیائی عملوں میں حرارت کا بہ مقدار کثیر اخراج اور اس کو قابو میں رکھنے کے لیے موزوں آلات کا استعمال۔

خاص خاص یونٹ پروسس حسب ذیل ہیں۔
نائٹریشن(Nitration) ایسٹر سازی(Esterification) سلفیونیشن (Sulphonation) امائی نیشن (Amination) آکسیڈیشن، ہائیڈروجنیشن، ہائیڈروجنالسز (Hydro genolysis) آلکائیلیشن (Alkylation) ہیالوجنیشن، کریکنگ (Cracking) پائی برائزیشن رےسی نی فیکیشن (Resinification) ڈائی ایزوٹائزیشن، کپلنگ (Coupling)، ہائیڈرالسز، ہائیڈریشن، فریڈل کرافٹس (Friedel Craft)۔ تعامل اور حرارتی تحلیل یا پائیرولسز (Pyrolysis)

صنعتی آلہ کاری
(Industrial Instrumentation)

موجودہ کیمیائی صنعت، کارکنوں (Operators) کی انفرادی نگرانی کے مقابلے میں آلاتی انضباط (Instrumental Control) پر زیادہ منحصر ہوتی ہے۔ جب کیمیائی عمل کو ریسرچ لیبوریٹری (تحقیقاتی تجربہ خانہ)

سے صنعتی پلانٹ منتقل کیا جاتا ہے تو وہ تجارتی (Industrialise) ہو جاتے ہیں کیوں کہ ان کو معیاری صنعتی آلوں میں واقع کروایا جاتا ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ حادثات (Accidents) اور خرابہ (Spoil age) کا سد باب ہو جائے اور کم سے کم لاگت پر زیادہ سے زیادہ اچھی پیداوار حاصل ہو۔ ان تغیرات کو جو کیمیائی انجینئر کے نزدیک اہمیت رکھتے ہیں متعین کیا جاسکتا ہے اور اس بنا پر ان کو قابل پیائش سمجھا جاسکتا ہے کیمیائی صنعتوں میں ان کی اہمیت کے ممکنہ درجوں کے لحاظ سے تغیرات کی تفصیل یوں ہے۔

(1) ٹمپریچر (2) رطوبت (3) دباؤ (4) مالعاتی سطح (Liquid Level) (5) سیلان (Flow) (6) کیمیائی پروسس کا دوران یا عرصہ وقوع (7) کیمیائی اجزا کی رفتار تعامل (8) ارتکاز (یعنی متعاملات کی مقداریں اور واسطہ کی ترشیت (9) روشنی اور بالائے بنفشی تنویر (10) دودھیا رو کی کثافت اور مقناطیسی نفاذ (Magnetic Flux)۔

اعلیٰ دباؤ کے پروسس

کیمیائی صنعتوں میں غیر معمولی ترقی گزشتہ دو دھوں میں اعلیٰ دباؤ کے استعمال کے باعث ہوئی ہے یہ دباؤ بالعموم 50 کرۂ ہوائی سے بلند تر ہوتے ہیں۔ امونیا، میتھانل (Methanol) یوریا وغیرہ جو گزشتہ زمانہ میں دیگر صنعتی قاعدوں سے ضمنی حاصل کے طور پر تیار کیے جاتے تھے آج کل اعلیٰ دباؤ کے پروسس سے براہ راست تیار کیے جاتے ہیں مثلاً امونیا کوئلہ کے کاربونائزیشن کے دوران ضمنی حاصل کے طور پر تیار کی جاتی تھی لیکن اب نائٹروجن کی تسبیت (Fixation) اس کا خاص ذریعہ ہے۔ امونیا کو نہ صرف کیمیائی صنعتی خام اشیا میں خاص اہمیت حاصل ہے بلکہ ارزان زرعی کھادوں میں اس کا کلیدی مقام ہے۔ علاوہ ازیں نائٹرک ترشہ کے صنعتی ماخذ کی حیثیت سے امونیا کو قومی دفاع میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اعلیٰ دباؤ کے تقریباً تمام صنعتی عملوں میں کیٹلسٹ کا استعمال ضروری ہوتا ہے جس سے تعامل کی رفتار تیز اور تجارتی نقطہ نظر سے قابل عمل ہو جاتی ہے۔ تجارتی عمل میں استعمال ہونے والے کیٹلسٹ کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ میکانی قوتوں کے زیر عمل تحلیل کا مقابلہ کرسکے۔ وہ اعلیٰ ٹمپریچر اور زہروں (Poisons) کی مزاحمت کے قابل ہو اور اس کا عرصۂ زندگی دراز ہو۔ کیمیائی پروسس میں اعلیٰ دباؤ کے استعمال کے وجوہات حسب ذیل ہیں:۔

اعلیٰ دباؤ کیمیائی توازن کو کمتر حجم کی سمت میں ڈھکیلتا ہے اور یہ لی شیٹلیے براؤن (Le Chate lier-Braun) کے اصول کے مطابق ہوتا ہے۔

تعاملی نظام میں مائع ہیئت کو برقرار رکھتا ہے۔ اعلیٰ دباؤ مختلف ہیئت کو قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

کیمیائی پروسسوں میں واقع ہونے والے طبعی مرحلوں میں اعلیٰ دباؤ معاون ہوتا ہے جیسے انجذاب اور حرارت کا انتقال اعلیٰ دباؤ پر گیسوں کی حل پذیری بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ کو اعلیٰ دباؤ کے تحت پانی سے دھو کر علاحدہ کرسکتے ہیں اور امونیائی کیوپرس محلول میں کاربن مان آکسائیڈ گیس کو جذب کرواسکتے ہیں اور یہ دونوں عمل پست دباؤ یا معمولی دباؤ پر نا قابل لحاظ ہوتے ہیں۔

اعلیٰ دباؤ کی وجہ سے متعاملات کا ارتکاز بڑھ جاتا ہے اور کیمیائی تعامل کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح نسبتاً کمتر عرصہ میں تعامل تکمیل پاتا ہے اور یہ معاشی نقطہ نظر سے فائدہ بخش ہوتا ہے۔

کیمیائی ٹکنالوجی

کیمیائی ٹکنالوجی ایسی چیزیں تیار کرتی ہے جو خام اشیا سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ یہاں ہونے والے کیمیائی تغیرات، کیمیائی ذرائع سے، کیمیائی انضباط کے تحت واقع کروائے جاتے ہیں۔ کیمیائی ٹکنالوجی کے میدان میں کیمیائی صنعتیں نہایت اہم مقام رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی

البیرونی

البیرونی ایک پُر وقار شخصیت اور سادگی کا ایک مجسمہ تھا۔ علم کے حصول سے زیادہ کوئی اور شے اسے عزیز نہیں تھی۔ سائنس اور سچ کی تلاش اسے کشاں کشاں لیے پھری یہاں تک کہ اس کاوش میں اس نے اپنی پوری زندگی وقف کردی اور اس کے قدموں پر سارے مادّی مفادات نچھاور کر دیے۔ وہ ایک کنواری زندگی گزارنے پر بھی قانع ہو گیا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کی زندگی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی جب وہ اپنے اس فیصلہ پر افسوس کرتا ہوا دکھائی دیتا ہو۔ البیرونی ایک مسلمان تھا اور شعیت کی طرف مائل تھا[1]۔ وہ ایک خدا ترسیدہ انسان تھا مگر یہ وثوق سے کہنا مشکل ہے کہ اپنی روزمرہ زندگی میں کہاں تک وہ مذہبی رسوم کا پابند تھا۔ ہم یہ ضرور اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک راس العقیدہ مردِ نہ تھا۔ اس نے ہمیشہ غیر مذاہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی ساری زندگی اس مسلک پر عمل پیرا رہا کہ دوسرے مذاہب میں جو بہتر حقائق ہوں انھیں کھلے دل سے تسلیم کر لینا چاہیے۔ یہ وسیع النظری اس کی علمی تخلیقوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ چاہے وہ "آثار الباقیہ" ہو جہاں وہ تمام مذاہب اور ان کے پیروؤں کے طور طریقوں اور دیومالاؤں کا موازنہ کرتا ہے یا اپنی "کتاب الہند" میں جہاں تک اس کا واحد مقصد ہندوستانی فلسفہ اور مذہب کا مطالعہ کرنا ہے اگرچہ وہ ہندو فلسفہ اور عقائد و رسوم کو اپنے سے مختلف پاتا ہے پھر بھی ایک غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرتا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ مؤرخوں کی آنے والی نسلیں اس کی دیانت داری یا نکتہ چینی کریں وہ اکثر و بیشتر غیر عقلی ہندو رجحانات کا مقابلہ عرب دنیا میں رائج غیر فطری رسوم اور طور طریقوں سے کرتا ہے اور دونوں کو یکساں شدّت سے رد کرتا ہے البیرونی کی شخصیت کا یہی تیکھاپن اور بالغ النظری اس کے علمی مشاغل کا اہم جز ہیں سینتی کمار چٹرجی البیرونی کی شخصیت کے اس روشن خیال اور غیر متعصبانہ پہلو سے متاثر ہو سکتا ہے کہ یہ ایسے صفات ہیں کہ جنھیں ہم ہندوستانی ہندوؤں کو البیرونی کا خصوصی طور پر ممنون ہونا چاہیے اور جس کے لیے سائنسی برادری ہمیشہ اس کی مشکور رہے گی۔

البیرونی کی زندگی کے ذاتی پہلوؤں اور عادتوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں تاریخی دستاویزیں اس پہلو پر زیادہ روشنی نہیں ڈالتی ہیں۔ ایک ہی ذریعہ یاقوت کی معجم الادبا ہے جہاں البیرونی کو خوش اطوار، بیباک اور پاکباز بتایا گیا ہے[2]۔ شہرزوری نے اخبار الحکماء میں البیرونی کی تصویر کشی ایک بزرگ پستہ قد شخص کی صورت میں کی ہے جس کا رنگ گیہواں تھا۔ پیٹ باہر کی طرف نکلا ہوا تھا اور جو ایک لمبی سفید داڑھی رکھتا تھا[3]۔

بچپن سے ہی البیرونی کو علم کا شغف تھا۔ اس کی ذات مختلف محاسن سے مزیّن تھی۔ اس کی شخصیت ایک بیدار مغز ذہن اور دو متجسس آنکھوں سے مرصّع تھی جو ہمیشہ قدرت کے کرشموں کو اپنے میں سمونے کے لیے بیتاب رہتیں۔ اس کے جسم میں ایک بے چین روح تھی جو ہمیشہ حقائق کو جانچنے پرکھنے اور تجزیہ کرنے میں لگی رہتی تھی۔ اس کے اندر تڑپتا ہوا احساس یہ تھا کہ یہ عالم وسیع اور مختلف النوع ہے اور یہ کہ اس میں جاننے کے بہت گنجائش ہے۔ البیرونی نے ان محاسن کی مدد سے کہ جن سے وہ آراستہ تھا "غیر

معلوم" کو سمجھنے میں مدد ملی اور بلا تفریق مذہب، ملت اور قوم جہاں سے اسے جو کچھ ملا حاصل کیا اور یہاں تک کہ زبان کے قیود اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے اپنی "کتاب السیدنا" کے ابتدائی باب میں وہ ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جو اس بات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

بلحاظ اپنی افتاد طبع میں بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کی ایک حقیقی جستجو اپنی عمر اور پیش شدہ حالات کو دیکھتے ہوئے بھی اپنے میں رکھتا تھا۔ جیسا کہ ایک واقعہ اس کی بھرپور وضاحت کر دے گا۔ میرے ملک میں ایک رومی (یونانی) شخص رہتا تھا جس کے پاس میں کچھ اناج کے دانوں، بیجوں، پھلوں، پودوں اور دوسری اشیاء کو لے جایا کرتا تھا اور اس سے ان کے نام اس کی زبان میں دریافت کرتا تھا اور پھر ان کو (عربی میں) لکھ لیا کرتا تھا۔[۴]

علم کی بازیابی کا یہ حوصلہ مند جذبہ تمام عمر البیرونی کی زندگی کا ایک حصہ رہی اور جس نے اسے ہر چوکھٹ پر ایک شاگرد کی شکل میں لا کھڑا کیا اور اسے ایک صحیح عالم بنا دیا وہ اس سے کبھی نہیں تھکا اور یہاں تک کہ بستر مرگ پر بھی وہ اس سے باز نہ آیا۔ اس ضمن میں ایک بہت دلچسپ واقعہ تحریر کے لائق ہے۔ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الوالجی مزاج پرسی کی خاطر اس وقت پہنچا جب اس کی حالت بہت نازک تھی اور موت تقریباً قریب آچکی تھی۔ اس حالت کے باوجود البیرونی نے علم الہیئت کے اس ایک مسئلہ پر بات کرنی چاہی کہ جس کا تذکرہ کچھ دن پہلے وہ کر چکا تھا۔ الوالجی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور البیرونی کی نازک حالت کو دیکھتے ہوئے بحث سے گریز کیا۔ البیرونی کا ردِ عمل بیساختہ تھا۔ اس نے کہا کہ کیا اس مسئلہ کی واقفیت اس سے بہتر نہیں ہے کہ میں اس دنیا کو بغیر اسے سمجھے چھوڑوں؟ الوالجی نے تب اس اصرار پر مسئلہ کی پوری کیفیت بیان کی اور اس نے البیرونی کی چوکھٹ چھوڑی تھی کہ اسے اطلاع ملی کہ البیرونی کا انتقال ہو گیا ہے۔[۵]

البیرونی کی ایک اور خوبی کہ جس نے اس کے علم و ادراک کو وسعت دینے میں مدد کی وہ اس کے مزاج کی اکملیت تھی۔ چاہے کوئی بھی مسئلہ یا مضمون ہو جب تک کہ وہ اس کی تہہ تک نہیں پہنچ جاتا تھا نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ "میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی مضمون سے گزر جاؤں کہ جس کا علم مجھے سرسری ہو۔ میں اس کے بارے میں تذکرہ کرتا اس وقت تک کہیں چھوڑوں گا جب تک کہ میں نے اس پر مکمل طور پر قابو نہ پالیا ہو۔[۶]" اور اس لیے کبھی کبھی وہ اُن اَن دیکھی راہوں سے گزرا جو اس کی دائرۂ فکر سے پرے تھیں مگر ایک بار قدم اٹھا لینے کے بعد اس نے کبھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا کتابوں کا سرمایہ جہاں کہیں سے بھی دستیاب ہوا اس نے حاصل کرنے کی سعی کی اسی طرح عالموں کو چاہے وہ دور دراز مقامات پر ہوں اپنی آگہی کو وسعت دینے اور نئے مضامین سے روشناس کرانے کے لیے حاصل کیے۔[۷] ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جب البیرونی کسی ایک کتاب کی تلاش میں برسوں سرگرداں اور پریشان رہا ہے۔ وہ اندازاً چالیس سال تک متواتر مانی کی کتاب "سفر الاسرار" تلاش کرتا رہا اور بالآخر جب وہ کتاب اسے دستیاب ہو گئی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے پیاسے کو تازہ پانی مل گیا ہو۔[۸]

ان استادوں اور عالموں کے بارے میں ہماری واقفیت بہت کم ہے کہ جنھوں نے البیرونی کو مختلف سائنسوں سے نہ صرف روشناس کرایا بلکہ ان میں ضروری مہارت پہنچائی وہ اپنی کتاب "آثار الباقیہ" میں دو اشخاص کا نام اس سلسلہ میں لیتا ہے اک ابونصر منصور بن علی بن عراق اور دوسرا محمود بن اسحاق بن استاد بند اد سرخسی۔ آخر الذکر کے البیرونی کے استادوں میں سے ایک ہونے میں ندوی مشکوک ہے۔[۹] لیکن برنی کی رائے میں وہ ایک ہے۔ ایک تیسرے استاد کا نام یاقوت نے لیا ہے اور وہ عبدالصمد اوّل بن عبدالصمد ہے جو البیرونی کے ساتھ مقید کر لیا گیا تھا جب

محمود غزنوی نے خوارزم پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ یہی شخص بعد ازاں اس جرم کی پاداش میں کہ وہ ایک کافر ہے قتل کر دیا گیا۔[10] "کتاب الہند" میں بحیثیت استاد ایک نئی شخصیت اُبھرتی ہے جو ابو سہل عبد المنعم ابن علی ابن نوح التفلیسی کی ہے کہ جس کی منشا پر البیرونی نے "کتاب الہند" لکھی۔[11] ان ذات گرامیوں کے بارے میں سوائے نام کے اور مزید کوئی بات معلوم نہیں ہے۔ ہاں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ یہ وہ معلمین تھے کہ جنھوں نے البیرونی کو اس وقت کے سب سے اہم مضمون علم الہیئت اور متعلقہ مضامین پر تعلیم دی۔ پھر بھی البیرونی کا زیادہ تر علم اس کی کاوشوں اور تجربوں کا نتیجہ تھا۔

البیرونی ایک ہفت زبان تھا۔ اس کو دنیا کی اُن زبانوں سے واقفیت خاص طور سے وہ جو اس کے اپنے ملک کے قرب وجوار میں بولی جاتی تھیں یا وہ کہ جن میں اس وقت کا زیادہ تر سائنسی اور فلسفیانہ ادب محفوظ تھا بے حد تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ چند زبانی تھا۔ وہ فارسی سے واقف تھا اس لیے کہ وہ اس کی مادری زبان تھی۔ ترکی زبان میں بھی وہ یکتا تھا اس لیے نہیں کہ اس کا ملک خوارزم ایک ترکی زبانی ملک تھا بلکہ اس لیے بھی کہ یہ غزنہ کے ان ترک بادشاہوں کی زبان تھی جن کی سرپرستی میں وہ اپنی عمر کے چوالیسویں سال (1017ء) کے بعد متواتر رہا۔ البیرونی کے موروثی ملک کی جائے وقوع کچھ ایسی تھی کہ ایک طرف تو وہ قدیم ایرانی تہذیب کی سرحد سے پیوست تھا اور دوسری طرف وسطی ایشیا کا لق ودق اسٹیپی علاقہ (اسٹیپ لینڈ) تھا۔ جو ترک خانہ بدوشوں کی آماجگاہ تھا۔ یہاں اس سنگم پر ایک آزاد اور منظم بولی 'خوارزمی' جس کا منبع سغدانی زبان تھا اور جس کی اہمیت اب اجاگر ہو رہی ہے، رائج تھی۔[12] غالباً البیرونی نے تاریخ خوارزم اسی زبان میں لکھی تھی مگر اب وہ کتاب دستیاب نہیں ہے۔[13] اس زبان کے بارے میں تاہم وہ بہت مضحکانہ انداز میں بولتا ہے۔ وہ کہتا:

اور جب میں از خود تجر . . . . ں تو میری اصل زبان ایسی لگتی ہے کہ اگر اس میں سائنس کے ذخائر جمع ہوتے تو ایسا عجوبہ ہوتا کہ جیسے کسی ناہدان میں اونٹ بند ملے یا ایک اعلیٰ گھوڑوں کے گلے میں زرافہ Giraffe۔[14] خوارزمی زبان کی غربت اور کم اہلی کا یقین ہو جانے کے بعد البیرونی فارسی اور عربی زبانوں کی طرف متوجہ ہوا جس میں اس کی سب ہی کتابیں تحریر ہوئی ہیں۔

عربی زبان ہلالی ملت اور خواص کی بین الاقوامی زبان Linqua Franca تھی اور جس میں مشرق اور مغرب کے سائنسی علوم ترجموں کی شکل میں یا اصلی شکل میں برابر جمع ہو رہے تھے۔ دراصل عربی زبان اس عہد میں قدیم یونانی لاطینی، سریانی (Syriac) اور سنسکرت زبانوں کے شاندار ادبی روایات کی وارث اور محافظ بن گئی تھی۔ عرب علمی دنیا میں نجوم، ریاضی، حکمت، دینیات مذہب اور فلسفہ وغیرہ جیسے مضامین کے معتبر اور مستند عربی ترجموں کے ذریعہ اس زبان نے ایک پروقار جگہ اپنے لیے بنا رکھی تھی مگر جس رفتار سے یہ زبان غیر عربی دنیا میں ذہنوں کی بصیرت افروزی کر رہی تھی اس نے البیرونی پر یہ واضح کر دیا کہ وہ اس زبان سے استفادہ حاصل کیے بغیر کچھ نہیں کر سکے گا۔ "کتاب الصیدنا" میں وہ خود اس لسانی تبدیلی کے بارے نہ صرف لکھتا ہے بلکہ ان مشکلات کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس سلسلہ میں اُسے اٹھانی پڑیں وہ لکھتا ہے کہ حالانکہ میں نے عربی اور فارسی کو اپنا لیا لیکن ان دونوں میں میں اب بھی اپنے آپ کو ایک حیران پردیسی سا پاتا ہوں۔[15] یہ یقینی طور پر کہنا تو مشکل ہے کہ البیرونی کے یہاں یہ زبان کی تبدیلی کب آئی لیکن یہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ ایسا شروع میں ہی ہو گیا ہوگا اس لیے کہ جلد ہی البیرونی اس قابل ہو گیا کہ وہ زبان کی صوتی ہیئت اور رسم الخط جیسے نازک مسائل پر تبصرہ کر سکے۔ "کتاب الصیدنا" میں جیسے آگے چل کر ایک تنقیدی مسئلہ اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ عربی رسم الخط میں ایک بڑا عیب ہے اور وہ یہ کہ اس کے حروف کے اشکال یکساں ہیں۔ اور ان میں امتیاز کرنے کے لیے نقطوں اور حروف

علت کا استعمال از حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ چھوٹ گئے تو الفاظ کے معنی کو مشتبہ بنادیتے ہیں۔[16]

البیرونی بعد ازاں عربی زبان سے اتنا واقف ہو گیا کہ جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو۔ عربی اور فارسی کے علاوہ دوسری زبانیں جن سے وہ واقف تھا سریانی (Syriac) عبرانی، یونانی اور سنسکرت تھیں۔ اپنے علمی مضامین میں اس نے ارسطو، جالینوس اور بطلیموس جیسے یونانی ماہرین کے نظریات کا بیشتر حوالہ دیا ہے جس سے اس کی یونان دانی کا پتہ چلتا ہے۔ البیرونی کے کچھ تبصرہ نگار حالانکہ اس امر سے متفق نہیں ہیں اس لیے کہ یونانی عالموں کے کام کا ایک بہت بڑا حصہ البیرونی کے زمانہ تک عربی اور سریانی زبانوں میں منتقل ہو چکا تھا۔ ندوی ان تبصرہ نگاروں میں سے ایک ہیں جو البیرونی کے یونانی علوم سے وابستگی عربی اور سریانی تراجم کے ذریعہ منسوب کرتے ہیں۔[17] یہ تبصرہ از خود اس کی شہادت تو دیتا ہی ہے کہ البیرونی کو کم سے کم سریانی زبان پر عبور تو حاصل ہی تھا۔ اس سلسلہ میں البیرونی کا اپنا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

> عیسائیوں کے پاس ایک کتاب پشق شاہی (یعنی سریانی ناموں کی تفسیر) جو چہار نامہ کی سرخی سے بھی جانی جاتی ہے اس لیے کہ اس میں ہر لفظ یونانی، سریانی، عربی اور فارسی زبانوں میں درج ہے۔ میں نے اس کا ایک نسخہ سریانی رسم الخط میں حاصل کر لیا اور اس میں نقوص یکسر نہیں ملتے جو غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ اس نظریہ کے پیش نظر میں نے اس کے بیشتر مواد کو (عربی) رسم الخط میں نقل کر لیا ہے۔[18]

جہاں تک کہ یونانی زبان سے البیرونی کے ربط کا تعلق ہے اس سلسلہ میں بھی حقیقت جاننے کے لیے البیرونی کی اپنی شہادت سے بہتر اور کیا ہوگا۔

> میں نے مندرجہ ذیل دو کتابیں ایک جڑی بوٹیوں سے متعلق کتاب جو بلحاظ اس کے کہ باتصویر ہے اور اس لیے بہت کارآمد ہے اور دوسری اوری بسیاس Oraibasios کی کنش Kunash کہ جس میں ہر طبی علاج کے سامنے یونانی حروف میں نام درج ہیں حاصل کر لیں اور میں نے ان کو نقل کر لیا اس لیے کہ مجھے اس (زبان) پر قدرت حاصل تھی۔[19]

یہ بات کہ البیرونی کا علمیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ در حقیقت اس میں یہ وصف اس کی روح تک پیوست تھا۔ شاذ و نادر ہی وہ ثانوی علمی مصادر پر اعتبار کرتا تھا اس لیے کہ اس کا یہ پختہ خیال تھا کہ یہ ذرائع نقص سے خالی نہیں ہیں۔ بار بار البیرونی نے اپنی تحریروں میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ہماری تحریروں میں نقص پائے جاتے ہیں خاص طور سے ایک ایسے زمانہ میں جیسا کہ ہمارا ہے جہاں لوگ اس بات پر بہت کم پروا کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ نقل کر رہے ہوں اس کی صحت درست ہو۔[20] مزید برآں یہ کہ اپنے مطالعہ کے دوران وہ یہ حقیقت محسوس کر کے بہت متفکر ہوا کہ مترجم ترجمہ کرتے وقت اپنی ذمہ داریاں صحیح طور سے نہیں نبھاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ترجمہ کریں بے بنیاد قیاس آرائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور مختلف نظریات کو بغیر سوچے سمجھے ہوئے شامل کر دیتے ہیں۔[21] یا عبداللہ ابن المقفع جیسے لوگ مضمون کے اصل متن میں لوگوں کے ذہنوں میں شبہات پیدا کرنے کی خاطر[22] کچھ اضافے اپنی طرف سے کر دیتے ہیں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جہاں لوگ ان شبہات سے بری نہیں ملتے کہ انھوں نے اصل متن کو ہی تبدیل نہ کر دیا ہو۔[23] یقیناً ان ناگفتہ بہ حالات نے البیرونی کو اصل مصادر کے مطالعہ کی طرف راغب کیا ہوگا اور ان میں قدیم یونانی کتابیں بھی رہی ہوں گی۔

حواشی :

(۱) البیرونی۔ کتاب الہند جلد اوّل ۔ ص ۳۱۸
(۲) ایضاً۔ ص ۳۰۴
(۳) سین۔ ایس۔ این۔ "البیرونی آن دی ڈرمینشن آف لانگی چیوڈس اینڈ لیٹی چیوڈس ان انڈیا۔" نیچرل سائنس اکاڈمی۔ نئی دہلی۔ نومبر 1971ء
(۴) البیرونی کتاب التحدید باب پنجم
(۵) القانون المسعودی کی پانچویں کتاب کا دوسرا باب اس بیان سے
(۶) متعلق ہے گویہ مکمل طور پر مثلثاتی Trignometrical تحریر ہے
(۷) البیرونی کتاب الہند۔
(۸) البیرونی کتاب التحدید۔ ص ۱۲۰
(۹) البیرونی۔ کتاب الہند۔ جلد اوّل ص ۳۰۳
(۱۰) ایضاً ص ۲۱۶۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آغازی دائرہ نصف النہار
(۱۱) کی یہ اطلاع پولیسا سدھانت سے ماخوذ ہے ہندوؤں کی تقلید
(۱۲) کرتے ہوئے عربوں نے بھی خصوصاً ابتدائی دور میں طول البلد کی پیمائش میں اوجین کے دائرہ نصف النہار کو ہی خط نسبت تسلیم کیا ہے۔ دیکھیے۔ سین۔ ایس۔ این۔ پچھلا حوالہ۔
(۱۳) کرامرس۔ جے۔ ایچ۔ "البیرونیز ڈٹرمینشن آف جیاگرافیکل لانگی چیوڈس۔" البیرونی کی موریشن والیوم۔ ایران سوسائٹی۔ کلکتہ۔ ۱۹۵۱ء۔ ص ۱۹۰۔
(۱۴) ایضاً۔ ص ۱۸۹
(۱۵) ایضاً۔ ص ۸۳۔۱۸۱
(۱۶) ایضاً۔ ص ۱۹۲
(۱۷) البیرونی۔ کتاب التحدید۔ ص ۱۲۰
(۱۸) اسی مقام پر
(۱۹) ایضاً۔ ص ۱۲۱
(۲۰) اسی مقام پر
(۲۱) اسی مقام پر
(۲۲) اسی مقام پر
(۲۳) البیرونی۔ کتاب الہند۔ جلد اوّل۔ ص ۳۰۶

(کتاب: البیرونی کے جغرافیائی نظریات سے اقتباس)

قومی اردو کونسل کی تازہ مطبوعات

-1	مختصر اردو لغت	260/-	-13	تاریخ طب	110/-
-2	شعر شور انگیز (مکمل سیٹ)	600/-	-14	یونانی ادویہ مفردہ	60/-
-3	اردو زبان کی تدریس	40/-	-15	سائنسی شعاعیں	15/-
-4	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ	70/-	-16	بچی کہانیاں	12/-
-5	آسان اردو شارٹ ہینڈ	40/-	-17	انوکھی پہیلی	15/-
-6	سائنس کی تدریس	20/-	-18	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (۱)	15/-
-7	امراض النسا	150/-	-19	جنت سنگار	180/-
-8	انیس کے سلام	60/-	-20	ننھے منے گیت	13/-
-9	معالجات (حصہ اول)	104/-	-21	آریہ سماج کی تاریخ	60/-
-10	معالجات (حصہ دوم)	128/-	-22	مبادیات طب پر ایک تحقیقی نظر	11/-
-11	معالجات (حصہ سوم)	120/-	-23	علم الادویہ	35/-
-12	معالجات (حصہ چہارم)	100/-			

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک ۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۶۶

تبصرے

کتابیں انسان کی بہترین دوست اور آفتاب صفت ہیں۔ کسی اور وسیلۂ اظہار ترسیل وابلاغ میں وہ حسن ونور کہاں کہ کتابوں کا بدل بن سکے۔ کتابوں کی طرف سے بے توجہی نہ صرف فرد، بلکہ خاندان اور ملک کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔

اردو میں اور ہندی میں بھی کتابوں کے مطالعے کی طرف سے بے توجہی عام روش بن چکی ہے ایسی صورت میں ذوق مطالعہ کے فروغ کے لیے کوشش اشد ضروری ہے۔ گوشۂ فروغ کتب اسی کوشش کا ایک حصہ ہے۔ اس عنوان کے تحت بعض کتابوں اور رسائل پر تبصرے شائع ہوتے ہیں علاوہ ازیں تبصرے کے لیے نئی مطبوعات کی اطلاع بھی شامل اشاعت ہوتی ہے۔ چونکہ ادب کا سمندر زبانوں کے حصار سے ماورا ہوتا ہے اس لیے اردو کے علاوہ دیگر معاصر زبانوں کی اہم کتابوں پر بھی گفتگو ہوگی۔

کتاب : **گجرال کمیٹی اور اس سے متعلق دیگر کمیٹیوں کا جائزہ**

مصنف : ڈاکٹر خلیق انجم

سنہ اشاعت : 1998

سائز : 23x36/16

ضخامت : 304 صفحات

قیمت : 175 روپے

مبصر : ڈاکٹر رضیہ حامد

ناشر : انجمن ترقی اردو، راؤز ایونیو، نئی دہلی۔ 110002

اردو کی ترقی اور فروغ کے لیے ہندوستان کی مرکزی حکومت نے 1972ء میں ایک کمیٹی برائے فروغ اردو قائم کی۔ جس کا مقصد حکومت کو ایسی سفارشات پیش کرنا تھا جس سے اردو کی ترقی اور فروغ حاصل ہو۔ اس کمیٹی کے صدر آئی۔ کے۔ گجرال مقرر کیے گئے۔ جنہیں ہندوستان کی تہذیبی رنگارنگی سے محبت اور اس گنگا جمنی تہذیب کی پروردہ اردو زبان سے لگاؤ ہے۔ گجرال صاحب کی رہنمائی کی وجہ سے اس کمیٹی کا نام گجرال کمیٹی مشہور ہوا۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے گجرال کمیٹی اور اس سے متعلق دیگر کمیٹیوں کا جائزہ، نام کی یہ کتاب لکھ کر اردو کے فروغ کے لیے ہونے والے کاموں کا جائزہ پیش کیا ہے جو تقریباً 26 سال کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم اردو ادب کے ادیب نقاد، محقق اور ماہر غالبیات ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کی تحریک سے پوری طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ان کا شمار اردو تحریک کے سرگرم اور فعال رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم گجرال کمیٹی نے وقتاً فوقتاً چار کمیٹیاں اور تشکیل دیں ایک کمیٹی کے علاوہ ڈاکٹر خلیق انجم تمام کمیٹیوں کے رکن رہے ہیں۔ اردو کی ترقی اور فروغ کے لیے کی گئی سفارشات، اس پر عمل آوری اور دیگر مسائل سے ڈاکٹر خلیق انجم کماحقہ واقف ہیں اور ان کے حل کے لیے ہر وقت فعال اور چاق و چوبند بھی۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے گجرال کمیٹی اور اس سے متعلق دیگر کمیٹیوں کا جائزہ، کتاب میں گجرال صاحب کی حسن کارکردگی، اردو سے لگاؤ اور اس کے مسائل سے پوری واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے گجرال صاحب کا اپنے کام اور اس سے متعلق اپنی ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے والی شخصیت بتاتے ہوئے ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور ان کے طریقۂ کار، اپنے چھوٹوں کے ساتھ حسن سلوک کو سراہا ہے۔

اس کتاب کی ابتدا میں ڈاکٹر خلیق انجم نے ہندوستان کی موجودہ صورت حال کا جائزہ پیش کیا ہے اور گجرال کمیٹی کے ابتدائی ایام کے نقوش اجاگر کیے ہیں۔ تاریخی پس منظر کے بارے میں ڈاکٹر خلیق انجم بتاتے ہیں کہ رپورٹ میں اس عنوان کے تحت اردو زبان وادب کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اُن دفعات کا ذکر ہے جو دستور ہند میں لسانی اور مذہبی اقلیتوں کو تحفظات فراہم کرتی ہیں۔ حکومت کے ان بیانات اور احکامات کو جو وہ اقلیتی زبانوں کے تحفظات کے سلسلے میں دیتے ہیں رپورٹ کے آخر میں اختصار کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اردو اور ریاستوں کے عنوان والے باب میں تمام صوبوں کا لسانی جائزہ اور اردو کی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔ سفارشات کے عنوان والے باب میں ہر صوبے کے مسائل کو مد نظر رکھ کر وہاں پرائمری سطح پر ہر اردو ذریعہ انتظامیہ کے باب میں سرکاری مقاصد کے لیے اردو کا استعمال ڈاک تار وریلوے کے محکموں میں اردو کا چلن گورنمنٹ گزٹ کو اردو میں نکالنا اردو صحافیوں کے مسائل وغیرہ اور اس کو ہمدردانہ حل کرنے کی مختلف سفارشات پیش کی ہیں۔

گجرال کمیٹی پر عمل آوری کا جائزہ لینے کے لیے سب سے پہلے سرور کمیٹی بنی اس کے سربراہ پروفیسر آل احمد سرور تھے اس لیے سرور کمیٹی کے نام سے مشہور ہوئی اس کے بعد دوسری کمیٹی سردار جعفری کمیٹی بنائی گئی اس کا مقصد بھی گجرال کمیٹی کی سفارشات اور اس پر عمل آوری کا جائزہ لینا تھا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے دونوں کمیٹیوں کی رپورٹوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ سید حامد کمیٹی اور عزیز قریشی کمیٹی کا تعلق براہ راست گجرال کمیٹی سے نہیں تھا مگر ان دونوں کی رپورٹ میں متعدد بار گجرال کمیٹی کی سفارشات کا ذکر آیا ہے اور انہوں نے ان میں سے ہی کئی سفارشات کی تائید کی ہے۔

سید حامد کمیٹی کا مقصد پس ماندہ اقلیتوں کے تعلیمی مسائل کا جائزہ لینا اور عزیز قریشی کمیٹی کا مقصد اقلیتوں کی تعلیمی حالت کا جائزہ لینا تھا۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے کتاب کی ابتدا میں اردو والوں سے کچھ گزارشیں کی ہیں وہ کہتے ہیں کہ پرائمری سطح پر ہمارے بچے اردو ضرور پڑھیں ایسی ہم سب کی کوشش ہونی چاہیے۔ اپنی استطاعت کے مطابق اردو کی کتاب اور رسالہ خرید کر پڑھنا چاہیے۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے کتاب گجرال کمیٹی اور اس سے متعلق دیگر کمیٹیوں کا جائزہ، لکھ کر اردو دنیا کے لوگوں کو اردو زبان کے لیے کیے گئے کاموں سے روشناس کرایا ہے یہ کتاب اردو زبان کے فروغ کے لیے کیے گئے کاموں اور ان کے کرنے والوں کی جدوجہد کا مرقع ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اردو کے توسط سے ہندوستان کی ہر ریاست کا چہرہ نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم بلاشبہ اس کتاب کو لکھنے کا حق رکھتے ہیں انہوں نے اردو تحریک کے ہر موڑ کو بچشم خود دیکھا ہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) اتنی اچھی اور معلوماتی کتاب چھاپنے پر مبارک باد کی مستحق ہے مذکورہ کتاب

اپنی معنویت وافادیت کی وجہ سے 175 روپے میں گراں نہیں ہے۔ اس کتاب کو ہندوستان کی ہر لائبریری میں ہونا چاہیے۔

تعلیم، سماج اور کلچر

کتاب	:	تعلیم، سماج اور کلچر
مصنف	:	اے۔ کے۔ سی۔ اٹاوے
مترجم	:	اختر انصاری
اشاعت	:	دوسری
سائز	:	23x36/16
ضخامت	:	238 صفحات
قیمت	:	61 روپے
مبصر	:	شمع افروز زیدی
ناشر	:	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

ترجمہ ایک ایسا فن ہے جس کی مدد سے دوسری دیگر زبانوں کے ادب سے واقفیت حاصل کرنے کے ساتھ ہی اس دور کی ثقافت، ماحول اور کلچر سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس زبان کو نہیں جانتے لیکن ترجمے کے ذریعہ اس سے فیضیاب ضرور ہو سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں ترجمے کی اہمیت وافادیت دن بہ دن بڑھ رہی ہے اور دوسری زبانوں کا ادب ترجمے کے سبب زیادہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ اس سلسلے کی کڑی موجودہ کتاب "تعلیم سماج اور کلچر" ہے اس کتاب کو پہلی بار قومی اردو کونسل نے 1980 میں شائع کیا تھا لیکن قارئین کی زبردست مانگ کے سبب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا شمار قومی اردو کونسل کی مقبول کتابوں میں ہوتا ہے۔ کتاب ہذا کے مصنف اے۔ کے۔ سی اوٹاوے ہیں لیکن اختر انصاری نے اس کا ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے کہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔

کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں تعلیمی سماجیات کے تحت سماج کیا ہے؟ تعلیم کا دائرہ کار، تعلیم اور سماج کے رابطے وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کلچر تصور کلی عنوان کے تحت دوسرا باب ہے اس میں کلچر کی تعریف، کلچری اوضاع اور شخصیت، وراثت کے اثرات، مہذب معاشرے وغیرہ کا ذکر ہے۔ سماج میں اگرچہ مختلف مذاہب رہتے ہیں لیکن ان کا کلچر مختلف ہوتا ہے معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کس طرح اپنے کلچر سے جڑا رہتا ہے اور دوسرے کلچر سے بھی ربط برقرار رکھتا ہے ان سب باتوں پر کتاب میں بحث ہے۔ تیسرا باب سماجی قوتوں اور ثقافتی تغیر پر مبنی ہے اس میں سماجی طاقتوں کی نوعیت، سماجی ضروریات، کلچری تغیر، طاقت اور ہیئت اجتماعی کا بیان ہے۔ چوتھے باب میں انگلستان میں تعلیم کو متعین کرنے والے سماجی عناصر زیر بحث آئے ہیں۔ پانچواں باب ان معنوں میں اہم ہے کہ اس میں آئندہ سماج کی تعلیمی ضروریات، جمہوریت کی بدلتی ہوئی فطرت اور تعلیم کے رول پر بطور خاص بحث ہوئی ہے۔ چھٹے باب میں سماجی تعامل کے تحت سماجی رول کا تصور کلی، گھریلو زندگی کے تغیرات اور بیرونی کلچری اثرات کا ذکر تفصیل سے ہے۔

بچہ سماج کے بڑھتے ہوئے دائرے کے اندر پرورش پاتا ہے جس کے سبب سماج میں بسے ہوئے لوگوں سے اس کا تعلق زیادہ حقیقی ہوتا چلا جاتا ہے۔ کتاب میں یہ بھی بتایا ہے اگرچہ بچے کا پہلا سماجی ادارہ ماں کی گود ہے لیکن بتدریج وہ ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل شخصیت کے روپ میں سماج میں ابھر کر اپنی اہمیت منواتا ہے۔ اس باب میں اسکولی زندگی اور جمہوریت،

مشترک ذمے داری، اسکول کی سماجی آب و ہوا اور اختیارات کے استعمال پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے انسان کرداری عمل کی سائنس عنوان کے تحت آٹھواں باب ہے اس میں ہم جو کچھ ہیں وہ کس طرح ہوئے۔ کس طرح ہم تبدیل ہو سکے ہیں وغیرہ پر مدلل انداز میں بحث کی گئی ہے۔ ماورائے ساجیات کتاب کا نواں یعنی آخری باب ہے اس کتاب میں ہوئی بحث کو نہایت خوبی سے سمیٹ لیا گیا ہے یقین واثق ہے یہ کتاب اپنی گوناگوں خصوصیات کی بناء پر ادب نوازوں کے حلقے میں پذیرائی اختیار کرے گی۔

عظیم سائنسداں

نام رسالہ	:	عظیم سائنسداں
نام مصنف	:	ڈاکٹر احرار حسین
سائز	:	23x36/16
جلد	:	پیپر بیک
ضخامت	:	83 صفحات
مبصر	:	شمع افروز زیدی
ناشر	:	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔8، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

موجودہ دور سائنس کا ہے اور سائنس کی کتابیں اردو زبان میں کمیاب ہیں اردو میڈیم طلبا میں سائنس کا رجحان عام کرنے اور ان کے دلوں میں سائنس کے تئیں ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے اردو میں سائنس کی ایسی کتابیں مہیا کی جائیں جن کا مطالعہ کرنے میں طلبا دلچسپی محسوس کریں۔

ڈاکٹر احرار حسین کا نام ان معنوں میں اہمیت کا حامل ہے کہ آپ مسلسل اردو میڈیم طلبا کے لیے سائنسی موضوعات پر دلجمعی سے کام کر رہے ہیں اسی سلسلے کی کڑی مذکورہ کتاب ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر صاحب کی "سائنس کوئز" اور "سائنسی شعاعیں" شائع ہو چکی ہیں۔ "سائنسی شعاعیں" بھی قومی اردو کونسل نے دسمبر 1997ء میں شائع کی تھی۔ عظیم سائنس داں کتاب میں سائنس کا ایسا خزانہ پوشیدہ ہے جس سے نہ صرف طلبا مستفید ہوں گے بلکہ بڑوں کے لیے بھی اس کتاب کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا۔ اس میں دنیا کے عظیم سائنسدانوں کے حیات اور کارناموں کی تفصیل شامل ہے۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں شرکت کرنے والے طلبا کی جنرل نالج تیز کرنے میں یہ کتاب معاون ثابت ہوگی۔

کتاب	:	**اختر الایمان: مقام اور کلام**
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی
سائز	:	ڈمائی آکٹوو
ضخامت	:	344 صفحات
قیمت	:	250 روپے
مبصر	:	ایس۔ اے۔ رحمٰن
ناشر	:	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

زیر نظر کتاب ڈاکٹر فیروز کی نئی تالیف ہے۔ اس تالیف میں اختر الایمان کی شاعری کے بارے میں اہم دانشوروں کے مضامین بھی ہیں اور ان کے مطبوعہ مجموعوں سے ان کی شاعری کا ایک انتخاب بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، جہاں یہ کتاب اختر الایمان کے لیے ایک خراج عقیدت ہے، وہیں یہ ان کی شاعری کو سمجھنے میں مدد دینے کی طرف ایک قدم بھی ہے۔ اس تالیف میں شمس الرحمٰن فاروقی، جمیل جالبی، محمد حسن، خلیل الرحمٰن اعظمی، میراجی، وزیر آغا، باقر مہدی، وارث علوی وغیرہ کے مضامین شامل ہیں جن میں اختر الایمان کے شعری رویوں اور خصوصیات کی

نشاندہی کی گئی ہے۔ میرا جی نے اخترالایمان کو جستجو کا شاعر کے طور پر شناخت کیا ہے تو باقر مہدی کے لیے وہ محض ایک منفرد نظم گو ہیں۔ وزیر آغا کے لیے اخترالایمان کی شاعری سے مراجعت کی ایک مثال ہے تو محمد حسن کے لیے ان کی شاعری تیسری جہت کی شاعری ہے۔ ابوالکلام قاسمی نے اپنے مضمون میں اخترالایمان کی شاعری میں طنزیہ علامتی اسلوب کو اپنا موضوع بنایا ہے تو روبرو میں اخترالایمان سے لیے گئے کچھ انٹرویوز بھی شامل ہیں۔ ان انٹرویوز میں اخترالایمان نے اپنی فکر، مسائل، جذبوں، رویوں اور شاعری کے لیے کھل کر اظہار خیال کیا ہے جن میں ان کی زندگی کے ایسے گوشے سامنے آئے ہیں جہاں تک نقاد کی نظر آسانی سے نہیں پہنچ سکتی۔ ان انٹرویوز کے توسط سے اخترالایمان نے اپنی زندگی اور شاعری کے بارے میں پھیلی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں دور کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

اس تالیف کا دوسرا حصہ اخترالایمان کی شاعری کا انتخاب ہے۔ میری نظر میں یہ ایک نمائندہ انتخاب ہے کیونکہ اس سے اخترالایمان کی فکر، لہجے، رویے اور اسلوب کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کتاب صاف ستھری چھپی ہے جس کا سرورق بھی جاذب نظر ہے۔

کتاب : آخری سبق
مصنف : کیدارناتھ کومل
سائز : 23x36/16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 64 صفحات
قیمت : 40 روپے
مبصر : شمع افروز زیدی
زیر اہتمام : معیار پبلی کیشنز۔ کے۔302، تاج انکلیو، گیتا کالونی، نئی دہلی - 110031

اردو میں بچوں کے ادب کی جانب کم ہی لوگوں نے توجہ دی ہے اور ان کے لیے ادب تخلیق کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ چونکہ بچے ملک و قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں اور انھیں نئی تبدیلیوں اور حوصلے سے زمانے کے ساتھ قدم ملا کر آگے بڑھنا ہے۔ سو ان کی ذہنی نشوونما کے لیے بہترین ادب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیوؤں اور پریوں کا زمانہ اب قصہ پارینہ بن چکا ہے موجودہ دور کا بچہ کمپیوٹر کے ساتھ سانس لے رہا ہے۔ اب وہ دیوؤں اور پریوں کی کہانیوں پر یقین نہیں کرتا۔

بچوں کے لیے ادب پیش کرتے ہوئے مصنف کو بطور خاص ان کے ذہنی معیار، لفظیات اور زبان کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور ایسی زبان استعمال کرنی پڑتی ہے جسے بچے کا ذہن فوری طور پر قبول کر لے اور یہ بات زیر تبصرہ کتاب "آخری سبق" میں بدرجہ اتم موجود ہے کیدارناتھ کومل تقریباً 25 برس سے بچوں اور بڑوں کے لیے لکھ رہے ہیں۔ بچوں کے لیے ان کی یہ تیسری کتاب ہے۔ اس سے قبل پہلا شعری مجموعہ 1982ء میں شائع ہوا تھا حال ہی میں قومی اردو کونسل نے 64 صفحات پر مشتمل "ننھے منے گیت" بڑے سلیقے سے شائع کی ہے "آخری سبق" دہلی اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ لوک کتھائیں سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہیں کومل صاحب نے انھیں کتھاؤں کو جدید قالب میں ڈھال کر بچوں کے لیے آسان زبان میں پیش کر دیا ہے۔ کتابت جلی اور عمدہ ہے۔ زبان روزمرہ ہے۔ اردو کی مہارت بڑھانے کے لیے بچوں کے لیے اچھا تحفہ ہے یقین ہے کہ بچوں کے حلقے میں اسے پذیرائی ملے گی۔

کتاب : سانگشت
مصنف : مبین صدیقی
سنہ اشاعت : مارچ 1998
سائز : 23x36/16
ضخامت : 128 صفحات

قیمت : 151 روپے
مبصر : شاہد رزمی
ناشر : علم وادب پبلشر، بھنور پوکھر، پٹنہ۔4

روایتی اور مروجہ شعریات کی نفی کرتے ہوئے کوئی فن پارہ تصنیف کرنا، اپنے آپ میں جگرے کا کام ہے۔ مبین صدیقی کی زیر تبصرہ کتاب "سائنٹسٹ" اسی قبیل کی تصنیف ہے جو 14 چھوٹے بڑے ڈراموں پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کے تمام ڈرامے کم وبیش تجریدی، علامتی، تخیلی اور لایعنی وصف رکھتے ہیں جن میں زندگی کی کش مکش، معاشرے کی بدفعلیوں اور نظام کی کج رویوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہاں بیشتر ڈرامے مختصر ہی نہیں بلکہ مختصر ترین (ایک صفحہ پر محیط) ہیں لہٰذا ان ڈراموں پر Skit اور ٹیبلو (Tableau) کا گمان گزرتا ہے۔ رت جگے، خوش آمدید (ریڈیائی ڈراما) اور اندھیروں کی کوکھ سے ڈرامے کچھ طویل ہیں لیکن مبین صدیقی کا جوہر چھوٹے ڈراموں میں ہی کھلتا ہے مثلاً اوقات نمبر ایک، اوقات نمبر دو، چار پردے، ریسرچ، راستے بند ہیں سب، سائنٹسٹ وغیرہ وغیرہ۔

سائنٹسٹ ڈرامے کی روایتی اور مروجہ شعریات کی نفی کرتا ہے لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ان میں جدید ڈرامے کے امکانات بڑی حد تک پوشیدہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی ذہین اور ماہر ہدایت کار ان ڈراموں میں پوشیدہ ڈرامائی عناصر کو منظر عام پر لائے چونکہ سائنٹسٹ کے بیشتر ڈراموں کا انداز Synopsis سا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ڈراما نگار نے محض خاکے پیش کیے ہیں۔ اب ہدایت کار اور پروڈیوسر پر یہ منحصر ہے کہ ان خاکوں میں وہ رنگ کیسے بھرتے ہیں؟ ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ جدید تھیٹر کم وبیش ہدایت کار اور پروڈیوسر کا مرہون منت ہے جو اپنی طباعی و صناعی سے اسکرپٹ میں جان ڈال دیتے ہیں۔ ڈراما "رت جگے" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جہاں ایک ہی منظر میں مختلف اور متضاد مناظر کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

"کچھ بچے اڈے پر جھکے، ہاتھ میں سوئی لیے خراٹے لے رہے ہیں۔۔۔ الگ الگ گوشے میں دو چھوٹے چھوٹے لکڑی کے دروازے کھڑے ہیں۔ ایک دروازے کے بعد گہری تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے گوشے کے دروازے سے متصل دوسرے کارخانوں کے مناظر وقفے وقفے سے بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی لیتھ مشینوں کے کڑکڑانے کی آوازیں آتی ہیں کبھی ویلڈنگ کی چڑچڑاتی ہوئی چکاچوندھ کوند کوند جاتی ہے۔ کبھی لوہے پر ہتھوڑے کی متصادم گونج، کبھی مشینوں کے کھٹکنے کی صدائیں، کبھی ربڑ کبھی پلاسٹک کبھی چمڑے کے جلنے اور ڈھلنے کی کریہہ بدبو پھیل پھیل جاتی ہے کبھی سلائی مشینوں کی کھن کھن، کبھی لکڑیوں کی ٹھک ٹھک اور کبھی پھول مشینوں کی لرزہ براندام جھن جھن۔۔۔" ص ۲۹-۲۸

ایسی بے شمار مثالیں متذکرہ مجموعے میں جابجا مل جاتی ہیں جن میں بیک وقت کئی مناظر ایک ساتھ چلتے ہیں جہاں رنگ وصوت، روشنی و موسیقی وغیرہ کا وافر استعمال ممکن ہے۔

ان خوبیوں کے علی الرغم کچھ کوتاہیاں اور خامیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں مثلاً

(الف) ناشر نے بیک کور پر 17 ڈرامے ہونے کی بات کہی ہے جب کہ 16 ڈرامے ہی شامل کتاب ہیں۔

(ب) ڈراما آپریشن کوڈ نمبر 2 کو اپنے ہم عنوان ڈرامے (کوڈ نمبر 1 اور کوڈ نمبر 3) سے جدا رکھنے کا کیا جواز ہے؟

(ج) طباعت اور پروف ریڈنگ ناقص ہے۔

ان کوتاہیوں اور خامیوں سے قطع نظر یہ بات اپنی جگہ قابل قدر ہی نہیں قابل رشک بھی ہے کہ ادارہ علم وادب نے ایک غیر معروف فن کار کو موقع فراہم کیا ہے

جن سے یقیناً جدید اردو ڈرامے کے تعلق سے اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

رسالہ	:	**ترویج (ماہنامہ)**
مدیر	:	**خاور نقیب**
معاون مدیر	:	سیدہ ام کلثوم صدف
سائز	:	23x36/16
ضخامت	:	72 صفحات
قیمت	:	30روپے
مبصر	:	حامد ربانی
ناشر	:	یونائیٹڈ اکانومک فورم آف اڑیسہ، مائکاہاؤس، کٹک (اڑیسہ)

ریاست اڑیسہ اپنے خوبصورت ساحلوں، Benches، مندروں اور قبائلی آرٹ کے نقوش کے لیے جانی جاتی ہے لیکن اسی سرزمیں سے شائع ہونے والے ترویج "جیسے اردو کے خوبصورت مجلّے کو دیکھ کر مسرت آمیز تعجب ہوا کہ ایسی دور افتادہ سنگلاخ سرزمین سے بھی اردو کے ایسے خوش رنگ گل بوٹے اُگ سکتے ہیں۔ ترویج کا چوتھا شمارہ پیش نظر ہے۔ کمپیوٹر طباعت سے آراستہ یہ مجلّہ پہلی ہی نظر میں اپنے سنجیدہ مشمولات و مضامین کی وجہ سے قاری کو اپنی جانب متوجہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ مجلس مشاورت میں شمس الرحمٰن فاروقی، پروفیسر عنوان چشتی، پروفیسر گوپی چند نارنگ، مظہر امام اور کرشن موہن جیسے معتبر نام شامل ہیں۔ مجلّہ کے مستقل عنوانات میں، شاعر عکس تحریر، سردورفتہ، طنزومزاح، بچوں کا گوشہ، کامکس، تبصرے، تاثرات، اور چہرہ نما دلچسپی کے حامل ہیں۔ سنجیدہ ادبی مقالات میں اردو کی ادبی تحریکوں کے پس منظر میں ڈاکٹر کرامت علی کرامت کا تجزیاتی مضمون "بلونت سنگھ کے فن کا مطالعہ "گوپی چند نارنگ کی تنقید کا اگلا قدم" میں بلونت سنگھ کے فن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ فاضل مدیر خاور نقیب نے "شعریات عجمی میں صنائع بدائع کی بازیافت" کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جسے پڑھ کر شعری محاسن اور علم صنائع و بدائع پر ان کی اچھی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ خاور نقیب ہی کی سماجی کشمکش کے پس منظر میں ایک طویل تاثراتی نظم بھی شامل ہے۔ مجلّہ کے شعری حصہ میں نئے اور پرانے شعراء کو برابر جگہ دی گئی ہے۔ آزاد غزل اور ہائیکو کا تجربہ بھی شامل اشاعت ہے۔ حصہ نعت میں بارگاہ رسالت مآب میں کرشن موہن کا نذرانہ عقیدت دل کو چھو لیتا ہے۔ مجلّہ کو مجروح سلطانپوری اور پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اپنی دعاؤں اور نیک خواہشات سے نوازا ہے۔ دینی معلومات کی اہمیت سے انکار نہیں مگر اس کے لیے مذہبی مجلّہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ ادبی مجلّہ کو بہشتی زیور بنانے کی وجہ نہیں معلوم۔ پرنٹ لائن تلاش بسیار کے بعد بھی نہ مل سکی۔ مجموعی اعتبار سے مجلّہ ترویج سنجیدہ ادب پڑھنے والوں کو پسند آئے گا۔

کتاب	:	**بازدید، ہندوستان وپاکستان کے افسانے**
مرتبین	:	محمد علی صدیقی، سکرتاپال کمار
اشاعت	:	فروری1998ء
سائز	:	23x36/16
ضخامت	:	216 صفحات
قیمت	:	175روپے
مبصر	:	ابوظہیر ربانی
ناشر	:	کتھا، اے۔3، سرودیا انکلیو، اربندو مارگ، نئی دہلی۔110017

باز دید، ہندوستان اور پاکستان کے نمائندہ افسانوں کا مجموعہ ہے جسے یونیسکو کے مالی تعاون سے کتھانے

شائع کیا ہے۔ یہ کتاب یونیسکو کے اس پروجیکٹ کے نتیجے میں سامنے آئی ہے جس کا مقصد اردو کو ہندوستان وپاکستان کی مشترکہ زبان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ اس کے مترتبین میں محمد علی صدیقی پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں اور سکرتاپال کمار ہندوستان سے۔ اس مجموعے میں بعض پرانے افسانہ نگاروں کے ساتھ ساتھ نئے افسانہ نگاروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ مرتبین نے افسانوں کا انتخاب جس طرح کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نظریاتی اور فکری تنگ نظری کا شکار نہیں ہیں۔ انہوں نے مختلف زاویۂ فکر کے حامل افسانوں کو اس انتخاب میں شامل کیا ہے۔ اس مجموعے کے آغاز میں "اس مجموعے کے بارے میں" کے عنوان سے ڈاکٹر محمد علی صدیقی کا دس صفحوں پر مشتمل ایک طویل مضمون ہے جس میں انھوں نے اس انتخاب اور اس کے لیے وضع کردہ اصولوں پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ مجموعہ اگرچہ ایک مقصد کے تحت مرتب کیا گیا ہے لیکن یہ مقصدیت اس کی ادبی صحت کو مجروح نہیں کرتی۔ اس میں جو بھی افسانے شامل کیے گئے ہیں وہ فن کے لحاظ سے عمدہ اور معیاری ہیں۔ دوسری طرف فکری لحاظ سے ان میں عوامی زندگی خصوصاً اردو طبقے کے ایسے مسائل پیش کئے گئے ہیں جو دونوں ملکوں کے مشترکہ مسائل ہیں۔ اس میں خصوصاً 1960ء کے بعد کے تحریر کردہ افسانوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ آج کے سماج کے گوناگوں مسائل کا احاطہ کرتے ہیں جس پر ماضی کی چھاپ بھی ہے اور مستقبل میں آنے والی تبدیلیوں کی جھلک بھی۔

اس مجموعے میں کل پندرہ افسانے شامل ہیں جن میں آٹھ پاکستان سے لیے گئے ہیں اور سات ہندوستان سے۔ پہلا افسانہ امراؤ طارق کا "آخری اسٹیشن" ہے۔ جو تقسیم ہندوپاک کے کرب ناک حادثے کی دلدوز تصویر کشی کرتا ہے جس نے ہزاروں لوگوں کی جانیں لے لیں اور ہزاروں کو بے گھر کر دیا۔ دوسرا افسانہ انتظار حسین کا "زرد کتا" ہے۔ اس افسانے میں انسان کے وجودی مسئلے کو روحانی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ افسانہ مشرقی ثقافت اور معاشرتی نظام کی ترجمانی پر مبنی ہے۔ یہ مشرقی ثقافت بڑے شہروں کی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور گاؤں کی سماجی و تہذیبی فضا کی ترجمانی ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ فساد برصغیر کا ایک بھیانک مسئلہ بن کر ابھرا جس نے آدمی کی فطرت اور سوچ کو پوری طرح بدل کر رکھ دیا۔ سید محمد اشرف کی کہانی "آدمی" آدمی کے دوہرے روپ اور اس کے بدلتے کردار کو بڑی فنکاری اور وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ آدمی جو پہلے آدمی کے لیے تحفظ کا ضامن تھا اب سفاک قاتل بن جاتا ہے۔ پہلے آدمی کو دیکھنے سے حفظ وامان کا احساس ہوتا تھا لیکن اب خوف وخطرے کا طوفان امڈ پڑتا ہے۔ دیگر افسانوں میں انور سجاد کا "گائے"، انور قمر کا "چوراہے پر ننگا آدمی" بانو قدسیہ کا "بیٹے کا خط" جیلانی بانو کا "جوائے" زاہد حنا کا "پانیوں میں سراب" سریندر پرکاش کا "بجوکا" سلیم آغا قزلباش کا "اکائی" غیاث احمد گدی کا "ڈوب جانے والا سورج" فرخندہ لودھی کا "واماندگی شوق" قرۃ العین حیدر کا "حسب نسب" اور محمد منشایاد کا "بند مٹھی میں جگنو" شامل ہیں۔

بلاشبہ 1960ء کے بعد اردو میں اچھے افسانے بڑی تعداد میں لکھے گئے ہیں۔ ظاہر ہے اس مختصر مجموعے میں اس کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہی شامل کیا جاسکتا تھا۔ پھر بھی جو افسانے اس میں شامل کیے گئے ہیں انتخاب کے لحاظ سے عمدہ ہیں۔ کتاب کا گیٹ اپ اور اس کی کتابت وطباعت بھی اعلیٰ درجے کی ہے۔

ششماہی فکرو تحقیق نئی دہلی

کتاب	:	فکرو تحقیق
مدیر اعلیٰ	:	ڈاکٹر ایم۔ حمیداللہ بھٹ
مدیران	:	انوار رضوی، بشیر احمد
سائز	:	23x36/16
ضخامت	:	416 صفحات
قیمت	:	50 روپے
زر سالانہ	:	60 روپے
مبصر	:	عادل صدیقی
ناشر	:	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک خود مختار ادارہ ہے اس سے قبل اس کا نام ترقی اردو بورڈ تھا مگر اب یہ ادارہ ایک فعال ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ کی سرکردگی میں اردو کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔ اس کا علمی و تحقیقی جریدہ فکرو تحقیق جنوری تا جون 1998 منظر عام پر آیا ہے یہ اردو لسانیات کے مسئلے کے تحقیقی مواد کو مستند اہل قلم حضرات کے توسط سے اصحاب نظر افراد تک پہنچانے کی ایک کامیاب کوشش کہی جاسکتی ہے۔ اس کے مشمولات کو سجانے والوں میں اردو دنیا کے دو مستند نام جناب انوار رضوی اور جناب بشیر احمد ہیں۔ لکھنے والوں میں ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، ڈاکٹر این ایس گوریکر، ڈاکٹر ایس جمال محمد، ڈاکٹر اے آر فتحی، ڈاکٹر انور پاشا، جناب منظور الامین، جناب ابوالفیض سحر، محترمہ جیلانی بانو، ڈاکٹر ارتضیٰ کریم، پروفیسر مجاور حسین رضوی، پروفیسر مغنی تبسم، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، جناب کشمیری لال ذاکر، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی اور دیگر مستند اہل قلم حضرات شامل ہیں۔

ڈاکٹر جمال محمد کا مضمون اگرچہ انگریزی میں ہے لیکن اس میں انھوں نے اردو کے مسائل اور اس کے مستقبل کے امکانات کا جو تجزیہ پیش کیا ہے، بھلے ہی اُن سے قاری کو اتفاق نہ ہو مگر وہ غور طلب ضرور ہیں۔ زیادہ تر مضامین "ہندوستان کا متنوع لسانی پس منظر اور اردو زبان" کے موضوع پر ہیں۔

زیر نظر شمارے کے 30 مقالات وہ ہیں جو قومی اردو کونسل کے سیمینار منعقدہ 17 نومبر تا 19/ نومبر 1997ء میں پیش کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ نے 'ہماری بات' کے عنوان سے بجاطور پر ارشاد فرمایا کہ اردو ہندوستان جیسے کثیر لسانی، کثیر مذہبی، کثیر ثقافتی ملک کو واحد قوم کی صورت میں مستحکم کرنے کا اہم فریضہ انجام دے رہی ہے چنانچہ آزادی کی پچاسویں سال گرہ کے موقع پر ہندوستانی ثقافتی پس منظر میں اردو زبان و ادب کی جڑوں کی تلاش ایک مستحسن کوشش ہے جس سے ملک میں قومی یک جہتی کے فروغ میں مدد ملے گی۔ اس سیمینار کے دوسرے اجلاس کی صدارت جناب کملیشور نے کی۔ موصوف نے بجاطور پر کہا کہ اب اردو اور ہندی زیادہ دور ہوتی جارہی ہیں۔ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے۔ اس اجلاس میں جمنا داس اختر نے کہا کہ اردو اخبارات سے زیادہ کسی زبان کے اخبارات نے قید و بند کی سختیاں نہیں جھیلیں تیسرے اجلاس میں جناب علی سردار جعفری نے کہا کہ ملک میں فرقہ پرست اور احیاء پرست طاقتوں کی یلغار مسلمانوں پر نہیں، دراصل ان کا نشانہ

مشترکہ قومی کلچر پر بھی ہے۔ سردار جعفری کی یہ شکایت صد فی صد درست ہے کہ علمی کتابیں کم چھپتی ہیں، پانچ سو، ڈھائی سو یا ایک ہزار۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ چند پیپر، کچھ سیمینار، چند تقریریں بس۔

ڈاکٹر کمال احمد صدیقی نے اپنے مقالے میں فرمایا کہ آزادی کے بعد مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے سارے پروگرام ایک کے علاوہ ناقابل عمل رہے۔ یہ ایک استثنیٰ اردو کے چلن کو ختم کرنا تھا۔

جناب منظور الامین نے اپنے مضمون میں کہا کہ جب تک کسی زبان کو State Language کا مرتبہ حاصل نہ ہو، وہ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

جناب ابوالفیض سحر نے کہا کہ ہندوستان میں اردو کے مسائل کو اس کے علمی، ادبی، ثقافتی اور سماجی ارتباط کے تناظر میں سمجھنا ہوگا۔

پروفیسر سیدہ جعفر نے دکنی ادب کے حوالے سے اردو ادبیات میں ہندوستانیت کی شناخت اور اس کی نشاندہی کرتے ہوئے ترقی پسند تحریک کو اردو ادب کی بہت بڑی تحریک بتایا۔ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم لکھتے ہیں کہ پریم چند کا سوز وطن ہو یا پریم پچیسی، راجندر سنگھ بیدی کا گرم کوٹ ہو یا لاجونتی، کرشن چندر کا ان داتا ہو یا کالو بھنگی، منٹو کا ٹوبہ ٹیک سنگھ ہو یا ٹھنڈا گوشت، تمام افسانوں میں ہندوستانیت اپنے شباب پر ہے۔

پروفیسر جعفر رضا نے "ہندوستان میں کلاسیکی روایات کی بازیافت" کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے بجا طور پر کہا کہ ہمیں تہذیبی زندگی کے ان سرچشموں کو تلاش کرنا ہوگا جو ہمارے گرد و پیش ہیں لیکن ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔

مشترکہ تہذیب اور قومی زبان کے مسئلے پر اظہار خیال کرنے والوں میں جناب نریندر لوتھر، جناب کشمیری لال ذاکر، پروفیسر نصیر احمد خاں، پروفیسر عبدالحق اور پروفیسر محمد زماں آزردہ شامل تھے، ان تمام مضامین کا ماحصل ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور قومی یک جہتی کی اعلا روایات کا اعادہ ہے۔

پروفیسر حامدی کشمیری نے "اردو کلاسیکی شعریات کی معنویت" کے عنوان میں ایک اچھی بات یہ کہی کہ یہ طے ہے کہ شاعری کے اصولوں یا شرطوں کا تعین شاعر کرتا ہے نہ کہ تنقید نگار"

پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی نے اپنے مختصر مقالے میں دور جدید میں مشرقی علوم و افکار کی معنویت سے بحث کی ہے۔

مختصر یہ کہ تمام مقالے ہندوستانی دانشوروں کے غور و فکر کا نچوڑ ہیں یہ مجلہ ہر یونیورسٹی اور علمی ادارے کی لائبریری کی زینت بننا چاہیے تاکہ اردو کے طلبا جو ایم۔ اے یا علوم شرقیہ کے امتحانات دینے میں مصروف ہیں وہ بھی اس سے بخوبی فائدہ اٹھا سکیں۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان مختلف انداز میں اردو کی جو وقیع خدمات انجام دے رہی ہے یہ مجلہ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، کمپیوٹر کی کتابت میں پروف ریڈنگ ایک بڑا مسئلہ ہوتا ہے، بار بار تصحیح کے بعد بھی اغلاط کی گنجائش رہتی ہے۔ کچھ اسی طرح کی غلطیاں کہیں کہیں در آئی ہیں۔

بحیثیت مجموعی یہ مجلہ اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

ششماہی فکر و تحقیق نئی دہلی

مبصر: مشتاق صدف

مطبوعہ روزنامہ عوام، دہلی : مئی 1998ء

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا زیر نظر فکری و تحقیقی جریدہ فکر و تحقیق جولائی تا دسمبر 97 کا شمارہ کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا اداریہ انتہائی فکر انگیز ہے۔ اس میں اردو کے طلباء کی محنت، کاوش اور بہتر فکر و عمل میں آئے زوال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اردو زبان وادب کے شعبوں میں ہونے والی تحقیق کے گھٹتے معیار کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جریدے میں شامل مقالات سے اس کے بہتر معیار کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس علمی و تحقیقی جریدہ کے ٹائٹل سے دو قسم کا تاثر ذہن میں اُبھرتا ہے۔ اول تو یہ کہ آفتاب میں گہن لگنا شروع ہو گیا ہے اور دوم یہ کہ آفتاب میں لگا گہن بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آفتاب کو اردو زبان وادب کی علامت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

اس شمارے میں دس مقالات شامل ہیں۔ ان میں کچھ ایسے مقالے بھی ہیں جنہیں نہ تو فکری قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تحقیقی بلکہ انہیں معلوماتی مقالے کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے۔ پہلا مقالہ بعنوان "چمنستان شعراء" ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا ہے۔ اس میں انہوں نے لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کی شعری سوجھ بوجھ اور نکات سخن پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس مقالے کی روشنی میں "چمنستان شعراء" کو اردو ادب کی تاریخ میں ایک بہتر تذکرہ قرار دینے پر جانب داری کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔

سید غلام محمد مست کلکتوی کی شخصیت اور فن پر مبنی شانتی رنجن بھٹاچاریہ کا مقالہ بے حد معلوماتی اور تحقیقی ہے، اس سے مست کلکتوی کی شخصیت پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔ بیسویں صدی کے اس گمنام شاعر کو جس کا ذکر تاریخ ادب میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے بڑی خوب صورتی سے متعارف کرایا ہے۔ مست کلکتوی کے حالات زندگی، کلام اور دیگر علمی و ادبی خدمات سے اردو دنیا یقیناً متاثر ہوگی اور آنے والے دنوں میں اس شاعر کو وہ مقام ضرور ملے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ کے گہرے مطالعے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم ایک بڑے شاعر کی زندگی اور کلام سے آشنا ہوئے۔ اکبر حیدری کشمیری کا تحقیقی مقالہ "اردو کا پہلا ادبی رسالہ (مخزن الفوائد) سے کئی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس مقالے میں مخزن الفوائد کو اردو کا پہلا رسالہ ثابت کرنے کے لیے کچھ مثالیں ایسی پیش کی گئی ہیں جن پر دوسروں کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ ظہیر احمد صدیقی کے مقالے بعنوان "ایک آدمی نامہ۔ تین زاویے" اور معین الدین کے مقالے "موریشس میں اردو" سے اس بات کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ اردو ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اس کے بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے ہر جگہ موجود ہیں۔ پروفیسر اشرف رفیع کا مضمون "اردو کا اثر تلگو پر" کو بھی اسی زمرے میں رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اردو کی مقبولیت کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ اس مضمون سے اس حقیقت کی عکاسی ہو جاتی ہے۔

رتن لال بنسل کے مقالے "جدوجہد آزادی اور تحریک ولی اللّٰہی میں ان شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تحریک ولی اللّٰہی سے حد درجہ متاثر ہوئیں اور جنھوں نے ہندوستان کا سر بلند رکھنے کے لیے جدوجہد آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مقالے کے مواد سے تحریک ولی الٰہی کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے، اس کی زبان رواں اور سلیس ہے انداز بیان منفرد ہے۔ اکبر رحمانی کا مقالہ "خاندیش میں مرثیہ نگاری" خالص تحقیقی مقالہ ہے، مقالہ نگار کی انتھک محنت اور کاوش کا یہ نتیجہ ہے کہ مرثیہ نگاری کے ارتقا اور اس کی ہیئت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اٹھارویں صدی

کے برہان پور کے اہم مرثیہ گویوں کے بارے میں تفصیلی معلومات اس مقالے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اکبر رحمانی کی تحریر پختہ ہے اور کم جملوں میں زیادہ باتیں کہنے کے ہنر سے وہ واقف ہیں۔ ان کا یہ مقالہ حوالے (Refrence) کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر مظہر مہدی کے 50 صفحات پر مشتمل مقالے میں الفاظ اور خیالات کی تکرار سے نفس مضمون مجروح ہو گیا ہے، ایک ہی خیال کو بار بار دہرانے، الفاظ اور جملوں کے دروبست سے ناواقفیت مقالے کے لیے گراں گزری ہے۔ ہماری اس بات کی وضاحت ان اقتباسات سے ہو جاتی ہے "مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد واتفاق کی تبلیغ کے پیچھے ان (حالی) کی یہ سمجھ کارفرما تھی کہ ــــ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے اتحاد واتفاق کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔" (صفحہ 264)

"انھوں (حالی) نے کہا کہ ابنائے وطن کو چاہیے کہ ملک کی فلاح و بہبود کے لیے وہ متحد ہو کر کام کریں۔ اس طرح سے بظاہر ان کے اتحاد واتفاق کا پیغام اخلاقی اصولوں پر مبنی نظر آتا ہے۔" (صفحہ 265)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اس مقالے کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ اس میں غیر ضروری اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ بعض جملے مبہم ہونے سے حالی اور شبلی کے سیاسی میلانات اور تصور قوم کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے یہ جملہ ملاحظہ فرمائیے۔

"برطانوی حکومت کے اصل کردار کی سمجھ حالی میں بہت گہری تھی۔" (صفحہ 281)

مظہر مہدی کے اس مقالہ میں جملوں کی بے ربطی اور حروف ربط مثلاً کا "کے" "کی" "کو" "نے، سے، میں، تک اور پر کے غلط استعمال سے دوران مطالعہ کوفت ہوتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ واحد جمع اور تذکیر و تانیث کی غلطیاں بھی اس مقالے میں راہ پا گئی ہیں۔ مثال کے طور پر

"ہندوستان میں لیکن وہ جتنی بھی مصنوعات استعمال کرتے تھے وہ برطانوی ہوتی تھی۔" (صفحہ 283)

"مصنوعات" "مصنوع" کی جمع ہے اس لیے جملے کے آخر میں تھی کا استعمال غلط ہے۔ اب ایک اور مثال دیکھیے۔

"حالی اپنی شاعری میں برطانوی حکومت کی معاشی استحصال کی پالیسی کی تنقید کرتے ہیں۔ ان کا یہ سامراج مخالف رجحان ان کی عصری حسیت اور سماجی شعور کی اعلیٰ سطح کو پیش کرتا ہے۔" (صفحہ 283)

مذکورہ جملے میں معاشی استحصال سے قبل حرف ربط "کی" کے بجائے "کے" کا استعمال درست ہے۔ اس طرح کی غلطیاں اور بھی موجود ہیں۔ مدیران کو ایسی فاش غلطیوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

زیر نظر شمارے کا آخری مقالہ ڈاکٹر جمیل اختر کا ہے۔ "اردو میں رسائل کی اشاریہ سازی" ایک اچھوتا موضوع ضرور ہے لیکن اس مقالے میں کچھ ایسے حقائق کو بیان کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہیں۔ مثلاً مقالہ نگار نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بنارس ہندو یونیورسٹی اور گورکھپور یونیورسٹی میں رسائل کے اشاریے تیار کیے جانے کی جو فہرست دی ہے وہ نامکمل ہے، جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بھی اشاریہ سازی پر کام ہوا ہے لیکن اس کا ذکر اس مقالے میں نہیں کیا گیا ہے۔ جے این یو سے "نیرنگ خیال" پر تحقیقی کام ہو چکا ہے لیکن ڈاکٹر جمیل اختر نے اس پر کام کرنے کی صلاح دی ہے۔ اس مقالے میں بھی مربوط جملوں کا زبردست فقدان ہے۔ تاہم ان خامیوں کے باوجود اس مقالے کو ایک بہترین مقالہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے خشک موضوعات پر بہت کم لوگ قلم اٹھاتے ہیں۔

"صریر خامہ" کے عنوان سے جریدے کے مدیر بشیر احمد کے ذریعے کی گئی تنقید معلوماتی ہے۔ جریدے کی طباعت اور گیٹ اپ دیدہ زیب ہے اردو ادب کے ہر سنجیدہ قاری کے لیے "فکر و تحقیق" کے اس شمارے کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

معاصر اخبارات سے

خواتین کے لیے انڈر گریجویٹ سطح تک مفت تعلیم

● پیرس۔ 6اکتوبر۔ (یواین آئی) مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل (جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے چیئرمین بھی ہیں) ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی نے یونیسکو کے زیر اہتمام اعلیٰ تعلیم پر پانچ روزہ کانفرنس کے افتتاح کے موقع پر کہا کہ ہندوستان نے انڈر گریجویٹ سطح تک خواتین کو مفت تعلیم مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ کوئی بھی نظامِ تعلیم مکمل ہونے کا دعوا نہیں کر سکتا، جب تک خواتین کو، جو پوری دنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ہیں، مساوی حق نہیں دیا جاتا۔ انھوں نے کہا چونکہ تعلیم سماجی تبدیلی کا خاص وسیلہ ہے اس لیے تمام سطحوں پر خواتین کے لیے تعلیم کو ضروری قرار دیا جائے۔ ڈاکٹر جوشی نے جو ہندوستانی وفد کی قیادت کر رہے تھے، کہا کہ ہندوستان نے گزشتہ پچاس سال کے دوران میں دنیا میں سب سے بڑا نظام تعلیم قائم کیا ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں دس لاکھ تعلیمی ادارے، اٹھارہ کروڑ طلبہ، تقریباً پینتالیس لاکھ اساتذہ، نو ہزار سے زیادہ کالج اور دو سو سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں۔ ہمارے ملک نے فاصلاتی تعلیمی نظام کے میدان میں بھی اہم پیش رفت کی ہے، ہمارے ٹیکنالوجی کے ادارے، سائنس کے ادارے اور دیگر ادارے اپنے بہتر نظام کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ ہم نے اپنے نظامِ تعلیم میں ایسی اصلاحات کی ہیں جن سے ہماری سافٹ ویر انڈسٹری مزید فروغ پائے گی۔

ڈاکٹر جوشی نے کہا کہ ہندوستانی تعلیمی نظام کی تشکیل کے لیے کافی سرمایہ کاری کی گئی ہے تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ معیار تعلیم بلند کرنے کے اقدامات بھی کیے گئے ہیں۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ عوام کو جہالت سے نجات دلانے کے لیے تعلیم ایک طاقتور آلہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کی بدولت نوع انسانی اپنی مادی ضرورتیں پوری کرنے کے علاوہ روحانی سکون بھی حاصل کرتی ہے۔

ڈاکٹر جوشی نے یونیسکو کو مشورہ دیا کہ ایک مستقل مشاورتی مجلس تشکیل دینی چاہیے جو اعلیٰ تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں شرکت کے خواہش مند سرکاری وغیر سرکاری اداروں، طلبا، اساتذہ اور والدین کی مدد کے لیے رودادیں اور کتابچے شائع کرتی رہے جن میں بہتر اور اعلیٰ ترین تعلیم کو فروغ دینے کے رہنما اصول ہوں اور جن سے سرکاری و غیر سرکاری ایجنسیوں، طالب علموں، ٹیچروں اور والدین وغیرہ کا اعلیٰ تعلیم کا معیار بلند کرنے میں مدد ملے۔ اس کے علاوہ امتحان کے طریقے میں بھی انقلابی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے تاکہ امتحان سے طلبا کی صرف تعلیمی اہلیت کی جانچ نہ ہو بلکہ جسمانی صحت، عملی مہارت اور اخلاقی قدروں کا پتہ بھی چل سکے۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان آئندہ صدی میں اعلیٰ تعلیم کا ایجنڈہ تیار کرنے کے لیے بین اقوامی برادری کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار

ہے۔ ڈاکٹر جوشی نے کہا کہ ہندوستان کا قدیم فلسفہ یہ ہے کہ ساری دنیا ہمارا کنبہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ پیغام گھر گھر پہنچے تاکہ ہم آہنگی، امن اور بھائی چارے کو فروغ ملے۔
(قومی آواز، دہلی)

ملٹی میڈیا سارک کانفرنس

●3 ستمبر کو حکومت ہند کی وزارت، امور خارجہ کی جانب سے ملٹی میڈیا انفارمیشن ٹیکنالوجی کی سارک کانفرنس کا انعقاد پونہ میں ہوا اس میں ای ایم آئی ٹی 98 سارک کے مندوبین کے علاوہ بڑی تعداد میں مدعو حضرات نے شرکت کی۔ اردو کے سلسلے میں خصوصی اجلاس کی صدارت ڈائرکٹر قومی اردو کونسل ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ نے کی۔ اجلاس کے ناظم جناب انیس چشتی تھے۔ پاکستان کے عارف حسام جنھوں نے اردو نظامی سسٹم تیار کیا ہے اور ہندوستان کے سرفراز آرزو جو دلکش سسٹم کے خالق ہیں۔ کمپیوٹر کارپوریشن کے اشہر فرحان (ہندوستان) اور سینٹر فور ڈیولپمنٹ آف ایڈوانسڈ کمپیوٹنگ کی جی آئی ایس ٹی ٹیم جو سشانک بھٹ ایس کے موہانتی اور عبدالرزاق وغیرہ نے عملی حصہ لیا۔ (انقلاب، ممبئی)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں قومی اردو کونسل کی سرگرمیاں

اردو کے فروغ کے لیے اقدامات

● پٹنہ میں پچھلے دنوں ریاستی قانون ساز کونسل کے صدر نشیں جناب جابر حسین کے چیمبر میں منعقد اعلیٰ سطح کے ایک اجلاس میں اردو زبان اور اقلیتوں کے تعلق سے کئی فیصلے کیے گئے ان فیصلوں میں اقلیتوں کی بہتری کے لیے بڑے پیمانے پر اسکیمیں شروع کرنے اور اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے فروغ دینا بھی شامل ہے۔ اجلاس میں وزیر فینانس ایس پی ٹیکری والا، اقلیتی امور کے وزیر جناب لطف الرحمٰن اور اردو اکیڈمی کے نائب صدر نشیں کے علاوہ کئی سرکاری عہدے دار موجود تھے۔ حکومت بہار کو اقلیتوں کی بہتری کے لیے بڑے پیمانے پر اسکیمیں شروع کرنے کے علاوہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے فروغ دینے کے لیے جامع اقدامات کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ فروغ اردو کی کوششوں کے طور پر ریاستی اردو اکیڈمی کو ماہ کے آخر تک قابل عمل تجاویز پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔ (سیاست، حیدر آباد)

اردو کے عمل و نفاذ کے لیے احکامات جاری

● انجمن ترقی اردو مگدھ کمشنری کے ڈویژنل آرگنائزر جناب سید فضل وارث کی اطلاع کے مطابق جناب سید امتیاز الدین ایس ڈی او گیا صدر نے صدر انو منڈل کے متعلقہ بلاکوں میں قانون اردو کے مکمل عمل و نفاذ کے لیے جو احکامات جاری کیے وہ اس طرح ہیں:

صدر انو منڈل گیا میں اردو سیل کا قیام، سرکاری سطح پر اردو میں درخواستوں کے خاکے کی اشاعت اور عمل در آمد، صدر انو منڈل گیا میں سیکشن بورڈ اردو میں آویزاں، صدر انو منڈل گیا کے متعلقہ بلاکوں میں قانون اردو کا نفاذ، عوامی اہمیت کے سرکاری احکام اردو زبان میں بھی، اردو عملوں کو اردو سے متعلق کام انجام دینا، جن وترن پرنالی کی دکانوں کے سائن بورڈوں کو اردو میں بھی آویزاں کرنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ (ہماری زبان، نئی دہلی)

اردو مدارس میں کمپیوٹر کی تعلیم

● احمد آباد میونسپل اسکول بورڈ کی جانب سے احمد آباد شہر کے اردو مدارس میں پنجم تا ہفتم میں پڑھنے

والے طلبہ وطالبات کو بلا معاوضہ کمپیوٹر کی تعلیم دی جارہی ہے۔ میونسپل اسکول بورڈ کے چیرمین جناب کوشک بھائی مہتا نے بتایا کہ ہندوستان کا شاید یہ پہلا شہر ہے جہاں پرائمری اسکولوں میں کمپیوٹر کی تعلیم دی جارہی ہے۔

(ہماری زبان، نئی دہلی)

اردو میں امتحان دینے کی اجازت

● 16راگست کو انجمن ترقی اردو نئی دہلی کی ایک پریس ریلیز کے مطابق انجمن کے ایک وفد نے جس میں ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی، پروفیسر شمیم حنفی، ڈاکٹر اسلم پرویز اور شہباز حسین شامل تھے، نیشنل اوپن اسکول کے چیئرمین پروفیسر موہن بی مینن کو ایک میمورنڈم پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ 12 دیں کلاس کے طلبہ کو بھی اردو میں امتحان کی سہولت دی جائے۔ مسٹر مینن نے وفد کو بتایا چونکہ بارھویں کلاس کی نصابی کتابیں تیار نہیں ہیں اس لیے اس سال اردو میں بارھویں کلاس کے طلبا کو اردو کے ذریعے تعلیم دینے اور اردو میں امتحان دینے کی سہولت فراہم کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ڈاکٹر مینن نے یہ تجویز منظور کرلی کہ اس سال جو لڑکے اردو سینٹرز سے امتحان دیں گے انھیں اردو کے ذریعے امتحان دینے کی سہولت فراہم کی جائے۔ جب کہ غیر اردو سینٹرز سے امتحان دینے والے اردو طلبا کو یہ سہولت فراہم نہیں ہوسکے گی۔ وفد نے پیش کش کی کہ اگر ضرورت پڑے تو اگلے سال اردو کی بارھویں کلاس کی نصابی کتابیں تیار کرنے کے سلسلے میں انجمن ترقی اردو (ہند) بغیر کسی معاوضے کے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے تیار ہے۔

(قومی آواز، دہلی)

اردو اخبارات کے صحافیوں کی تربیت

● گزشتہ دنوں لکھنؤ میں آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے سلسلے میں مقامی پریس انفارمیشن بیورو نے اردو صحافیوں کو مفت کمپیوٹر ٹریننگ دینے اور انٹرنیٹ سے اردو اخبار نویسوں کو روشناس کرانے کے لیے مقامی پی آئی بی کے ہال میں ٹریننگ کا اہتمام کیا اس ٹریننگ کا افتتاح مرکزی وزیر برائے انفارمیشن اور براڈ کاسٹنگ جناب مختار عباس نقوی نے کیا۔ پی، آئی بی لکھنؤ یونٹ کے انچارج مسٹر دویدی نے بتایا کہ اس ٹریننگ میں کل پندرہ اردو صحافی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں جن میں سے گیارہ صحافیوں کا تعلق کانپور سے ہے۔ انھوں نے کہا کہ گزشتہ برس بھی انفارمیشن بیورو نے اسی طرح کی ٹریننگ کا اہتمام کیا تھا۔ یہ تجربہ بہت کامیاب رہا تھا اس وجہ سے اس مرتبہ پھر دس روزہ ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اس موقع پر محکمہ انفارمیشن بیورو کے جناب شکیل اشرف اور دیگر ذمے دار بھی موجود تھے۔ اس سے قبل مرکزی وزیر جناب مختار عباس نقوی نے مقامی ہندی سنستھان میں مجاہدین آزادی کے (وہ خطوط جو انھوں نے اپنے متعلقین کو لکھے تھے ان خطوط کو انفارمیشن بیورو نے یکجا کرکے ملک کی کئی زبانوں میں شائع کیا ہے) خطوط کی رسم اجرا بھی انجام دی۔

(ندیم، بھوپال)

خواتین میں تعلیم عام کی جائے گی

● 10راگست کو گورنمنٹ گرلس سینئر سیکنڈری اسکول بلبلی خانہ دہلی کی انجمن طالبات قدیم کی میٹنگ کلاں محل دریا گنج نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ جس میں پچھلی میٹنگ کی توثیق کرتے ہوئے خواتین میں تعلیم کو عام کرنا، ان کی اخلاقی، ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بنانا، موجودہ

طالبات کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لیے اقدامات کرنا، ان کے مسائل کو حل کرنا، تقریری، تحریری اور کلچرل مقابلوں کے ذریعے قدیم طالبات کی صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع فراہم کرنا، انٹر اسکول مقابلے کرانا، اعلا عہدوں پر فائز طالبات کے ذریعہ باقی طالبات کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کرانا، مستحق طالبات کو انعامات و وظائف اور مالی امداد فراہم کرنا شامل تھا۔

موجودہ میٹنگ میں طالبات میں سے انجمن کے عہدیداران منتخب کیے گئے۔ صدر محترمہ سلطانہ سابق انسپکٹر آف اسکولز نائب صدور، ڈاکٹر نفیس خاں انصاری پرنسپل اور محترمہ زاہدہ رضوی پرنسپل، جنرل سکریٹری ملکہ بیگم قزلباش، سکریٹری فار ایجوکیشن محترمہ افروز عزیز، جوائنٹ سکریٹری محترمہ رئیسہ خاتون۔ سعید احمد پی۔ آر۔ او۔ محترمہ اظہر شگوفہ، کاؤنسلر ایم۔ سی۔ ڈی، پبلسٹی سیکرٹریز محترمہ نور جہاں ثروت اور محترمہ شہلا نواب، خازن، محترمہ درشہوار۔ کلچرل پروگرام انچارج محترمہ ساجدہ قدیر۔

انجمن کی سرپرستی سابق پرنسپل فاطمہ احمد، سیما شیرازی اور خوبرو خانم نے قبول فرمائی۔ محترمہ خوبرو خانم نے ایک ہزار روپے بطور عطیہ انجمن کو دیے۔

محترمہ کنیز زینب نے لائف ممبر بنانے کی تجویز پیش کی۔ محترمہ نور جہاں ثروت اور محترمہ سیما شیرازی نے سو سو روپے عطیہ دیا۔ محترمہ ملکہ بیگم قزلباش نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ (قومی آواز، نئی دہلی)

مدھیہ پردیش اردو اکادمی کی سفارشات منظور

● مدھیہ پردیش اردو اکادمی کی مشاورتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں جو سفارشات چیئرمین اردو اکادمی کو پیش کی تھیں انھوں نے اردو اکادمی کے اختیار کی حدود والی تقریباً سبھی سفارشوں کو مان لیا ہے۔ اکادمی کے سکریٹری ایم وقیع کی اطلاع کے مطابق ان سفارشوں پر جلد عمل درآمد ہوگا۔

اکادمی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہائی اسکول ہائر سکنڈری اسکول، بی اے فائنل اور ایم اے فائنل اردو کا امتحان پاس کرنے والے طلبا میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والوں کو ہر سال گولڈ میڈل دیا کرے گی۔ اس طرح پانچویں بورڈ اور آٹھویں بورڈ کے امتحانات میں سب سے زیادہ اردو میں نمبر پانے والے طلبا کو سلور میڈل دیے جائیں گے۔

یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ غیر اردو داں حضرات کو اُردو سکھانے یا تعلیم بالغاں کے لیے شبینہ کلاسیز کا انتظام کیا جائے گا اور کامیاب طلبا کو سرٹیفکیٹ دیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ موسم گرما کی تعطیلات میں اردو کوچنگ کلاسیز کا اہتمام کیا جائے گا۔

اکادمی نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ طلبا کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لیے مختلف موضوعات مثلاً خوشخطی، مضمون نگاری، نظم خوانی، نثر خوانی، لطیفہ گوئی، بیت بازی اور تحریری و تقریری مقابلوں کا انعقاد کیا جائے گا اور کامیاب طلبا کو انعامات دیے جائیں گے۔

بھوپال میں قائم ہونے والے حکیم ضیاء الحسن طبیہ کالج یا اس طرح کے دوسرے اداروں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہوگی اور جو طلبا اس میں داخلہ لیں گے ان کی خواہش پر اور اگر ایک معقول تعداد طلبا کی چاہے گی تو ان کے لیے فوری طور پر ایک مختصر مدتی تربیتی کورس کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

اکادمی نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اردو طلبا اساتذہ اور دوسرے تعلیمی مسائل جاننے اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے مدھیہ پردیش کے ہر اہم ضلع میں جہاں اردو بولنے والوں کی معقول تعداد ہو اردو اساتذہ کانفرنس بلائی جائے گی۔

یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک معیاری ادبی رسالے کا اجرا کیا جائے جس میں بچوں کے لیے بھی

صفحات مخصوص ہوں اس کے ساتھ خبرنامہ کی اشاعت بھی پابندی کے ساتھ کی جائے۔ اکادمی نے ایک جدید آفسیٹ پریس قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں حکومت سے مالی تعاون کی کوشش کی جارہی ہے۔

اکادمی نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ جن نامور ادیبوں کی کتابیں ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہیں انھیں اولیت دی جائے اور اکادمی انھیں شائع کرے۔ نامور مصنفین کو ادبی خدمات کے اعتراف میں تہنیتی کتابیں شائع کی جائیں۔ اکادمی کی تقاریب میں دوسری زبانوں کے ممتاز فنکاروں کو مدعو کیا جائے۔ اردو کی اہم اور کامیاب کتب کی دوبارہ اشاعت کا انتظام بھی کیا جائے۔

اکادمی نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اردو اکادمی کی عمارت میں غیر اردو داں کو اردو سکھانے کا انتظام کیا جائے۔
(کتاب نما، دہلی)

اردو سے متعلق اعلانات

● بہار قانون ساز کونسل میں وزیر تعلیم جناب جے پرکاش نرائن یادو نے پانچ ہزار نئے پرائمری اسکول جلد ہی کھولے جانے کا اعلان کیا اور کہا کہ سترہ ہزار پرائمری سطح کے اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا جائے گا۔ بہار کے تمام مدارس میں جدید تعلیم کا نظم اور 148 اردو ٹیچروں کی التوا میں پڑی بحالی بلا تاخیر یقینی بنائی جائے گی۔ دس اردو داں طلبا پر ایک اردو معلم کی تقرری بھی کی جائے گی اور مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کو الگ سے بجٹ دینے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔
(سیاست، حیدرآباد)

پبلک سروس کمیشن امتحان کے پرچے اردو میں

● اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے عہدیدار جناب محمد معین الدین اور جناب محمد بشیر الدین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ آندھرا پردیش پبلک سروس کمیشن کے مقابلہ جاتی امتحانات کے پرچے تلگو اور انگریزی کے علاوہ اردو میں بھی فراہم کرے۔
(سیاست، حیدرآباد)

اردو میڈیم میں خالی نشستوں کو پُر کرنے کے احکامات

● حیدرآباد۔ پچھلے دنوں جناب ونود کمار اگروال آئی۔اے۔ایس سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اور ڈائرکٹر ہائر ایجوکیشن نے ناپلی گرلز جونیر کالج اردو میڈیم میں طالبات کی خالی نشستوں کو فوری پر کرنے کے احکامات جاری کیے۔
(منصف، حیدرآباد)

اردو کی صورتِ حال پر غور و خوض

● 22 اگست کو کل ہند رابطہ کمیٹی مدھیہ پردیش کا جلسہ آچاریہ نریندر دیو لائبریری کملا پارک ہال (بھوپال) میں ڈاکٹر بشیر بدر کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ کلیدی خطبہ پروفیسر ملک زادہ منظور احمد نے دیا۔

جلسے میں آزادی کے 50 برسوں کے دوران اردو کی صورتحال پر غور و خوض کیا گیا اس میں بھوپال کے علاوہ مہاراشٹر اترپردیش اور دہلی کی رابطہ کمیٹیوں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔
(ندیم، بھوپال)

مدرسہ بورڈ کی تشکیل

● مدھیہ پردیش میں اردو کی تعلیم کے فروغ کے لیے مدرسہ بورڈ کی تشکیل دی جارہی ہے پہلے یہ بورڈ پانچویں اور آٹھویں کلاس تک کے امتحانات کا مجاز ہوگا اور بعد میں بورڈ کے ذریعہ اردو میڈیم کے ہائی اسکول اور ہائر سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ امتحان لیے جائیں گے۔
(ہفت روزہ امیر، دہلی)

دہلی اردو اکادمی کے اقدامات

● 24/اگست دہلی اردو اکادمی کی جانب سے جلسہ تقسیم انعامات برائے اردو ٹاپرز منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا افتتاح کرتے ہوئے دہلی سرکار کے وزیر سیاحت جناب سریندر پال راتاوال نے کہا کہ اکادمی مشاعرہ و سیمینار اور ادبی کتابیں شائع کرنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کو بھی عام کرے سائنسی مضامین کی کتابیں شائع کرے اور اس ترقی پذیر دور میں اردو کے طالب علموں کو سب سے آگے لے جائے۔

اس پروگرام میں درجہ ہفتم، نہم اور یازدہم میں اردو مضمون کے ساتھ اول پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم اور ایم۔اے،بی۔اے اور بورڈ کے امتحانات کے ٹاپرز شامل تھے۔

اکادمی کی طرف سے قائم اردو سرٹیفکیٹ اور ڈپلومہ کورس کے امتحانات میں اول، دوم، سوم آنے والے اور اردو ٹائپ شارٹ ہینڈ وکتابت کورس میں اول، دوم، سوم آنے والوں کو بھی انعامات پیش کیے گئے۔اس کے علاوہ امنگ پینٹنگ مقابلوں کے کامیاب طالب علموں کو بھی انعامات دیے گئے۔ان تمام انعامات کی کل رقم ایک لاکھ پانچ ہزار روپے تھی جو 54 طالب علموں میں تقسیم کی گئی۔

/ستمبر کو دہلی اردو اکادمی کے سکریٹری جناب مخمور سعیدی نے یو۔این۔آئی اردو سروس سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ دس سال کے اندر دس ہزار سے زائد غیر اردو داں افراد کو دہلی اردو اکادمی کی جانب سے اردو کی تعلیم دی گئی ہے دہلی یونیورسٹی سے منظور شدہ سرٹیفکیٹ کورس اور ڈپلومہ کورس کے آٹھ مراکز چل رہے ہیں۔ ہر سال تقریباً ایک ہزار افراد داخلہ لیتے ہیں جن میں ڈاکٹر، وکیل، انجینئر اور دیگر طبقات کے لوگ شامل ہیں۔ ان مراکز پر تقریباً چھ لاکھ روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔

(سالار۔بنگلور،اخبار مشرق۔دہلی)

غالب انعامات کے لیے ادیبوں کا انتخاب

● غالب انسٹی ٹیوٹ کی ایک پریس ریلیز کے مطابق غالب کے دوسو سالہ جشن ولادت کی اختتامی تقریبات کے سلسلے میں انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام ایک روزہ "میر تقی میر سیمینار" سہ روزہ بین اقوامی غالب سیمنار، غالب انعامات کی تقسیم،ڈرامہ،شام غزل اور مشاعرہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ "میر تقی میر سیمینار" 10/اکتوبر کو ایوان غالب میں منعقد ہوگا۔ بین اقوامی غالب سیمنار 13,12,11 /دسمبر کو منعقد ہوگا جس کا موضوع ہے "فارسی اور اردو نظم و نثر میں غالب کی دین" اس موقع پر 11/دسمبر کو افتتاحی اجلاس میں غالب انسٹی ٹیوٹ کی غالب کمیٹی نے اردو کے دس اہل قلم کو غالب انعامات برائے 97-1996 اور 98-1997ء منتخب کیا ہے جن کے نام حسب ذیل ہے۔

برائے سال 97-1996ء

ڈاکٹر خلیق انجم۔ پروفیسر شکیل الرحمٰن۔ جناب وامق جونپوری۔ پروفیسر زاہدہ زیدی اور ڈاکٹر راج بہادر گوڑ۔

برائے سال 98-1997ء

پروفیسر مظفر حنفی۔ پروفیسر محمود الٰہی۔ جناب مظہر امام۔ جناب اے آر کاردار اور ڈاکٹر شیام لال کالرا (عابد پشاوری)۔

ہر انعام مبلغ 25 ہزار روپے نقد، ایک تمغہ اور سند پر مشتمل ہے۔

(قومی آواز،دہلی)

اردو تدریس کے سلسلے میں ورکشاپ

●13 سے 14 اگست بھوپال میں ریجنل انسٹی ٹیوٹ برائے تعلیمات کے زیر اہتمام دو روزہ ورکشاپ منعقد کیا گیا۔اس ورکشاپ میں صوبے کے ادیبوں اور

ماہرین تعلیم نے شرکت کی۔ ورکشاپ میں اسکولوں میں اردو کی تعلیم اور تدریس کی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور زبان سکھانے اور پڑھانے کے طریقوں پر غور و خوض کیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ طریقہ تدریس میں نئی ضروریات اور نئے تقاضوں کے مد نظر تبدیلی لائی جائے۔ اردو زبان پڑھانے کے لیے جدید تکنیک کو اپنایا جانا چاہیے اور سائنس ایجادات کا استعمال کیا جانا چاہیے۔

متفقہ طور پر یہ رائے بھی قائم کی گئی کہ اردو اساتذہ کے لیے اس ضمن میں تربیتی پروگرام شروع کیا جائے اور اردو تدریس کے مسائل اور اردو اسکول کی ضروریات جیسے موضوعات پر دیگر اردو کے اداروں کے تعاون سے انسٹی ٹیوٹ میں سیمیناروں کا انعقاد کیا جائے۔

اس موقع پر شعبہ لسانیات کے صدر پروفیسر بھگوت رادت اور انسٹی ٹیوٹ کے ڈین پروفیسر من جیت سین گپتا نے زبان کی تعلیم کے سلسلے میں ضروری مشورے دیے۔ (ندیم، بھوپال)

حسرت موہانی پر خصوصی لکچر

● 14راگست کو اتر پردیش اردو اکادمی نے محکمہ ثقافت کے تعاون سے اکادمی کے آڈیٹوریم میں آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر مولانا حسرت موہانی پر خصوصی لکچر اور شام کا انعقاد کیا۔ پروفیسر شمیم حنفی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) نے اپنے مقالے میں جنگ آزادی میں حسرت موہانی کے اہم رول کا ذکر کیا۔

اس موقع پر اکادمی کی چیئرپرسن ڈاکٹر شمیمہ رضوی نے حسرت موہانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا کی شاعری، صحافتی اور سیاسی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ (قومی آواز، دہلی)

دہلی یونیورسٹی میں مولانا آزاد پر مذاکرہ

● 5ر ستمبر، پروفیسر عبدالحق کی سرکردگی میں انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند نئی دہلی کے زیر اہتمام مولانا آزاد کی شخصیت اور تخلیقات کے مختلف پہلوؤں پر مذاکرے میں ملک اور ملک سے باہر کے مقتدر دانش وروں نے شرکت کر کے اس دو روزہ مذاکرے کو ایک یادگار اجتماع بنا دیا۔ پہلی اور دوسری ستمبر 98 کو دہلی یونیورسٹی میں منعقد کیے جانے والے اس مذاکرے میں اردو، فارسی اور عربی کے اساتذہ اور اسکالر نے بڑے ولولے سے شرکت کی اور چار نشستوں میں 25 مقالے پڑھے گئے۔

اردو اساتذہ کے ساتھ عربی اساتذہ کی ایک بڑی تعداد پہلی بار ایک میز پر دیکھی گئی۔ بزرگوں کے ساتھ آٹھ نوجوان ادیب اور اسکالروں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

افتتاحی نشست میں صدر انجمن پروفیسر عبدالحق نے شرکا کا استقبال کیا اور مولانا آزاد کے نام جاری اداروں کی سرد مہری کا بھی ذکر کیا اور آزاد شناسی کی تحریک کو عزم کے ساتھ جاری رکھنے پر زور دیا۔ مسٹر سراج الدین قریشی نے اردو کے فروغ کے لیے خیال انگیز مشورے دیے اور اپنی خدمات پیش کیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ ڈائرکٹر قومی اردو کونسل نے مولانا آزاد کے عصری ذہن کو خراج عقیدت پیش کیا، ڈاکٹر ایس ایس رانا نے صدارتی خطبے میں اردو کو ثقافتی سرگرمیوں سے جوڑنے پر توجہ دلائی اور اردو سے چشم پوشی کو ملک کی محرومی قرار دیا پروفیسر محمد حسن نے اقبال کو عظیم فن کار کی حیثیت دی اس نشست کے بعد مقالات کی چار نشستیں ہوئیں جن میں پروفیسر محمد حسن، پروفیسر رضی الدین، پروفیسر حنیف کیفی، پروفیسر ظہور الدین، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر اسلم اصلاحی، پروفیسر نصیر احمد خاں، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر عظیم

الشان صدیقی، پروفیسر محسن عثمانی، پروفیسر محمد نعمان خان، ڈاکٹر قاضی جمال حسین، پروفیسر سید سابق علی، ڈاکٹر جمشید قمر، پروفیسر ناز قادری، پروفیسر شفیق اللہ، ڈاکٹر جلال (قاہرہ) جناب مخمور سعیدی، ڈاکٹر ممتاز فاخرہ، ڈاکٹر عبدالرحمان اعظمی، مرزا عبدالحق، امتیاز احمد، ریاض احمد اور پروفیسر عبدالحق نے مقالے پیش کیے اور پہلی بار مولانا آزاد کی تحریر اور تشخص کے متنوع پہلو بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آئے اور ان پر خالص علمی انداز میں بحث ہوئی۔

(قومی آواز، دہلی)

اردو گھر میں ادبی ملاقات

● نئی دہلی 25 ر ستمبر کو انجمن ترقی اردو ہند، اردو گھر، نئی دہلی میں "ادبی ملاقات" کے تحت "ہماری قومی فکر کی تشکیل میں اردو اور ہندی کا کردار" کے زیر عنوان ایک اہم مذاکرہ منعقد ہوا جس میں اردو اور ہندی کے ادیبوں اور دانشوروں نے شرکت کی جلسے کی صدارت ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے فرمائی۔

ابتدا میں انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر خلیق انجم نے ہندوستان کے موجودہ حالات میں مجوزہ مذاکرے کو بہت اہم بتایا اور کہا کہ قومی اہمیت کے اس اہم موضوع پر ہر سطح پر گفتگو ہونی چاہیے۔ اس کے بعد جلسے میں لندن سے آئے ہوئے مہمان افسانہ نگار جناب محسن شمسی نے اپنا نیا افسانہ پیش کیا جسے بہت پسند کیا گیا۔

مذاکرے میں ہندی کے ادیب ڈاکٹر پر مانند پانچال اور ڈاکٹر راج کمار سینی نے اردو اور ہندی کو ایک قومی لسانی وحدت اور بین الاقوامی سطح پر بولی اور سمجھی جانے والی دنیا کی دوسری بڑی زبان قرار دیا۔ اردو اور ہندی زبان و ادب کے صدیوں پرانے لسانی، تہذیبی اور تاریخی انسلاک و ربط باہمی پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے مشورہ دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ان دونوں زبان والوں کو ہر قسم کے تعصبات اور غلط فہمیوں کو دور کر کے صحت مند اساس پر اتحاد و یگانگت کے جذبات و احساسات کے ساتھ مل جل کر مشترکہ قومی تہذیب کی قدروں کی حفاظت کرتے ہوئے قومی مزاج اور قومی فکر کو تقویت پہنچانے کے جتن کرنے چاہئیں۔ مباحثے اور گفتگو میں جناب انوار رضوی، شرف الدین صدیقی (قومی کونسل برائے ترقی اردو زبان) شاہد ماہلی (ایوان غالب) ڈاکٹر مسعود ہاشمی (آل انڈیا ریڈیو) کیول کشن شرما (وکیل سپریم کورٹ) کے علاوہ مشہور شاعر کلدیپ گوہر، عازم کوہلی، سیماب سلطان پوری (حلقہ تشنگان ادب) ڈاکٹر نگار عظیم (بزم ہم قلم) نسیم مخموری اور ایم ایم خاں (بزم مخمور) نے حصہ لیا۔ صدارتی تقریر میں ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اردو اور ہندی کو قریب سے قریب تر لاتے ہوئے عظیم مشترکہ تہذیبی روایات کو سیکولر بنیادوں پر قومی اخلاص کے ساتھ فروغ دینے پر زور دیا۔ مذاکرے کے کنوینر جناب ابوالفیض سحر نے بتایا کہ ہر ماہ "ادبی ملاقات" کے پروگرام کے تحت ہندوستان کی اہم قومی زبانوں کے ادیبوں اور دانشوروں سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ہماری قومی تہذیب اور قومی فکر کو صحیح سمت میں بڑھاوا دینے کے لیے اور فضا سازگار بنانے کی غرض سے اردو گھر میں نومبر 98 میں ہندوستان کی قومی زبان کے نمائندہ ادیبوں اور دانشوروں کا ایک مشترکہ اجلاس بڑے پیمانے پر منعقد ہوگا۔

(ڈاک سے)

شعاع فاطمہ ایوارڈ اور اسکالر شپ

● شعاع فاطمہ تعلیمی و فلاحی ٹرسٹ نئی دہلی نے تعلیمی سال 1998-99 کے لیے ملک بھر سے منتخب 36 ہونہار اور حاجت مند طلبا و طالبات کو اسکالر شپ اور ایوارڈ

دینے کا اعلان کیا ہے۔ جن طلبا و طالبات کو یہ ایوارڈ اور اسکالرشپ ملے ہیں ان میں دہلی کے عمران احمد، محمد عارف اور سعدیہ انور۔ اترپردیش کے جاوید عالم (لکھنؤ) روحینہ مہتاب اور سیما فاخر (دیوبند) شعیب مصطفےٰ (علیگڑھ) صبیحہ سلطانہ (کرتپور) ابوتراب (بجنور، لکھنؤ) کرناٹک کے محمد تنویر (دیراج پیٹ) فوزیہ فرحانہ (میسور) تحسینہ، محمد رفیق، محمد قادر، رخاتن فردوس (اورنگ آباد) مغربی بنگال کے آفتاب عالم، افسر جہاں، فدیہ زینت، محمد زبیر، قطب الدین، شاہینہ مرتضیٰ، اے۔ این سعود (کلکتہ) محمد معراج الحق (ہگلی) افضل حسین (۲۴ پرگنہ) مہاراشٹر کے اشفاق احمد محمد اسمٰعیل، زین العابدین، عزیز اللہ (ناسک) قمرالدین (دھولے) محمد عابدالرحمٰن (واؤنر بھولجی) آندھرا کے زینت قمر، اختر جمال، راحت بانو (حیدرآباد) کے نام شامل ہیں۔ ٹرسٹ کے منیجنگ ٹرسٹی پروفیسر شارب ردولوی کے مطابق ایوارڈ کی رقم اور سرٹیفکیٹ متعلقہ طلبہ اور طالبات کو بھیج دیے گئے ہیں۔ (ڈاک سے)

کرناٹک اردو اکادمی میں منظوم ڈرامے اور مشاعرے کا انعقاد

● کرناٹک اردو اکیڈمی بنگلور کے اہتمام سے 15/ستمبر کو بمقام منی وودھان سودھا گلبرگہ میں دکنی شاعر جناب سلیمان خطیب کی نظموں "ساس بہو اور پہلی تاریخ" کو اسٹیج پر منظوم ڈرامے کی شکل میں پیش کیا گیا۔ پیش کرنے والے فن کار آئیڈیل انگلش میڈیم اسکول مومن پورہ کے طلبا فرحانہ بیگم، شائستہ انجم، یوسف احمد اور نوشین زرین تھے۔

16/ستمبر کو حیدرآباد کرناٹک کے شعرا پر مشتمل ایک "محفل مشاعرہ" منعقد ہوئی اس میں فیض الرحمٰن فیض، رزاق اثر شاہ آبادی، صابر فخرالدین، ڈاکٹر وحید انجم، سید مجیب الرحمٰن، صغرا عالم، رنگ راؤ رنگ مسافر، محب کوثر، عبدالرحیم آرزو، حامد اکمل، غفار قریشی، مظہر مبارک، معین محمود، اعظم اثر صاحب نے شرکت کی۔ مشاعرے کی صدارت حیدرآباد کے ممتاز شاعر جناب وقار خلیل نے فرمائی۔

اراکین کرناٹک اردو اکیڈمی ڈاکٹر شمیم ثریا اور حکیم شاکر کی نگرانی میں یہ دونوں تقریبات ہوئیں۔

(ڈاک سے)

افروزہ اردو اسکول کے طلبا کی مہم

● گزشتہ دنوں ہبلی میں تعلیم کو فروغ دینے کے لیے پرانی ہبلی کے افروزہ اردو میڈیم نرسری اور پرائمری اسکول کے طلبا و طالبات نے تعلیمی مہم کا آغاز کیا اس مہم میں اسکول کے اساتذہ نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی۔

(سالار، بنگلور)

قلمی رسالوں کا اجرا

● 10/اگست کو گہوارہ علم جامعۃ الثقلین طلبا کے قلمی رسالے کی رسم اجرا جناب غلام حیدر نے انجام دی۔ یہ مجلہ نوعمر طلبا کے ہاتھوں ترتیب دیا گیا تھا۔ سید عقیل الغروی نے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے نئی نسل کے لیے علمی و ادبی کاوشوں کی اہمیت پر زور دیا۔ اس موقع پر جامعۃ الثقلین کے نوعمر طالبات کے رسالے الزہرا کی رسم اجرا بھی عمل میں آئی۔ (عوام، دہلی)

"حسرت موہانی اور انقلاب آزادی" کا اجراء

● 5/ستمبر کو سابق وزیر اعظم جناب اندر کمار گجرال نے ڈاکٹر نفیس احمد صدیقی کی تصنیف

"حسرت موہانی اور انقلاب آزادی" کا اجراء کیا۔ اس کتاب میں ہندوستان کی سیاسی، جمہوری اور آئینی ارتقا کی تاریخی دستاویزات پر روشنی ڈالنے کے ساتھ حسرت موہانی کی 1921ء کی پہلی مکمل آزادی کی قرارداد، ان کی گرفتاری اور مقدمے کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

اجراء کے بعد "ہندوستان کی آزادی کے پچاس برسوں کے روشن اور ایک تاریک پہلو" کے موضوع پر سیمینار بھی منعقد کیا گیا۔ (عوام، نئی دہلی)

اردو اسکول میں مقابلے

● گزشتہ دنوں گورنمنٹ اردو ماڈل پرائمری اسکول لیثونت پور بنگلور میں نارتھ رینج فرسٹ کے تمام اردو مدارس کے طلبا کے سالانہ ادبی مقابلے برائے سال 98-99 منعقد کیے گئے جس میں قرات، حمد، نعت شریف۔ مضمون نویسی، مونوایکٹنگ، کوئز پروگرام، کنڑا اور انگلش نظم خوانی اور تقریری مقابلے شامل تھے۔

(سالار، بنگلور)

"اذانِ شعر" کا اجراء

● 22/اگست کو بزرگ شاعر جناب متین نیاز (بھوپال) کے شعری مجموعہ "اذانِ شعر" کی رسم اجراء جناب ادریس مونس کی رہائش مقابل چوکی تلیا پر اردو کے ادیب جناب اختر سعید خاں کے ہاتھوں انجام پائی۔

(ندیم، بھوپال)

قومی سیمینار

● خدا بخش لائبریری سال گزشتہ سے آزادی کی پچاسویں سالگرہ بڑے اہتمام سے منا رہی ہے۔ جامعہ ہمدرد کے تعاون سے اس نے 29 سے 31 اگست 1998 ہمدرد نگر نئی دہلی میں ایک قومی سیمنار کا انعقاد کیا جس کا موضوع "آزاد ہندوستان ماضی و مستقبل" تھا۔ اس میں ملک کے مشاہیر اور دانشوروں نے شرکت کی۔ سیمنار کے کئی ذیلی عنوانات تھے (1) اکیسویں صدی میں داخلہ جنگ یا امن کے ساتھ (2) فرقہ واریت اور قومی ترقی (3) ذرائع ابلاغ اور اخلاقی پستی (4) تعلیم نئی جہات (5) ہندوستانی مسلمان اور ان کا مستقبل (6) اردو آزادی سے پہلے اور بعد میں (7) ہندوستانی وفاق و مسائل اور امکانات (8) ہندوستانی تاریخ میں تحریف و تنسیخ۔

سیمینار کا افتتاح سابق وزیر اعظم جناب اندر کمار گجرال نے کیا اپنے افتتاحی خطبے میں جناب گجرال نے خدا بخش لائبریری اور جامعہ ہمدرد کی علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کو سراہا۔ خدا بخش لائبریری کے ڈائریکٹر جناب حبیب الرحمن چغتائی نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے سیمینار کے بنیادی مقصد سے روشناس کرایا۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

انجمن ترقی اردو گلبرگہ کا جلسہ

● 2/اگست کو انجمن ترقی اردو گلبرگہ کی جانب سے غالب ہال نیشنل ہائی اسکول میں جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ اس میں اردو امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباو طالبات کو اسناد تقسیم کی گئیں۔ (ہماری زبان، نئی دہلی)

اردو فاؤنڈیشن کا جلسہ

● گزشتہ دنوں اردو فاؤنڈیشن نوئیڈا کے زیر اہتمام پروفیسر ملک زادہ منظور احمد کے اعزاز میں خصوصی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جلسے کی نظامت جناب رفعت سروش

نے کی جلسے میں اردو اور ہندی کے ادیبوں و شاعروں نے شرکت کی۔ (ڈاک سے)

جگر مراد آبادی فاؤنڈیشن

● 29ر اگست کو جگر مراد آبادی فاؤنڈیشن کے عہدیداروں کی ایک میٹنگ راجیہ سبھا کی ڈپٹی چیئر پرسن ڈاکٹر نجمہ ہپت اللہ کی رہائش گاہ 40 اکبر روڈ نئی دہلی پر ان ہی کی صدارت میں ہوئی جس میں مختلف شعبہ ہائے فکر و نظر کی ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ فاؤنڈیشن کے سربراہ خان غفران زاہدی نے تمام شرکا کا تعارف صدر صاحبہ سے کرایا اور فاؤنڈیشن کے قیام کی روداد بیان کی۔ فاؤنڈیشن کے کارگزار صدر منظور عثمانی نے جگر کی شاعرانہ عظمت اور ان کے قومی کردار پر روشنی ڈالی۔ (عوام، نئی دہلی)

کشمیر میں بزم ادب کا جلسہ

● گزشتہ دنوں کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ڈاکٹر نذیر احمد ملک کی صدارت میں بزم ادب کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں شعری نشست کے علاوہ کوئز پروگرام کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ (ڈاک سے)

نیشنل اردو فورم

● گزشتہ دنوں اردو فورم کے زیر اہتمام آزادی کے پچاس سال اور اردو زبان کی صورت حال پر کانفرنس کا انعقاد کیا گیا کانفرنس میں پروفیسر شکیل الرحمٰن، پروفیسر محمد حسن، پروفیسر امیر عارفی، پروفیسر اخترالواسع، جناب محبوب الرحمٰن اور جناب جعفر عباس نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ (قومی آواز، دہلی)

حلقہ تحریک ادب کی نشست

● 14ر جولائی کو حلقہ تحریک ادب بھوپال کی جانب سے انوار حسین مجور کے گھر 93 بیت المنشاط قارق کیمپ پر، گوہر اکبر آبادی اور یوسف کمال کے اعزاز میں ایک شعری نشست منعقد کی گئی۔ صدارت کلیم سرونجی اور نظامت بدر واسطی نے کی۔ (انقلاب، ممبئی)

حالی لائبریری میں یوم خواندگی

● 10ر ستمبر کو پانی پت درگاہ قلندر صاحب حالی لائبریری میں یوم خواندگی منایا گیا۔ اس موقع پر انچارج لائبریری مولوی بلال احمد بجرولوی نے مجلس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علمی بیداری کی از سر نو ضرورت ہے تاکہ ہم اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔
(عوام، نئی دہلی)

جناب عنبر شمیم کے اعزاز میں جلسہ

● 5ر اگست کو جناب مشتاق احمد نوری کے دولت کدے پر ماہنامہ "دستک" (کلکتہ) کے مدیر جناب عنبر شمیم کے اعزاز میں نشست کا انعقاد کیا گیا اس کی صدارت جناب شفیع مشہدی اور نظامت جناب مشتاق احمد نوری نے کی۔

پروفیسر خسرو کے اعزاز میں جلسہ

● نئی دہلی 27ر اگست:۔ "پروفیسر علی محمد خسرو ہمارے ملک کے بہت بڑے ماہر معاشیات ہیں۔ وہ استادوں کے استاد ہیں۔ اکنامکس میں کئی نسلوں کے طالب علم ان سے متاثر ہوئے ہیں۔" یہ تاثرات سابق مرکزی وزیر ڈاکٹر منوہن سنگھ کے تھے۔ وہ اردو گھر میں انجمن ترقی اردو اور

الفلاح گروپ کے زیر اہتمام پروفیسر علی محمد خسرو کے مرکزی حکومت کے فنانس کمیشن کے چیئرمین مقرر ہونے پر منعقدہ تہنیتی جلسے میں بطور مہمان خصوصی خطاب کر رہے تھے۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ نے مزید کہا کہ پروفیسر خسرو ادارہ ساز شخصیت ہیں۔ دہلی کالج آف اکنامکس، انسٹی ٹیوٹ آف اکنامکس اور دیگر اداروں کے قیام سے عروج تک انھوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ معاشیات کے بہت بڑے مینار ہیں۔ آج ملک کی حالت اتنی خستہ ہے اور ایسے میں پروفیسر خسرو کا تقرر دراصل حکومت کا لائق تحسین اقدام ہے۔

خطبہ صدارت دیتے ہوئے جناب سید حامد نے کہا کہ خسرو صاحب کا کمال یہ ہے کہ بے شمار خوبیوں کے باوجود ان کے لب ولہجے میں کبھی بھی تمکنت نہیں آئی۔ ان کی شخصیت انتہائی دلپذیر ہے۔ الفلاح گروپ کے چیئرمین جواد احمد صدیقی نے کہا کہ پروفیسر خسرو ادب اور اقتصادیات دو مختلف میدانوں میں نہ صرف یکساں مقبولیت رکھتے ہیں بلکہ سنگم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملک اقتصادی طور پر جس نازک دور سے گزر رہا ہے ایسے میں ضروری تھا کہ فنانس کمیشن کی ذمے داری کسی ایسے شخص کو دی جاتی جو سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہو، معاشیات کی باریکی کو بھی سمجھتا ہو اور اچھی پلاننگ بھی کر سکتا ہو بلاشبہ یہ تمام خوبیاں پروفیسر خسرو میں موجود ہیں۔

محترم موسیٰ رضا نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا منموہن سنگھ نے جس سفینے کو طوفانوں سے بچایا تھا وہ اب پھر تلاطم کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ اندر اور باہر خلفشار پھیلا ہے۔ ایسے وقت میں خسرو صاحب جیسی شخصیت کی سخت ضرورت تھی۔ ان کی انگلیاں ہمیشہ وقت کی نبض پر رہتی ہیں۔ ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد نے کہا کہ عام طور پر ایسے عہدوں پر تقرر سیاسی مفاد کی بنیاد پر ہوتا ہے لیکن خسرو صاحب کا تقرر میرٹ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ ان کی تقرری سے عہدے کی عزت بڑھی ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے کہا کہ خسرو صاحب جیسی تہہ دار شخصیتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ ہمارے لیے یہ دوہری خوشی ہے کہ پروفیسر خسرو کا اردو سے بھی گہرا تعلق ہے۔ جناب حسن ثانی نظامی نے خسرو صاحب پر اپنے مضمون سے ایک اقتباس پیش کیا۔ اس موقع پر پروفیسر اخترالواسع، پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ اور دیگر مقررین نے بھی جلسے سے خطاب کیا۔ سید نجمی اصغر عابدی اور متین امروہوی نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ جب کہ ارشد غازی نے پروفیسر خسرو کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے علی محمد خسرو کو ایک ادارہ کہا۔ **(جدید ان دنوں، دہلی)**

آندھرا پردیش اردو اکیڈمی میں 'بساطِ رقص' کی رسم اجرا

● حیدرآباد۔ "مخدوم کی شاعری کی مقبولیت اور دوسرے پہلوؤں پر بہت کام ہوا ہے، تاہم سیاسی معنویت کے تناظر میں مخدوم کی شاعری کا از سر نو جائزہ ضروری ہے۔" اردو اکیڈمی آندھرا پردیش میں نائب صدر نشین قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے مخدوم محی الدین کے مجموعہ کلام "بساطِ رقص" کے چوتھے ایڈیشن کی رسم اجرا انجام دیتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا۔ اس تقریب کی صدارت پروفیسر اشرف رفیع نے کی۔ جناب منظور احمد منظور نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ ڈائرکٹر اردو اکیڈمی آندھرا پردیش جناب محمد مسعود بن سالم نے اکیڈمی کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ پروفیسر اشرف

رفیع نے اکیڈمی کی جانب سے مخدوم پر ایک سیمنار اور حیدر آباد کے بعض منتخب شعرا کے کلام کی دوبارہ اشاعت کی تجویز پیش کی۔ (منصف حیدر آباد، بحوالہ ہماری زبان)

"یاد جگر" تقریب کا اہتمام

● 11 ستمبر کو جگر مراد آبادی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام جگر مراد آبادی کے اڑتیسویں یوم وفات پر ایک ادبی تقریب یاد جگر اور مشاعرہ پنچایت بھون میں منعقد کیا گیا پروگرام کی صدارت جناب علی سردار جعفری نے کی اور نظامت کے فرائض جناب منصور عثمانی نے انجام دیے۔ جب کہ جناب مجروح سلطان پوری خصوصی مہمان کی حیثیت سے جلوہ افروز تھے۔ پروگرام کا افتتاح گورنر مغربی بنگال ڈاکٹر اخلاق الرحمان قدوائی نے شمع روشن کر کے کیا۔ دیگر مہمانان خصوصی خان غفران زاہدی، ہمایوں قدیر، جناب محمد اکرم شمسی کے علاوہ جناب صولت علی، اقبال محمود، دائرہ شاہ اجمل کے سجادہ ناصر فاخری، الفلاح گروپ کے ڈائریکٹر طارق عباس وغیرہ موجود تھے۔ شعرا حضرات میں مجروح سلطان پوری، وسیم بریلوی، عتیق الہ آبادی، طاہر فراز، اسلم الہ آبادی، چرن سنگھ بشر، ہلال سیوہاروی وغیرہ بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ اس موقع پر جناب خان غفران زاہدی کو ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

پروگرام رات ساڑھے دس بجے شروع ہوا جس میں سب سے پہلے جگر فاؤنڈیشن کے چیرمین معصوم نہٹوری نے فاؤنڈیشن پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ فاؤنڈیشن کو قائم کیے ہوئے تین سال ہو چکے ہیں اور اب تک 4 پروگرام ہو چکے ہیں گورنر مغربی بنگال ڈاکٹر اخلاق الرحمان قدوائی نے اپنی تقریر میں فاؤنڈیشن کی کامیابی پر سبھی عہدیداران اور ممبران کو مبارک باد دی اور اس پروگرام کو کامیاب قرار دیتے ہوئے کہا کہ مراد آباد کے ایکسپورٹرس حضرات کو چاہیے کہ وہ فاؤنڈیشن کو کامیابی کی منزل تک لے جانے کے لیے آگے آئیں۔ انہوں نے جگر مراد آبادی کو اپنے وقت کا کامیاب شاعر قرار دیتے ہوئے کہا کہ مراد آباد جگر کی دین ہے۔ جناب ہمایوں قدیر میئر نگر نگم مراد آباد نے اپنی تقریر میں مہمان خصوصی اور گورنر مغربی بنگال کا پروگرام میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا اور جگر فاؤنڈیشن کے لیے نگر نگم کی جانب سے جگر ہال بنانے کے لیے جلد ہی 2000 گز آراضی دینے کا اعلان بھی کیا۔ جناب خان غفران زاہدی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مراد آباد جگر جیسے شہنشاہ غزل کی یاد میں آج تک کچھ نہیں کر پایا ان کا کہنا تھا کہ جگر مراد آبادی کے نام سے یہاں پروگرام منعقد ہوا اور جگر کے نام پر کالج اسکول لائبریری وغیرہ بھی قائم ہونی چاہیے تاکہ ان کی یاد زندہ رہ سکے اور آنے والی نسلیں انہیں یاد کریں۔ مجروح سلطان پوری نے تفصیل کے ساتھ جگر مراد آبادی کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میں مسلسل 4 ماہ ان کے ساتھ گونڈا میں رہا۔ جگر صاحب استادی شاگردی سے بہت گھبراتے تھے جب میں انہیں غزل سناتا تو وہ اس کی اصلاح مجھ سے ہی کراتے تھے انہوں نے بتایا کہ جگر چشموں کا کاروبار کرتے تھے اور جب وہ نشے کی حالت میں ہوتے تھے تو کبھی بھی مذہبی محفل میں شریک نہیں ہوتے تھے۔

پروگرام کے صدر علی سردار جعفری نے کہا کہ جگر مراد آبادی غزل کے شاعر تھے ان کی غزلوں میں تڑپ تھی۔ انہوں نے جگر کی خودداری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ فلمی اداکار دلیپ کمار اور کے۔ آصف وغیرہ جگر کو بمبئی میں کچھ رقم نذرانے کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے تو جگر ان لوگوں سے چھپ کر میرے گھر آگئے تھے اور رقم لینے سے منع کر دیا تھا۔

اس موقع پر گلوکار اقبال صدیقی اور سادھنا سنگھ نے کلام جگر پیش کیا۔ تقریری سلسلہ ختم ہونے کے بعد

مشاعرے کا دور شروع ہوا جس میں علی سردار جعفری، مجروح سلطان پوری، وسیم بریلوی، عتیق الہ آبادی، طاہر فراز، اسلم الہ آبادی، گوہر عثمانی، منصور عثمانی، چرن سنگھ بشر، ہلال سیوہاروی وغیرہ نے سامعین کو کلام سے محظوظ کیا۔
آخر میں فاؤنڈیشن کے چیرمین معصوم نہٹوری نے سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ (عوام، دہلی)

ڈاکٹر پرواز کے اعزاز میں تقریب

● کلچرل ٹرسٹ کپواڑہ کے زیر اہتمام 18 اور 19 جولائی 98ء کو تارت پورہ راحال میں ڈاکٹر شاہ اللہ پرواز کے اعزاز میں محفل مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں جناب پرواز سے ان کی زندگی فلسفے اور کارناموں کے متعلق سوالات پوچھے گئے۔ تقریب میں ضلع کپواڑہ کے ادیبوں، شاعروں، فنکاروں اور دیگر اہل علم اصحاب نے شرکت کی۔ جناب پرواز مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں شعبہ فلسفہ کے ریڈر رہیں۔
(ہفت روزہ چٹان، سرینگر)

"دستک" کی رسم اجرا

● کانپور 22/ اگست کو صدیق فیض عام انٹر کالج کے ہال میں جناب اختر شاہجہانپوری کے شعری مجموعہ "دستک" کی رسم اجرا بزرگ شاعر جناب قیوم ناشاد کے ہاتھوں انجام پائی۔ تقریب کی صدارت جناب شمس الحق (صدر فیض عام ایسوسی ایشن) نے فرمائی۔ نظامت جناب قمر شاہجہانپوری نے کی۔ جناب کوثر جائسی، ڈاکٹر مغیث الدین فریدی، ڈاکٹر زین الدین حیدر، عشرت ظفر اور اقلیم صدیقی نے جناب اختر شاہجہانپوری کی شخصیت اور ان کے فن پر روشنی ڈالی۔ (ہماری زبان، دہلی)

ارباب ادب کا مشاعرہ

● پٹنہ، ارباب ادب کے زیر اہتمام پاکستان کے شاعر جناب آفتاب حسین کے اعزاز میں مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جناب شائل نبی نے صدارتی تقریر میں کہا کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہندی بولنے والے لوگ بھی اردو سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنا اردو بولنے والے لوگ کرتے ہیں۔ اردو شاعری نے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا ہے اور آج بھی یہ کام جاری ہے۔ (عظیم، پٹنہ)

کرت پور میں مشاعرہ

● آزادی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر بزم ادب کرت پور کے زیر اہتمام قومی یک جہتی پر کوی سمیلن و مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ مشاعرے کا افتتاح جناب روندر پراشر نے شمع روشن کر کے کیا۔ (قومی آواز، دہلی)

مسلم یونیورسٹی میں مشاعرہ

● یوم آزادی کے موقع پر مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے زیر اہتمام مشاعرہ کیا گیا صدارت سابق وائس چانسلر جناب سید حامد نے فرمائی۔ استقبالیہ تقریر صدر شعبہ اردو پروفیسر ابو الکلام قاسمی نے کی۔
(قومی آواز، دہلی)

بریلی میں آل انڈیا مشاعرہ

● 18/ اگست کو کلچرل ڈپارٹمنٹ اتر پردیش اور ضلع ایڈمنسٹریشن اور کلچرل ایسوسی ایشن بریلی کے زیر اہتمام کمیونٹی ہال بریلی میں آل انڈیا مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ صدارت بزرگ شاعر جناب شمیم جے پوری نے کی۔ نظامت کے فرائض میکش امروہوی اور عقیل نعمانی نے ادا کیے۔ (عوام، نئی دہلی)

اردو مرکز کا مشاعرہ

● 24/ اگست کو اردو مرکز سہارنپور کے زیر اہتمام جشن آزادی کے سلسلے میں ایک مشاعرہ و کوی سمیلن منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر مرکز کے صدر جناب ارم عمر پوری نے مرکز کی گزشتہ کارگزاریوں اور آئندہ کے

اقدامات سے سامعین کو روشناس کرایا۔ (عوام، نئی دہلی)

بزمِ احباب کا مشاعرہ

● 19/ اگست کو بزم احباب (فتح پور) کے زیر اہتمام آل انڈیا مشاعرہ ہوا۔ مشاعرے کا افتتاح جناب ایس پی ٹی فتح پوری نے اور صدارت بزرگ شاعر جناب طاہر فتح پوری نے کی۔ نظامت کے فرائض جناب کلیم کانپوری نے انجام دیے۔ (سیاست جدید، کانپور)

یوم آزادی کا جشن و مشاعرہ

● 19/ اگست کو نیو مسلم ہاسٹل سرسوتی پورم میسور میں ملک کے گوشے گوشے سے آئے طلبا نے جشن آزادی کے سلسلے میں ایک مشاعرہ منعقد کیا۔ ڈاکٹر پی شیخ علی نے مشاعرے کی صدارت کی۔ مہمان خصوصی جناب شفیع اللہ خان نے اردو زبان کی لطافت اور جنگ آزادی میں اس زبان کے رول کا جامع الفاظ میں ذکر کیا۔ (سالار، بنگلور)

ادبی تنظیم کا مشاعرہ

● 17/ اگست ادبی تنظیم "رائٹرس فورم" (بھوپال) کا ماہانہ مشاعرہ ڈاکٹر فہیم کے دولت کدے پر منعقد ہوا۔ صدارت جناب نصیر پرواز اور نظامت کے فرائض سلیم عادل ایڈوکیٹ نے انجام دیے۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب قمر گیاوی، مظہر سعید خاں اور ماسٹر انوار حسین نے شرکت کی۔ (ندیم، بھوپال)

آل انڈیا مشاعرہ

● 15/ اگست کو ٹونک کے ادارہ قصر علم، معروف بہ اے پی آر آئی کی عمارت میں آل انڈیا مشاعرہ زیر صدارت ابن احسن بزمی منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض جناب مخمور سعیدی سکریٹری اردو اکادمی دہلی نے انجام دیے۔ (ڈاک سے)

رنگ منچ کے پانچ رنگ کا اجرا

● اردو فاؤنڈیشن نوئیڈا کے زیر اہتمام جناب رفعت سروش کی تازہ کتاب "رنگ منچ کے پانچ رنگ" کی رسم اجرا جناب سوم دت دکشت کے ہاتھوں انجام پائی۔
(ڈاک سے)

پرماتما کے نام آتما کے پتر کا اجرا

● جناب صلاح الدین پرویز کی تازہ تصنیف "پرماتما کے نام آتما کے پتر" کی رونمائی ایک خصوصی تقریب میں کی گئی۔

ردائے غزل کی رسم اجرا

● حلقہ تشنگان ادب دہلی کی ایک خصوصی نشست میں خیر آباد کی شاعرہ محترمہ ریحانہ عاطف کے مجموعہ کلام "ردائے غزل" کی رسم اجرا بزرگ صحافی جناب جمنا داس اختر نے انجام دی۔ مہمان خصوصی جناب انیس دہلوی تھے۔ (قومی آواز، دہلی)

میزان کے زیر اہتمام شام غزل

● 31/ اگست کو دلی کی ادبی ثقافتی تنظیم "میزان" کے زیر اہتمام ڈاکٹر اطہر انصاری کے اعزاز میں ڈاکٹر سجاد سید (صدر میزان) کے دولت کدے واقع وسندھرا انکلیو میں شام غزل کا اہتمام کیا گیا۔ انجمن کے جنرل سکریٹری جناب ماجد دیوبندی اور صدر انجمن ڈاکٹر

سجاد سید نے ڈاکٹر اطہر انصاری کی شخصیت اور ان کی علمی خدمات پر اظہار خیال کیا۔ (جدید ان دنوں، دہلی)

اختر بستوی کو خراجِ عقیدت

● 10 / جولائی کو اردو کے ادیب اور شاعر ڈاکٹر اختر بستوی کے انتقال پر پروفیسر ابوذر عثمانی کی صدارت میں رانچی میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا۔ جلسے میں اختر بستوی کی اردو ادب کے تئیں خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔

(انقلاب، ممبئی)

میڈیا پرسن کے زیر اہتمام جلسہ

● جناب فیاض رفعت کی تازہ تصانیف بیتی رتوں کا منظر نامہ (شعری مجموعہ) ہیرے جیسے کا زہر (افسانوی مجموعہ) اور اردو افسانے کا پس منظر (تحقیق) پر بحث کی غرض سے ایک ادبی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے میں شریک ادیب وشعرا نے جناب فیاض کے فن پر گفتگو کی۔

(راشٹریہ سہارا، نوئیڈا)

بزم فراق کی شعری نشست

● گزشتہ دنوں بزم فراق کی جانب سے ایک شعری نشست کا اہتمام محترمہ نسیم بانو کے دولت کدے 221 نہرو کالونی (دہرہ دون) میں کیا گیا جس میں جناب کاشف مراد آبادی نے خصوصی مہمان کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔ (راشٹریہ سہارا، نوئیڈا)

میسور میں جشن سلیم تمنائی

● انجمن ترقی اردو ہند (شاخ) میسور کے زیر اہتمام، "جشن سلیم تمنائی" منایا گیا۔ اس موقع پر ان کی تازہ تصنیف "روشنی کی کھوج" کی رسم اجرا بھی عمل میں آئی۔ (ہماری زبان، نئی دہلی)

یوم انجم فوقی

● انجمن فروغ ادب کے زیر اہتمام 11 / اگست 1998ء کو یوم انجم فوقی کا اہتمام شیخ پرویز عارف بدایونی کی رہائش گاہ پیکرِ نور بدایوں پر کیا گیا جس میں موصوف کی ادبی خدمات، تصنیفات اور ان کے فلسفہ حیات پر اظہار خیال کیا گیا۔

اس موقع پر ایک شعری نشست کا بھی اہتمام کیا گیا جس کی صدارت حضرت ذکی تالگانوی اور نظامت قاضی الیاس رشید نے فرمائی۔

جن شعرائے کرام نے اس مشاعرے میں شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں: جناب رونق بدایونی، ذکی تالگانوی، پروفیسر ظہیر احمد صدیقی (علی گڑھ)، پروفیسر عبداللہ ولی بخش قادری (دہلی)، قاضی الیاس رشید، سلمان صہبا، جمیل صدیقی، ڈاکٹر شاداب ذکی، فیروز ظفر، شیخ پرویز عارف، قمر انصاری، حافظ علی اصغر، شرف بدایونی، عارف بدایونی، اقتدار بدایونی، شارق شاہنی وغیرہ۔ (ہماری زبان، نئی دہلی)

یوم اکبر جے پوری

● وادیٔ کشمیر کے شاعر سید اکبر جے پوری مرحوم کی یاد میں 15 / اپریل 1998ء کو اُن کی رہائش گاہ حسن آباد، رعناواری سری نگر میں "یوم اکبر" منایا گیا۔ اس محفل کا انعقاد جموں کشمیر کلچرل اکادمی، کمرشل براڈکاسٹنگ سروس ریڈیو کشمیر، ادبی مرکز نے کیا۔ اس موقع پر محفل مقالات اور محفل مشاعرہ کی دو نشستیں منعقد ہوئیں۔ جس میں وادی کے شعراء اور دانشور حضرات نے شرکت کی۔

محفل کی صدارت پروفیسر رحمٰن راہی اور نظامت کے فرائض کشمیر یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اُردو ڈاکٹر محمد زمان آزردہ نے انجام دیے۔ (ڈاک سے)

ملک میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دینے کی ضرورت

● 23/اگست کو حیدر آباد میں 20ویں کل ہند اردو تعلیمی کانفرنس کا افتتاح جناب علی سردار جعفری نے کیا انھوں نے جنوب کی اردو کے تئیں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ بے شک اردو شمالی ہند میں پیدا ہوئی لیکن اسے پروان چڑھانے میں دکن کا جو رول ہے وہ ناقابل فراموش ہے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ سے لے کر ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے کارناموں سے نئی نسل کو واقف کرانے کی شدید ضرورت ہے۔

اس جلسے کے مہمان خصوصی ڈاکٹر سی نارائن ریڈی تھے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ملک بھر میں علاقائی زبان کو زبان اول اور اردو کو دوسری زبان کا درجہ ملنا چاہیے۔ آپ نے حیدر آباد میں اردو یونیورسٹی کے قیام کو حق بجانب قرار دیا۔

پروفیسر آفاق احمد نے خطبہ استقبالیہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ دو گیان پیٹھ ایوارڈ یافتہ اردو اور تیلگو کے اہم ترین شاعر ایک اسٹیج پر موجود ہیں یہ دراصل دو اہم زبانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی صبح بھی ہے اور ان کے روشن مستقبل کی علامت بھی۔

کانفرنس کی صدارت جناب جلیل پاشا نے کی۔

(ندیم، بھوپال)

گیانیشور اور قومی ایوارڈ

● مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی نے اس سال کا گیانیشوری ایوارڈ جناب کیفی اعظمی اور قومی ایوارڈ پروفیسر گوپی چند نارنگ کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ گیانیشوری ایوارڈ کی ایک لاکھ روپے نقد اور قومی ایوارڈ کی رقم اکیاون ہزار روپے ہے۔

ذرائع نے مزید بتایا کہ نئے باصلاحیت فنکاروں کو دیے جانے والے ساحر لدھیانوی ایوارڈ کے لیے ڈرامہ نویس اقبال نیازی اور اردو ٹائمز کے فاروق سید کا انتخاب کیا گیا ہے۔ انھیں 25-25 ہزار روپے دیے جائیں گے۔ صحافت کے لیے اردو ٹائمز کے م۔ ناگ، فوزان (تھانے) کے ایڈیٹر سلمان ماہی اور منترالیہ میں پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کے سب اڈیٹر عثمان خاں کو منتخب کیا گیا ہے۔

مراٹھی اور اردو کو ایک دوسرے سے قریب لانے اور دونوں زبانوں کے فروغ کے لیے خدمات کرنے والوں کو ایوارڈ دینے کے بارے میں ناگپور کے ڈاکٹر اسد اللہ اور ممبئی کے انجم عباسی کے ناموں پر اتفاق ہوا ہے۔ انھیں 25-25 ہزار روپے کی رقم دی جائے گی۔ بہترین اردو ٹیچر کا ایوارڈ باندرہ میونسپل پرائمری اسکول کی ٹیچر محترمہ رشیدہ قاضی کو دیا جائے گا۔ (انقلاب، ممبئی)

کلیم عاجز اور بیکل اتساہی کو ایوارڈ

● لکھنؤ۔ اس سال جناب کلیم عاجز اور بیکل اتساہی کو بالترتیب مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی ایوارڈ اور قاری صدیق احمد باندوی ایوارڈ دیے جائیں گے۔ یہ نعتیہ ایوارڈ جلسۂ سیرت النبیؐ کے موقع پر ان کے نعتیہ کلام کے اعتراف میں پیش کیے جائیں گے۔ (ہماری زبان، دہلی)

گنیش شنکر ودیارتھی ایوارڈ

● 21/جولائی کو فیچر ایجنسی راشٹریہ ساچار نٹ ورک نے ایجنسی کے ایک ہزارویں بلیٹن کے اجرا کے موقع پر پہلا گنیش شنکر ودیارتھی ایوارڈ (سابق چیف

ایڈیٹر قومی آواز) جناب عشرت علی کو صحافت کی خدمات انجام دینے کے صلے میں پیش کیا۔ یہ ایوارڈ ایک سپاسنامے ایک شال اور علامتی رقم کے چیک پر مشتمل تھا۔ تقریب کی صدارت انڈین فیڈریشن آف ورکنگ جرنلسٹ کے صدر جناب وکرم راؤ نے کی اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے سماج وادی پارٹی کے جنرل سکریٹری جناب امر سنگھ نے شرکت کی اس موقع پر ادیب اور صحافی بھی شریک ہوئے۔

پروین شاکر ایوارڈ

● ساہتیہ کار سنسد نے گزشتہ دنوں بہار کی شاعرہ محترمہ شہناز مسرت کو پروین شاکر ایوارڈ سے نوازا ہے۔ محترمہ شہناز کو یہ ایوارڈ ان کے مجموعہ کلام "حصار شام وسحر" پر سمستی پور میں ایک تقریب کے دوران دیا گیا۔

(افکار ملی، دہلی)

اردو مترجم ایوارڈ

● ساہتیہ اکادمی نے مختلف زبانوں کے مترجموں کو انعام سے نوازا ہے۔ 21 مترجموں میں سے اردو مترجم ایوارڈ جناب پرکاش فکری کو دیا گیا ہے جو 10 ہزار روپے نقد پر مشتمل ہے۔ (قومی آواز، دہلی)

ڈاکٹر ساحل کو ریاستی ایوارڈ

● ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل کو مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی نے 97-1996 کا سراج اورنگ آبادی ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایوارڈ پچیس ہزار روپے نقد اور ایک توصیفی سند پر مشتمل ہوگا۔ ڈاکٹر ساحل بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھیں اس سے قبل تین بار اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ اور تین بار مہاراشٹر اردو اکادمی بمبئی سے انعام مل چکا ہے۔ وہ آل انڈیا میر اکادمی لکھنؤ کے "امتیاز میر" ایوارڈ سے بھی سرفراز کیے جاچکے ہیں۔ (ڈاک سے)

فراق سمان ایوارڈ

● یوواچیتنا کمیٹی کے اعلان کے مطابق اس برس کا فراق سمان ایوارڈ پروفیسر شہریار کو دیا جائے گا۔ کمیٹی کے صدر مان دھاتا سنگھ نے بتایا کہ اس ایوارڈ کے لیے سلیکشن کمیٹی کے ارکان پروفیسر رام چندر تیواری، پروفیسر پرمانند سریواستو، رام دیش شکلا، ڈاکٹر امان اللہ خاں اور ڈاکٹر سدانند شاہی نے اتفاق رائے سے اس ایوارڈ کا فیصلہ کیا۔ (انقلاب، ممبئی)

اساتذہ کو اعزاز

● یوم اساتذہ کے موقع پر ضلع ہاسن کے بہترین اساتذہ کے طور پر جناب شمس اللہ مدرس اردو گرلس اسکول چن رائے پٹن اور شری کیمپ ایا مدرس گرلس اسکول نگے ہلی چن رائے پٹن کو ان کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں حکومت کی جانب سے اعزاز سے نوازا گیا۔

(سالار، بنگلور)

جناب اکبر جے پوری

● وادی کشمیر کے شاعر اور ادیب جناب سید اکبر جے پوری کا 4/مارچ 1998 کو انتقال ہوگیا۔ اکبر جے پوری 23/اکتوبر 1998 کو جے پور میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی۔

اکبر جے پوری درس وتدریس سے وابستہ رہے اور گورنمنٹ اورینٹل کالج سری نگر (کشمیر) کے پرنسپل کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ وہ انجمن ترقی اردو کشمیر کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔

اکبر جے پوری اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ انہیں نظم اور غزل پر یکساں عبور حاصل تھا۔ ان کے چھ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جو اس طرح ہیں۔

شمع فروزاں (1956)، شباب وطن (1960)، ساز شکستہ (1966)، فکروخیال (1987)، فکروفن (1993)اور چمن راز (جون 1998)۔ مذکورہ شعری مجموعوں کے علاوہ اکبر جے پوری نے تین شعری مجموعے شعاع خیال، زادراہ اور شگوفے بھی ترتیب دیے ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔ شاعری کے ساتھ ہی وہ نثر میں بھی دخل رکھتے تھے۔ان کی نثری تصانیف میں پیغام حسین قابل ذکر ہیں۔(ڈاک سے)

جناب میر غلام رسول نازکی

● بزرگ شاعر میر غلام رسول نازکی 16/اپریل کو ننانوے برس کی عمر میں انتقال فرماگئے۔ مرحوم عربی اور فارسی کے جید عالم تھے، آپ نے اسکول کے مدرس سے اپنا کیریئر شروع کیا تھا اور محکمہ تعلیم میں مختلف حیثیتوں میں اپنے فرائض انجام دینے کے بعد ریڈیو کشمیر سے منسلک ہوگئے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔وہ اردو اور کشمیری دونوں زبانوں میں اپنی قادر الکلامی کا لوہا منوا چکے تھے۔ اردو میں "دیدۂ تر" کے بعد 1996ء میں ان کا مجموعہ کلام "متاع فقیر" کے عنوان سے منظر عام پر آیا۔ 1977ء میں (کشمیری مجموعہ شعر) "آواز دوست" پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ (سہ ماہی جہات، کشمیر)

جناب سید قیصر قلندر

● 17 مئی کو بزرگ شاعر سید قیصر قلندر کا کشمیر میں انتقال ہوگیا وہ 71 برس کے تھے، مرحوم نے ریاستی انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا تھا، اس کے بعد وہ ریڈیو کشمیر میں پروگرام آفیسر کے عہدے پر فائز کیے گئے اور چھتیس برسوں تک وہاں مختلف حیثیتوں میں کام کرتے رہے، اس کے بعد وہ جالندھر اور کلکتہ کے آل انڈیا ریڈیو میں ڈائریکٹر کے منصب پر کام کرتے رہے اور بحیثیت ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل (آل انڈیا ریڈیو) ریٹائر ہوئے۔ان کی تصنیفات میں "کشمیر کے معمار"، "ساز جمال" اور "ہماری موسیقی" شامل ہیں۔
(سہ ماہی جہات، کشمیر)

جناب ضیغم حمیدی

● کراچی۔ ممتاز شاعر ضیغم حمیدی حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے 31/مئی 1998ء کو انتقال کرگئے۔ان کا پہلا مجموعہ کلام "دھوپ کی دیوار" حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ (ہماری زبان، دہلی)

جناب نظیر شاہجہانپوری

● 31/ مئی 1998ء کو بزرگ شاعر استاد نظیر شاہجہانپوری مختصر علالت کے بعد کراچی میں انتقال کرگئے ہیں۔وہ چھ کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کے نعتیہ کلام کے مجموعے "ارم درارم" پر انھیں 1992ء میں صدارتی ایوارڈ مل چکا ہے۔

جناب احسان دربھنگوی

● اردو شاعر، مجاہد آزادی اور شہر آرزو (شعری مجموعہ) کے خالق جناب احسان دربھنگوی کا 28/جولائی 98ء صبح دس بجے دربھنگہ میں انتقال ہوگیا وفات کے وقت ان کی عمر 76 سال تھی۔ (آزاد ہند، کلکتہ)

جناب آبرو نظامی

● پنویل کے اردو شاعر جناب آبرو نظامی 30/جولائی کی سہ پہر کو انتقال فرماگئے۔ آبرو صاحب کی عمر

74 برس تھی۔ گزشتہ سال اہلِ پٹویل کے تعاون سے مرحوم کا شعری مجموعہ "بساط" منظر عام پر آیا تھا۔
(ہماری زبان، نئی دہلی)

جناب محشر منظری

● 26 / جولائی کو جناب محشر منظری کا ان کے وطن چوپڑا (مصطفیٰ آباد) میں انتقال ہو گیا۔ ایک عرصہ تک بھساول میں تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد مرحوم نے رضاکارانہ طور پر اپنے صدر معلم کے عہدے سے ریٹائر منٹ لی تھی۔

جناب خلش جعفری

● بھوپال 3/ اگست کو اردو کے صحافی جناب خلش جعفری کا انتقال ہو گیا۔ خلش صاحب 1928ء میں برہان پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم برہان پور اور ممبئی میں ہوئی اور سرگرم صحافتی زندگی کا آغاز بھی ممبئی سے ہوا جہاں 50 برس تک "انقلاب"، "اردو ٹائمز"، "قومی آواز" اور "اخبار نو" میں ایڈیٹر نیز دوسری ادارتی خدمات انجام دیتے رہے۔ "اردو ٹائمز" ممبئی میں عصری مسائل پر آپ کے مضامین کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔ (ندیم، بھوپال)

جناب حسین نواز

● تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق سہارنپور کے ترقی پسند شاعر حسین نواز کا 7 ستمبر کو 55 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ حسین نواز ضلع سہارنپور میں ترقی پسند تحریک کے روح رواں تھے اور دہرہ دون کے ایک کالج میں انگریزی کے لکچرر تھے۔ کلاسیکی اردو اور انگریزی ادب کے علاوہ جدیدیت پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ مرحوم ظ۔انصاری کے قائم کردہ لٹریری کلب کی سرگرمیوں سے دہ عرصے تک وابستہ رہے۔ (اخبار مشرق، دہلی)

جناب پرکاش شوق

● اردو زبان کے 69 سالہ شاعر اور صحافی جناب پرکاش شوق کا یکم ستمبر 1998ء کو طویل علالت کے بعد نئی دہلی میں انتقال ہو گیا۔ ان کا آخری مجموعہ کلام "خوشبو مہکتی رہی" بستر علالت کی دین ہے۔ اردو زبان کے مشہور شاعر اور نقاد فراق گورکھپوری پر انھوں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان ہے "فراق نے یوں کہا۔" اس کتاب کے اردو اور ہندی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں۔

اردو زبان کے اسکالر، ادیب اور شاعر کی حیثیت سے پرکاش شوق کی خدمات کو سراہا گیا اور متعدد ایوارڈ اور اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ (ہماری زبان، دہلی)

اردو ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں ترسیل و ابلاغ کی زبان

ڈاکٹر کمال احمد صدیقی

● کمال صاحب نے یہ کتاب بڑی تحقیق، محنت اور جستجو سے لکھی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو اور ہندوستان کے دوردرشن کے بارے میں چار پانچ سے زیادہ کتابیں نہیں ملتیں اور اردو میں تو اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے، جو یقیناً ایک تحقیقی کارنامہ ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم (ہماری زبان)

صفحات : 646 قیمت : 200 روپے

پتہ : قومی اردو کونسل، ویسٹ بلاک۔ 8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔

اردو سب سنسار

گوہر ملسیانی کی نئی تصنیف

● ماہنامہ "عکس" کے مدیر جناب گوہر ملسیانی کی نئی تصنیف "اقبال علامہ اقبال کیسے بنے؟" شائع ہو گئی ہے۔ اسے گوہر ادب پبلی کیشنز صادق آباد نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں علامہ اقبال کے آباواجداد، تعلیم و تدریس اور عملی سیاست کے علاوہ ان کی شخصیت پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

غالب کے اشعار کی تفہیم

● جناب مشکور حسین یاد نے غالب کے شعروں کی تفہیم نئے انداز سے کی ہے اور اسے کتابی شکل میں "غالب بوطیقا" کے نام سے الحمد پبلی کیشنز لاہور کے صفدر حسین صاحب نے شائع کیا ہے۔ (اخبار اردو، اسلام آباد)

"دھوپ سے خالی دن"

● راولپنڈی۔ ڈاکٹر بشیر سیفی کا ہائیکو مجموعہ "دھوپ سے خالی دن" شائع ہو گیا ہے۔ کتاب میں "اردو ہائیکو کی ہیئت" کے عنوان سے ڈاکٹر بشیر سیفی کا مقالہ بھی شامل ہے جس میں انھوں نے اردو ہائیکو کی ہیئت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اردو میں مقبولیت مساوی الاوزان ہائیکو کو حاصل ہے۔

عطا جالندھری کا شعری مجموعہ

● برمنگھم میں مقیم بزرگ شاعر سید عطا جالندھری کا تیسرا شعری مجموعہ "رتجگوں کا عذاب" ایشین پبلی کیشنز سعدی پارک لاہور نے خوب صورت گٹ اپ میں شائع کیا ہے۔ اس سے قبل بھی عطا جالندھری کے دو شعری مجموعے 'چراغ جلنے دو' اور 'شب زدہ تنہائیاں' شائع ہو چکے ہیں۔ (ادبی اخبار، لاہور)

خواب تیری آنکھوں کے

● جناب علی اختر کے اردو افسانوں کا مجموعہ "خواب تیری آنکھوں کے" حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ جس میں ان کے چودہ افسانے شامل ہیں۔ 128 صفحات پر محیط یہ خوبصورت شعری مجموعہ فکشن ہاؤس 18 مزنگ روڈ، لاہور کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے۔

(ہماری زبان، نئی دہلی)

"آنکھ بھر خواب"

● جناب اشرف جاوید کا شعری مجموعہ "آنکھ بھر خواب" کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ اسے گورا پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس سے قبل بھی اشرف جاوید کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ (اخبار اردو، اسلام آباد)

اردو مرکز انٹرنیشنل کا جلسہ

● اردو کے شاعر و ادیب جناب عبید اللہ علیم کی وفات پر اردو مرکز انٹرنیشنل کے ارکان کا سیلا مونیکا کیلی فورنیا میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مرحوم کے فن اور شخصیت پر روشنی ڈالی گئی۔ (ڈاک سے)

نواز دیوبندی امریکہ اردو اکیڈمی کے ممبر

● ڈاکٹر نواز دیوبندی کو اردو اکیڈمی آف امریکہ کا ممبر نامزد کیا گیا ہے۔ یہ نامزدگی 3 سال کے لیے ہے۔ اکیڈمی کا صدر دفتر شکاگو میں ہے۔ اردو اکیڈمی آف امریکہ کے اغراض و مقاصد میں امریکہ اور دیگر ملکوں میں نئی نسل کو اردو زبان و تہذیب سے روشناس کرانا اور اردو کی توسیع کے لیے تعمیری اقدام کرنا ہے۔ (عوام دہلی)

حلقہ ادب جرمنی کا ماہانہ اجلاس

● یکم اگست کو حلقہ ادب جرمنی کا ماہانہ اجلاس "لاہور پیلیس ریستوران" فرینکفرٹ میں منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض جناب حیدر قریشی نے انجام دیے۔ اس میں محترمہ ثریا شہاب نے اپنا تازہ افسانہ "آخری ملاقات" پڑھ کر سنایا۔ افسانے پر گرما گرم بحث ہوئی۔ (ڈاک سے)

"آگ کا پیوند" کی رسم اجرا

● 18/ اپریل کو امریکہ میں جناب ظفر رضوی کے مجموعہ کلام "آگ کا پیوند" کا اجرا مقامی ہوٹل میں کیا گیا افتتاحی تقریر جناب معین الدین حیدر نے کی۔

(اردو لنک، لاس اینجلس)

لندن میں اردو ورثہ

● جناب رضا علی عابدی کی اطلاع کے مطابق لندن میں "اردو ورثہ" (Urdu Heritage) کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا ہے۔ اس ادارے کا مقصد اردو زبان کو نئی نسلوں تک اس طرح پہنچانا ہے کہ ان میں اردو سیکھنے کا شوق پیدا ہو سکے۔ اس ادارے نے اردو سکھانے کے لیے دو کتابیں "پہلا تارا" اور "پہلی کرن" شائع کی ہے۔ ان کے علاوہ بچوں کے لیے چھ کہانیوں کی کتابیں بھی شائع کی ہیں۔

(ڈاک سے)

برطانیہ میں جوش سمینار اور مشاعرہ

● 14/ اکتوبر 1998ء کو لندن میں جوش اکیڈمی کے زیر اہتمام جوش ملیح آبادی پر بین الاقوامی سمینار اور مشاعرہ منعقد ہوا۔ اس میں پروفیسر مشکور حسین یاد، رسید معراج جامی (پاکستان)، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر شفیقہ فرحت، پروفیسر مظفر حنفی، پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ڈاکٹر منظر کاظمی، سیدہ نسرین نقاش اور ڈاکٹر لطف الرحمٰن (ہندوستان)، جعفر رضوی، افتخار نسیم اور نیر جہاں (امریکہ) سید اقبال حیدر اور رفعت مرتضٰی (کنیڈا) نے شرکت کی۔ (ہماری زبان، نئی دہلی)

"اُپکار" کے زیر اہتمام مشاعرہ

● 2/ ستمبر کو کویت میں ثقافتی اور ادبی تنظیم "اُپکار" کے زیر اہتمام ہندوستانی سفارت خانے کے آڈیٹوریم میں آزادی کی اکیاونویں سالگرہ کے موقع پر مشاعرہ منعقد کیا گیا جس کی صدارت ڈوگری کے معروف شاعر ڈاکٹر اروند ریتا کی۔ مہمانِ خصوصی ہندوستانی سفارت کار جناب میکھجا نے اپنے خطاب میں اس قسم کی محفلوں کے انعقاد کی ضرور پر زور دیا اور یک جہتی کی فضا قائم کرنے کی سعی پر اپکار کی کاوشوں کو سراہا۔ گیسٹ آف آنرس محمد ہوش دار خاں نے مشاعرے کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ اُپکار کے صدر جے، کے، اگروال نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ نائب صدر سید منظر عالم منظر نے اردو کے قلم کاروں کی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قلم کی قوت سب سے بڑی قوت ہے اس لیے قلم کار کا رول بہت اہم ہو جاتا ہے۔ نظامت کے فرائض جناب نور پرکار نے انجام دیے۔ (ڈاک سے)

اردو کے رسم الخط کی اہمیت

نئی دہلی 3/ ستمبر (یو این آئی) ملک کے نامور صحافیوں نے کہا ہے کہ رسم الخط کسی زبان کی شناخت اور روح ہوتی ہے اور اردو کا رسم الخط دیوناگری کرنے کی کوئی بھی تجویز اس زبان کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ ان صحافیوں کی تجویز ہے کہ اگر اردو کو روٹی، روزی سے جوڑنے کے لیے فوری طور پر اقدامات نہیں کیے گئے تو 21 ویں صدی میں اس زبان کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔

ان کے خیال میں گزشتہ 50 برسوں میں اردو کی خستہ حالی کے لیے دیگر عوامل کے ساتھ حکومت کا رویہ بھی کافی حد تک ذمہ دار ہے۔ ان صحافیوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ اردو سے متعلق سرکاری و نیم سرکاری اداروں نے اس خوبصورت زبان کے فروغ کے لیے کوئی موثر کوشش نہیں کی اور اسے محض مشاعروں تک ہی محدود کر کے رکھ دیا ہے جب کہ اردو مخالفوں نے ایک فرقہ کی زبان بتا کر اسے دفن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

یو این آئی اردو سروس نے گزشتہ 50 برس میں اردو صحافت کے موضوع پر ملک کے جن ممتاز صحافیوں سے بات چیت کی ہے ان میں مسٹر کلدیپ نیر، مسٹر جمنا داس اختر، مسٹر کے نریندر، مسٹر موہن چراغی اور آزاد صحافی سوم آنند شامل ہیں۔

تقسیم وطن کے بعد پنجاب سے دہلی آکر پرانی دہلی کے بلیماران علاقے سے شائع ہونے والے روزنامہ "انجام" سے صحافتی زندگی از سر نو شروع کرنے والے ممتاز صحافی اور راجیہ سبھا کے رکن کلدیپ نیر نے کہا ہے کہ آزادی کے بعد 50 برسوں میں اردو صحافت کو زبردست زک پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا کہ متحدہ ہندوستان میں یہ کورٹ کی زبان تھی، شمالی ہندوستان میں اردو ہی ذریعہ تعلیم تھی اور روٹی روزی سے جڑی ہوئی تھی۔ تقسیم وطن کے بعد اس زبان کو اچانک مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کی وجہ سے روزنامہ "انجام" جس کی یومیہ اشاعت تقسیم کے وقت تقریباً 80 ہزار تھی، 1947ء کے اواخر میں یہ اشاعت آدھی رہ گئی۔

مسٹر کلدیپ نیر نے کہا کہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کے اخبار تھے جو آزادی کے کئی برس بعد ایک ایک کر کے بند ہوگئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بیشتر اردو اخبارات مسلم لیگ کے ہمنوا تھے۔ جب کہ لاہور سے دہلی منتقل ہونے والے اخبار پرتاپ اور ملاپ آج بھی زندہ ہیں اور ایک مدت تک ان کی کافی اشاعت رہی۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اردو کا جو مقام تھا وہ نہیں رہا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اس قول کا ذکر کیا کہ تقسیم کے بعد اردو کا کیس خراب ہو گیا۔

مجاہد آزادی مولانا حسرت موہانی کے اس مشورے پر کہ اس ملک میں انسانی صحافت کا مستقبل نہیں ہے۔ اردو سے انگریزی صحافت میں جانے والے کلدیپ نیر اردو رسم الخط تبدیل کرنے کے خلاف ہیں ان کا کہنا ہے کہ رسم الخط تو کسی زبان کی شناخت ہوتی ہے اسے کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔

21ویں صدی میں اردو کے تابناک مستقبل کی امید کرتے ہوئے مسٹر کلدیپ نیر نے کہا کہ اب اردو سے بیگانگی کا رویہ ختم ہو رہا ہے اس لیے اردو کو پورے ملک میں دوسری سرکاری زبان بنایا جائے اور اسے روٹی روزی سے جوڑنے کا سلسلہ شروع کیا جانا چاہیے۔ مسٹر نیر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اور اردو اکادمیوں سے چاہتے ہیں کہ انہیں تراجم سے زیادہ اردو تعلیم کے فروغ کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ جب اردو داں ہی نہیں رہیں گے تو ان تراجم کو کون پڑھے گا۔

لاہور سے شائع ہونے والے لالہ لاجپت رائے کے اخبار وندے ماترم میں 1931ء سے صحافتی زندگی شروع کرنے والے معمر ترین اردو صحافی جمنا داس اختر نے کہا کہ 50 برس میں اردو کا خون کرنے کی بڑھ چڑھ کر کوشش کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ اردو واحد زبان ہے جسے پورے ملک میں رابطہ کی زبان بنایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علاقائی زبانیں اپنی اپنی ریاست میں بولی جاتی ہیں اور اردو پورے ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

مسٹر اختر نے کہا کہ اس ملک میں آج بھی انگریزی کے بعد اردو اخبارات کا نمبر ہوتا ہے۔ اردو کا روٹی روزی سے رشتہ ختم ہو گیا جس کی وجہ سے اسے پڑھنا چھوڑ دیا گیا۔ اردو داں لوگوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے [illegible] اشاعت دن بہ دن کم ہو رہی ہے، پنجاب سے صرف ایک اخبار ہند سماچار رہ گیا ہے اور دوسرا اخبار دم توڑ رہا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اردو کو ہندوستان میں دفن کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں لیکن امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، سعودی عربیہ اور دیگر خلیجی ممالک میں نہ صرف اردو اخبارات شائع ہو رہے ہیں بلکہ اسکولوں میں بھی اردو بطور مضمون پڑھائی جا رہی ہے۔ رسم الخط میں تبدیلی کیے جانے کے بارے میں مسٹر اختر نے کہا کہ رسم الخط کسی زبان کی روح ہوتی ہے اسے تبدیل کرنے کا سیدھا سا مطلب زبان ختم کرنا ہے۔ اردو کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ سرکاری اداروں میں اردو پڑھنے اور لکھنے والے رکھے جائیں اور ضلعی سطح پر پریس سیکشن میں اردو والے ہونے چاہئیں۔ مسٹر اختر کا کہنا ہے کہ اردو کا مزاج سیکولر ہے اسی لیے اردو والوں نے آج تک کسی مذہب کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔

انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک اشاعتی ادارے نے مکمل مہابھارت کی 4 جلدیں حال ہی میں شائع کی ہیں۔ 21ویں صدی میں اردو کا مستقبل تابناک بتاتے ہوئے مسٹر اختر نے کہا کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، خدا بخش لائبریری اور مکتبہ جامعہ نے اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اردو میں انسائیکلوپیڈیا اور ڈکشنری تیار کرنے پر قومی اردو کونسل کی ستائش کی۔

دہلی سے شائع ہونے والے روزنامہ "پرتاپ" کے ایڈیٹر کے نریندر اس بات سے تو اتفاق کرتے ہیں کہ اردو کا روٹی روزی سے رشتہ ختم ہونے کی وجہ سے اس زبان کی یہ حالت ہوئی ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ اگر اردو کو زندہ رکھنا ہے تو اسے عربی فارسی الفاظ سے پاک کر کے ہندی الفاظ سے ہم آہنگ کرنا ہوگا اور یہ کہ اردو کا رسم الخط دیوناگری کر دیا جائے تو اس کا مستقبل محفوظ ہے۔

انہوں نے کہا کہ گزشتہ 50 برس میں اردو کسمپرسی کا شکار رہی ہے۔ 22 ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں میں سے صرف کشمیر میں سرکاری زبان اردو ہے

جب کہ مقامی لوگوں کی مادری زبان کشمیری ہے۔ انہوں نے کہا کہ محض آنسو پونچھنے کے لیے یوپی بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنایا گیا ہے۔ لیکن یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے عمل کچھ نہیں ہوا۔

مسٹر نریندر نے جو ہندی آمیز اردو کے حامی ہیں بتایا کہ پورے ملک میں پہلے نمبر پر علاقائی زبانیں ہیں دوسرے نمبر پر ہندی یا انگریزی ہے۔ اردو ہر ریاست میں چوتھے نمبر پر آتی ہے۔ انہوں نے الزام لگایا ہے کہ اردو کے ان ٹھیکیداروں نے اس زبان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا جو آج بھی اردو میں عربی اور فارسی غلبہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

مسٹر نریندر نے افسوس ظاہر کیا کہ اردو خوبصورت زبان ہونے کے باوجود دم توڑ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان بنا دی گئی اور اس تاثر کو ختم کرنے کی اردو کی ٹھیکیداروں نے کوئی کوشش نہیں کی اور پاکستانی زبان کا تصور حقیقت نہ ہونے کے باوجود آج بھی قائم ہے۔

مسٹر نریندر کو اردو کے صحافی اور دیگر اردو داں عملہ نہ ملنے کی شکایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجبوری میں نااہل لوگوں کے نخرے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ انہوں نے اس اندیشے کا بھی اظہار کیا کہ نیا دیج بورڈ آنے کے بعد 80 برس سے شائع ہونے والا روزنامہ "پرتاپ" زندہ نہیں رہے گا۔

دہلی سے شائع ہونے والے روزنامہ "قومی آواز" کے ایڈیٹر جناب موہن چراغی نے کہا کہ 50 برسوں میں اردو صحافت کا ارتقا نہیں ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ملک میں ایک تاثر یہ پیدا ہو گیا ہے کہ اردو ملک کی تقسیم کی ذمے داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ زخم شاید بھر جائے لیکن سیاسی پارٹیوں اور لیڈروں نے سیاسی اغراض کی بنا پر اردو کو مسلم اقلیت کی زبان قرار دے دیا ہے۔

زبان کسی فرقہ کی نہیں ہوتی اور اردو تو ہندوستانی زبان ہے۔ اگر زبان کو مذہب سے تعلق ہوتا تو آج کروڑوں ہندو سنسکرت اور کروڑوں مسلمان عربی بولتے نظر آتے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے سیاست دانوں نے اردو کو مسلمانوں کی زبان بتا کر اس کا ناقابل تلافی نقصان کیا ہے۔ اردو کے بیشتر اخبارات پرانی ڈگر پر قائم ہیں جب کہ آج کا نوجوان قاری کھیل، فلم، سائنس اور عالمی دنیا سے باخبر رہنا چاہتا ہے۔ اردو میں صحافت کے گرتے ہوئے معیار کے بارے میں مسٹر چراغی نے کہا کہ اردو میں ذہین افراد کم آتے ہیں۔ اردو اخبارات میں ملازمت کی سیکورٹی نہیں ہے۔ نوجوان صحافیوں کا استحصال کیا جاتا ہے اور بیشتر اخبارات 2000 سے بھی کم تنخواہ دے کر اردو صحافیوں سے بارہ بارہ گھنٹے کام لیتے ہیں۔

مسٹر موہن چراغی اردو رسم الخط تبدیل کرنے کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ رسم الخط تبدیل کرنے کی بات کیوں کرتے ہیں یہ تو زبان ختم کرنے کا ایک راستہ ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ بڑے بڑے مسلم لیڈر ملک کے بڑے عہدیداروں کو انگریزی، ہندی میں خط کیوں لکھتے ہیں اس کے ساتھ ہی انہوں نے انکشاف کیا کہ "قومی آواز" کو ملنے والے خطوط میں سے 90 فیصد ہندی میں تحریر ہوتے ہیں۔

آزاد صحافی اور حیدر آباد سے شائع ہونے والے روزنامہ "سیاست" کے کالم نگار سوم آنند کا کہنا ہے کہ اردو

کی خستہ حالی کے لیے حکومت گنہ گار ہے لیکن اردو سخت جان ہے اسی لیے ہزار مخالفتوں کے باوجود آج بھی زندہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ممبئی حیدر آباد، بنگلور اور دہلی میں آج بھی اردو زندہ ہے، خاص طور پر روزنامہ "انقلاب" (ممبئی) روزنامہ "سیاست" (حیدر آباد) اور روزنامہ "آزاد ہند" (کلکتہ) اردو صحافت کے معیار کو مکمل طور پر برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

جمہوریت ملکی استحکام اور سیکولرازم کے لیے اردو کو زندہ رکھنے پر زور دیتے ہوئے مسٹر آنند نے کہا کہ اردو زندہ رکھنے میں ملک کا مفاد ہے تاہم انہوں نے یہ شکایت کی کہ آج کا نوجوان صحافی محنت نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ صحافت تو ایک مشین ہے آج کمرشیل بنادیا گیا ہے۔

تاہم انہوں نے اردو اخبارات کے منفی پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ان میں مذہب بہت ہوتا ہے ان کا خیال ہے کہ اخبار کو مذہب کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے کیونکہ روایتی مذہب ذہنی ترقی کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔

انہوں نے اس الزام کی تردید کی کہ اردو کی بنیاد عربی و فارسی پر ہے اردو کا ڈھانچہ خالصتاً ہندوستانی ہے۔ 21ویں صدی میں اردو کو زندہ رکھنے کے لیے انہوں نے تجویز پیش کی کہ پورے ملک میں اردو تعلیم کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا جائے اور اسے روٹی روزی سے جوڑا جائے۔

(بہ شکریہ عوام، نئی دہلی)

ہندوستان کے سب سے بڑے ادبی انعام "سرسوتی سمان" سے سمانت

شعر شور انگیز (دوسری طباعت)

جلد اول	:	صفحات ۷۱۲	قیمت۔ ۱۵۰/ روپے
جلد دوم	:	صفحات ۵۱۷	قیمت۔ ۱۳۰/ روپے
جلد سوم	:	صفحات ۶۹۷	قیمت۔ ۱۵۰/ روپے
جلد چہارم	:	صفحات ۸۱۰	قیمت۔ ۱۷۰/ روپے

میر شناسی کی دستاویزی حیثیت کی کتابیں میر کی شاعری کا بھرپور جائزہ اور تجزیہ خود مصنف کی زبان میں ان کتابوں کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ میر کی غزلیات کا ایسا معیاری انتخاب جو دنیا کی بہترین شاعری کے سامنے بے جھجک پیش ہو سکے اور جو میر کا نمائندہ انتخاب بھی ہو۔

۲۔ اردو کے کلاسیکی غزل گویوں بالخصوص میر کے حوالے سے کلاسیکی غزل کی شعریات کی بازیافت۔

۳۔ مشرقی اور مغربی شعریات کی روشنی میں میر کے اشعار کا تجزیہ تشریح تعبیر اور محاکمہ۔

۴۔ کلاسیکی اردو غزل فارسی غزل علی الخصوص سبک ہندی کی غزل کے تناظر میں میر کے مقام کا تعین۔

۵۔ میر کی زبان کے بارے میں نکات کا حسب ضرورت بیان۔

کتاب کے مصنف جناب شمس الرحمان فاروقی کو اس کتاب کی بنا پر ۵ لاکھ روپے کے ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ اس کی پہلی طباعت ختم ہو چکی ہے۔ دوسری طباعت مکمل ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

محکمہ تعلیم، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔ ۱، ونگ۔ ۶، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

مادری زبان اور اس کی اہمیت۔ اعداد و شمار کے آئینہ میں

1991ء میں ہوئی مردم شماری کی مادری زبان سے متعلق رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ اس رپورٹ میں مادری زبان کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مادری زبان وہ زبان ہے جو کسی شخص کے بچپن میں اس کی ماں کے ذریعہ بولی جاتی تھی اور اگر گہوارے میں ہی ماں کا انتقال ہو جائے تو اس شخص کے گھر میں اس کے بچپن میں جو زبان بولی جاتی تھی وہی اس کی مادری زبان کہلائے گی۔ رپورٹ میں اعداد و شمار جمع کرنے والوں کو اس بات کی سخت تاکید کی گئی تھی کہ وہ اپنی طرف سے زبان کے خانے میں کوئی اندراج نہیں کریں گے بلکہ وہ شخص جس زبان کو اپنی مادری زبان کہتا ہے وہی لکھی جائے گی۔ واضح ہو کہ آئین کے آٹھویں شیڈول میں دی گئی اٹھارہ زبانوں کے علاوہ ملک میں 10,400 زبانیں لکھوائی گئیں۔ جن کو پھر سے ذیلی زبانوں کے تحت رکھنے کی منطقی کوشش کی گئی اس کے تحت 1576 ایسی بولیاں ملیں جنہیں مادری زبان کے تحت اور 1796 ایسی بولیاں ملیں جنہیں غیر مادری زبان کے تحت رکھا گیا۔ ان کی پھر سے منطقی تقسیم کرتے ہوئے جو نتیجہ اخذ کیا گیا انہیں 114 زبانوں اور 216 مادری زبانوں کے تحت رکھا گیا اور ان زیادہ تر اٹھارہ زبانوں کے تحت بولی جانے والی ذیلی زبانوں کو اعداد و شمار جمع کرتے وقت انہیں اٹھارہ بڑی زبانوں میں شامل کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ یہ اعداد و شمار 1991ء میں کی گئی مردم شماری پر منحصر ہیں۔ جب ملک کی کل آبادی 83,85,83,988 تھی۔ ان آٹھ سالوں میں اس تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ سے کچھ بہت دلچسپ حقائق سامنے آئے ہیں۔ اس وقت پورے ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد جن کی مادری زبان اردو ہے۔ 43,40,6,932 ہے اور یہ ملک کی چھٹی بڑی زبان کی حیثیت سے سامنے آئی ہے جو ملک کی کل آبادی کا 5.13 فیصد ہے۔ 1971ء میں بھی اس کا نمبر چھٹا تھا۔ جب فیصد کے اعتبار سے 5.22 فیصد لوگ اس زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے بولتے تھے۔ لیکن 1981ء کی مردم شماری میں اس کا نمبر پانچواں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 1981ء سے اس کے بولنے والوں کے تناسب میں کمی آئی ہے، گرچہ آبادی کے اعتبار سے بولنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اب اس وقت ہندی، بنگالی، تلگو، مراٹھی اور تامل کے بعد اردو کا نمبر ہے۔ جب کہ 1981ء میں ہندی، بنگالی، تلگو اور مراٹھی کے بعد اردو کا نمبر تھا لیکن 1981ء میں ایسے لوگوں کی کل تعداد 34,94,1435 تھی۔ اس وقت پورے ملک میں ہندی بولنے والوں کی تعداد 33,72,72,114 ہے اور تقریباً 3955 فیصد لوگ اس زبان کو بولتے ہیں لیکن ہندی کے تحت 48 ذیلی زبانوں کو شامل کیا گیا ہے، مثلاً لودھی، باگھیلی، راجستھانی، بنجاری، بھوجپوری، برج، بندیلی وغیرہ وغیرہ۔ ان 48 ذیلی زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد کو اگر علیحدہ کر دیا جائے تو صرف ہندی بولنے والوں کی تعداد 23,34,32,285 رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اردو کے تحت بھی ذیلی زبانوں کو شامل کیا گیا ہے لیکن وہ کون سی ذیلی زبانیں ہیں جنہیں اردو کے تحت رکھا گیا ہے اس کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد 47954 بتائی گئی ہے۔ انہیں نکالنے کے بعد خالص اردو بولنے والوں کی تعداد تب بھی 43,35,8,978 رہ جاتی ہے۔ جو زبانیں آٹھویں شیڈول میں نہیں شامل کی گئی ہیں ان میں عربی زبان ہے جسے 21975 لوگوں نے اپنی مادری زبان لکھوایا ہے۔ لیکن اس پوری رپورٹ میں فارسی زبان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پورے ملک میں ایک شخص بھی

آٹھویں شیڈول میں دی گئی اٹھارہ زبانوں میں ملک کے مختلف صوبوں میں آندھرا پردیش میں 836، اروناچل پردیش میں 16، آسام میں 2، بہار میں 979، گوا میں 342، گجرات میں 133، ہریانہ میں 159، ہماچل پردیش میں 16، کرناٹک میں 996، کیرل میں 4، مدھیہ پردیش میں 85، مہاراشٹر میں 727، منی پور میں 1، میگھالیہ میں 16، میزورم میں 5، ناگالینڈ میں 11، اڑیسہ میں 159، پنجاب میں 7، مغربی بنگال میں 214 اور مرکز کے زیر انتظام ریاستوں میں انڈومان نکوبار میں 53، چنڈی گڑھ میں 71 دادر نگر حویلی میں 14، دمن اور دیو میں 8، دہلی میں 545، لکش دیپ میں 7 اور پانڈیچری میں 76 آدمی اردو بولتے ہیں۔ خود دہلی میں ہر دس ہزار کی آبادی پر 8164 ہندی اور 794 پنجابی بولنے والے لوگ ہیں۔ اس اعداد و شمار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پورے ملک میں ہر دس ہزار کی آبادی پر سب سے زیادہ 996 نفر کرناٹک میں اردو بولتے ہیں۔ جب کہ اتر پردیش میں یہ تعداد گھٹ کر 898 رہ گئی ہے۔ جب کہ 1981ء میں اس صوبے میں ہر دس ہزار کی آبادی پر اردو بولنے والوں کی تعداد دوسرے صوبوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ رپورٹ سے کچھ اور بھی حقائق سامنے آئے ہیں۔ مثلاً پورے ملک میں اردو بولنے والی خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں نسبتاً کافی کم رہی ہے یعنی پورے ملک میں 22,63,3,528 مردوں کی زبان اردو رہی ہے جب کہ خواتین میں ان کی تعداد 20,77,3,404 تقریباً اٹھارہ لاکھ کم رہی ہے۔ انگریزی جو ایک ملک گیر زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور ہندی کے بالمقابل جس کا استعمال قومی زبان کے طور پر ہو رہا ہے اسے صرف 1,78,598 افراد نے اپنی مادری زبان کے طور پر دکھایا ہے۔ لیکن یہ بھی خاص بات ہے کہ بعض صوبوں میں ایسی خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ رہی ہے جن کی مادری زبان انگریزی ہے مثلاً بہار میں صرف 2988 لوگوں نے انگریزی کو اپنی مادری زبان لکھوایا ہے جس میں مردوں کی تعداد 1353 اور خواتین کی تعداد 1635 رہی ہے۔ بہار کے علاوہ کرناٹک، کیرل، مہاراشٹر، راجستھان اور دہلی نیز کچھ علاقوں میں ایسی خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے جن کی مادری زبان انگریزی ہے اس رپورٹ کا موٹے طور پر تجزیہ کرنے سے کچھ باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کی تعداد میں 1981ء کے مقابلے کمی آئی ہے اور پورے ملک میں گرچہ آبادی کے حساب سے عورتوں کا تناسب مردوں کے مقابلے میں کم ہے لیکن اردو زبان کے ساتھ خواتین کا رجحان رفتہ رفتہ کم ہوتا جارہا ہے۔ اتر پردیش میں یہ کمی کچھ تو تعلیمی وسائل کی بدولت اور کچھ اپنی بے حسی کی وجہ سے آئی ہے۔

مختلف صوبوں میں اردو کی حیثیت کچھ اس طرح ہے۔
آندھرا پردیش میں 5560154 اروناچل پردیش میں 1370، آسام میں 3935، بہار میں 8542463، گوا میں 39944، گجرات میں 547737، ہریانہ میں 20-261 ہماچل پردیش میں 8252، کرناٹک میں 4480038، کیرلہ میں 12625، مدھیہ پردیش میں 1227672، مہاراشٹر میں 5734468، منی پور میں 19، میگھالیہ میں 2863، میزورم میں 349، ناگالینڈ میں 1381، اڑیسہ میں 502102، پنجاب میں 13416، راجستھان میں 953497، سکم میں 1703، تامل ناڈو میں 1036660، تریپورہ میں 173، اتر پردیش میں 12492927 مغربی بنگال میں 1455649 اور مرکز کے زیر انتظام ریاستوں میں انڈمان نکوبار میں 1492 چنڈی گڑھ میں 4570، دادر نگر حویلی میں 198، دمن اور دیو میں 84، دہلی میں 512990 لکش دیپ میں 37، اور پانڈیچری میں 6170 لوگوں نے اسے اپنی مادری زبان کے طور پر لکھوایا ہے چونکہ 1991ء میں کشمیر میں مردم شماری نہیں ہو سکی تھی اس لیے زبانوں کے اعتبار سے کشمیر کی مردم شماری کی تعداد نہیں دی گئی ہے۔

ماہنامہ "آجکل" نئی دہلی۔ بحوالہ روزنامہ ندیم بھوپال 18 جون

سچیتا مہاجن

ہندوازم گاندھی جی کے نقطہ نظر سے

کیا ہمارا سیکولرزم ہندو مخالف ہے؟ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ 1947ء میں ہندوستان کے طرز حکومت کے بارے میں جو پیچیدہ بحث شروع ہوئی تھی وہ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی جاری ہے۔ سیکولرزم کے تئیں برسر اقتدار طبقہ ہندوؤں کے ایک بہت بڑے حلقے میں معاندانہ انداز فکر کو فروغ دے رہا ہے۔ "سیوڈو سیکولرزم" کے مفروضے کے خلاف گوڈسے کی نفرت آمیز مہم میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ محض لفظوں کا ہے۔ عام تاثر یہ دیا گیا کہ سیکولرزم ہندو مخالف ہے۔

ملک کی تقسیم کے بعد جو صورت حال سامنے آئی۔ اس میں ہندو مہاسبھا کے کارکنوں نے کھلم کھلا یہ کہنا شروع کیا کہ نہرو، پٹیل اور آزاد کو ہندوؤں کے ساتھ وشواس گھات کرنے کے جرم میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دینا چاہیے۔ ہندو ریاست کے قیام کا مطالبہ کرنے والوں کو نہرو کا جواب یہ تھا کہ ہندو کلچر کو اپنی بقا کے لیے ہندو ریاست کا سہارا لینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے "میں اگر ہندو راج کے خیال کی مخالفت کرتا ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں ہندو کلچر کا دشمن ہوں۔ ہندوستان کی اکثریت چونکہ ہندوؤں پر مشتمل ہے اس لیے قدرتی طور پر ہندو کلچر کی جلوہ گری دوسروں کے مقابلے زیادہ نمایاں ہوگی۔ لیکن میں قرون وسطی طرز کی مذہبی ریاست کے قیام کا شدید مخالف ہوں۔

مہاسبھا کے جلسوں میں گاندھی مردہ باد کا نعرہ لگانا ایک عام سی بات تھی۔ گاندھی جی کا قتل اسی نفرت آمیز مہم کا انتہائی بھیانک اظہار تھا۔ مئی 1969ء میں پنجاب ہائی کورٹ (شملہ) میں ناتھورام گوڈسے نے جو اپیل کی تھی اس میں اس نے کہا تھا "جب کانگریس کے اعلیٰ عہدیداروں نے گاندھی کی مرضی سے اُس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرادیے جسے ہم کسی دیوی کی طرح پوجتے ہیں تو میرے دل میں غصے کی شدید آگ بھڑک اٹھی۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایک ایسے شخص کو اپنی گولی کا نشانہ بنایا جس کی پالیسی اور جس کا عمل لاکھوں ہندوؤں کی مکمل تباہی کا باعث بنا نفرت کی وہی مہم اب بھی بے روک ٹوک جاری ہے۔

سنتوں کی زبان

لفظ ہندو کی اس سے بڑی توہین کیا ہوگی کہ گاندھی جی کو ہندو مخالف کہا جائے جیسا کہ جواہر لال نہرو نے اپنے ہم وطنوں کو یہ احساس دلایا تھا کہ گاندھی جی اپنے زمانے کے سب سے بڑے ہندو تھے۔ انھوں نے کہا کہ اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہوگی کہ خود ہندو راشٹر کا نعرہ بلند کرنے والے حلقے ہی کے ایک فرد نے اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندو کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ گاندھی جی اگرچہ اپنے آپ کو سناتنی ہندو کہتے تھے لیکن انھوں نے دوسرے عقائد سے بھی فیضان حاصل کیا تھا حتیٰ کہ Thoreau رسکن اور تالستائے کے غیر مذہبی فلسفوں سے بھی وہ متاثر ہوئے۔ انھوں نے سنتوں کی جو زبان استعمال کی اس سے

عام لوگوں تک رسائی حاصل کرنے میں انھیں بڑی مدد ملی۔ چونکہ ہندوستان کے مشترکہ کلچر میں بہت سے عناصر ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کا بھی ورثہ ہیں اس لیے گاندھی جی کی زبان کسی رکاوٹ یا جھول کا باعث نہیں بنی۔

جو لوگ گاندھی جی کو ہندو مخالف کہہ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں انھیں یہ بات شاید یاد نہیں کہ 1946-47 میں فرقہ پرستی کے خلاف اپنے فلسفہ عدم تشدد کو بروئے کار لانے کے لیے گاندھی جی نے جس مقام کا انتخاب کیا وہ بہار نہیں تھا جہاں فسادات کا نشانہ مسلمان بنے تھے بلکہ نواکھالی تھا جہاں ہندو عقائد پر حملے ہو رہے تھے۔ گاندھی جی نے جو نواکھالی کا انتخاب کیا تو مسلمانوں میں جو ان کا مخالف حلقہ تھا اس نے یہ کہہ کر ان کی تنقید کی کہ ان کے کان صرف ہندوؤں کی شکایت سننے کے عادی ہیں۔ نواکھالی میں اپنی پدیاترا کے دوران انھیں بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ پہلے بہار جائیں۔ اس کا جواب گاندھی جی نے یہ دیا کہ اپنے آپ کو سیکولر ثابت کرنے کے لیے انھیں بہار جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر وہ بہار بھی گئے۔ نواکھالی میں جو کچھ ہوا وہ صرف فرقہ وارانہ فساد نہیں تھا۔ وہاں ہندوؤں کی مذہبی آزادی اور ان کی تہذیبی شناخت کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اس سلسلے میں گاندھی جی کا موقف یہ تھا کہ سب کو اپنے مذہبی معاملات میں پوری آزادی ملنی چاہیے۔ نیز انھیں یہ حق بھی ملنا چاہیے کہ وہ مذہبی علامتوں کے تئیں اپنی وابستگی کا اظہار کر سکیں۔

گاندھی جی کا دھرم

گاندھی جی کی شخصیت کا یہ دلنواز پہلو لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا تھا کہ مذہبی شناخت کے تئیں حساس ہونے کے باوجود تعصبات اور تنگیوں سے ان کا ذہن بالکل پاک تھا انھوں نے ہندوؤں کو اپنے دلوں سے خوف دور کرنے کے لیے اس بات کی دعوت دی کہ وہ "رام نام" کا ورد کریں اور رام دھن پر ایک ساتھ گائیں۔ گاندھی جی کے سکریٹری پیارے لال نے کارت کھیل (KarathKhil) کے خوفزدہ باشندوں کی رام نام کا ورد کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی۔ وہ ہندو عورتیں جو خوف کے مارے مانگ میں سیندور لگانے یا شنکھ کی چوڑیاں پہننے سے گریز کرتی تھیں انھوں نے آرتی اتار کر مہاتما گاندھی کا استقبال کیا۔ رفتہ رفتہ شری رام پور کے ہندوؤں میں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ مندروں میں گھنٹیاں بجنے لگیں اور گاندھی جی سے ملنے کے لیے آس پاس کے گاؤں سے جو گروپ آیا تھا اس نے "رام سم کیرتن" گا کر ان کا استقبال کیا گاندھی جی نے مسلمانوں کی بھی دلجوئی کی۔ انھوں نے جس مولوی کے گھر میں قیام کیا تھا اس نے مقامی مسلمانوں کو بتایا کہ گاندھی جی انھیں اس شدید احساس جرم سے آزاد کرانے آئے ہیں کہ انھوں نے ہندوؤں کا خون بہایا ہے۔

گاندھی جی کا طریقہ کار ان سیکولر لوگوں کی کوششوں سے مختلف بلکہ ان سے سوا تھا جو مذہب کی آفاقیت مشترکہ کلچر اور صلح کل کے تصور پر مبنی بھگتی یا صوفی تحریک کو فروغ دینے پر زور دیتے ہیں گاندھی جی اور دوسرے قومی لیڈر بھی مسلمانوں کے حساس معاملات کے تئیں اتنے ہی حساس تھے۔ مارچ 1947ء میں گاندھی جی نے بہار کے تباہ شدہ علاقوں کا دورہ کیا تھا۔ 1996 میں یاترا سے واپسی کے وقت میری ملاقات پٹنہ میں ثناالحق سے ہوئی۔ وہ شدت جذبات سے اس قدر مغلوب تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے 50 سال قبل کا واقعہ یاد آیا جب گاندھی جی پٹنہ کے قریب واقع اس کے گاؤں میں آئے تھے۔ گاندھی جی کو وہ کنواں دکھایا گیا جس میں فسادیوں نے گرانقدر مذہبی مخطوطات اور مشرقی علوم کی نادر کتابیں پھینکی تھیں۔ وہ خاموش سر جھکائے کھڑے رہے۔ جب انھیں کسی نے پانی کا

گلاس پیش کیا تو انھوں نے کہا کہ پانی پینا تو در کنار، گناہوں سے پر اس فضا میں، میں سانس تک نہیں لے سکتا۔

انسانی رشتے

نہرو نے پٹیل کو یہ مشورہ دیا تھا کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ پرانی دلی کی ان مسجدوں کی مرمت کرادے جنھیں مندر میں تبدیل کر دیا گیا تھا، تقسیم کے نتیجے میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے پس منظر میں ہندو تنظیموں نے میواتیوں میں جب شدھی کی مہم چلائی تو گاندھی جی نے اس کی شدید مخالفت کی۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے گاندھی جی نے جو طریقۂ کار اختیار کیا اسے خود مذہبی طریقۂ کار کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ان کے سیکولرزم کی آبیاری ان کے یقین اور عقیدے نے کی تھی۔ اس کی جڑیں عالمی اخوت اور انسانیت کی انتہائی گہرائیوں میں پیوست تھیں۔

گاندھی جی کا خیال تھا کہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر سیاست کو مذہب سے الگ کر دیا جائے تو کم از کم اس سیاست سے انھیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔ ان کا دھرم کوئی منظم مذہب نہیں تھا۔ وہ اس اخلاقی بلندی کے قائل تھے جو سیاست سمیت زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

سیکولرزم کا وہ مغربی تصور ان کے سامنے بے وقعت تھا جس میں تقدیس کی جلوہ گری نہ ہو۔ قومی تحریک میں سیکولر ہونے کا مطلب یہ تھا کہ فرقہ واریت کے زہر سے محفوظ رہا جائے اور یہ کام مذہب کو محور مان کر انجام دیا جا سکتا ہے۔ عام طور سے دیکھا یہ گیا ہے کہ انسان اور انسان کے درمیان نفرت پیدا کرنے کی کوششوں کی نفی کرنے کے لیے مذہبی افراد نے اپنے عقیدے کا سہارا لیا ہے۔ مسلم علماء نے مذہبی تناظر میں ہی قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ آج بھی اگر مذہب کو سیکولرزم کے فروغ کے لیے بروئے کار لایا جائے تو اس کے بڑے مثبت اور دور رس نتائج سامنے آئیں گے۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اب مذہب اور سیاست میں جو ربط پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس میں فرقہ پرستی در آتی ہے اور اس میں ایک خاص قسم کی سیاست کو مذہب کی بنیاد پر جائز قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے باعث انتہائی تنگ اور محدود قسم کی سیاست پروان چڑھتی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہب، سیاست اور سیکولرزم کے درمیان مثبت اور تخلیقی نوعیت کا رشتہ استوار کیا جائے۔ یہ وہ طریقۂ کار ہوگا جس کے ڈانڈے گاندھی جی کے تصور سے جا ملیں گے کیا اس طرح کا ربط ایک ایسا سیاسی کلچر پیدا کرنے میں معاون نہ ہوگا جو فرقہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو چیلنج کر سکے؟

(ٹائمز آف انڈیا کے شکریے کے ساتھ: ترجمہ معین اعجاز)

سہ ماہی **فکر و تحقیق** نئی دہلی

(علمی و تحقیقی رسالہ)

کے سالانہ خریدار خود بنئے

اور

دوسروں کو بھی خریدار بننے کی ترغیب دیجئے

زر سالانہ : صرف -/140 روپے

ملنے کا پتہ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک ۔۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی ۔۱۱۰۰۶۶

رضوان احمد

سماجی رشتوں پر میڈیا کے اثرات

دوردرشن پر ایک سیریل "شکتی مان" آتا ہے۔ جس کا مرکزی کردار شکتی مان پھرکی کی طرح ناچ کر اوپر اڑ جاتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ اس کی نقل کرنے میں کتنے ہی بچوں کی جان جاچکی ہے یا معذور ہو جانا پڑا ہے۔ اب سیریل کے آغاز میں ہی "شکتی مان" بچوں کو ایسا کرنے سے منع کرتا ہے۔ اسی طرح رامائن سیریل دکھائے جانے کے وقت کتنے ہی بچوں نے تیر کمان چلا کر دوسرے بچوں یا راہگیروں کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ "ہی مین" یا "بیسٹ مین" دکھائے جانے کے وقت بھی ایسے ہی المناک واقعات پیش آئے۔ ان سے ظاہر ہوا کہ سماج پر میڈیا کے بڑے زبردست اثرات رونما ہوتے ہیں جو منفی بھی ہوتے ہیں اور مثبت بھی البتہ منفی اثرات ہمارے سامنے فوراً آجاتے ہیں اور اخبارات بھی اس پر واویلا مچاتے ہیں لیکن مثبت اثرات کا ذکر کہیں نہیں ہوتا۔ اس کا سبب وہی ہے کہ اگر کتا آدمی کو کاٹے تو وہ خبر نہیں ہے لیکن آدمی کتے کو کاٹ لے تو وہ خبر بن جاتی ہے۔

میڈیا پر کئی مخرب الاخلاق اشتہارات بھی آتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں حکومت نے ان کا شدید نوٹس بھی لیا ہے۔ لیکن جن اشتہارات کا تعلق خاندانی منصوبہ بندی سے ہے یا سینیٹری ناول جیسی چیزوں کے اشتہارات دیکھ کر بھی جب بچے ماں باپ سے ان کے متعلق سوال کرتے ہیں تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ کوئی جواب بن ہی نہیں پاتا۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ الیکٹرانک میڈیا کے اثر سے آج کی نسل سابقہ نسلوں سے زیادہ باخبر ہے کیونکہ میڈیا کے پروگرام اس کے ذہن پر براہ راست اثرات مرتسم کرتے ہیں اور وقت سے قبل ہی اس کا ذہن بلوغ کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے ذہن میں ایسی معلومات جمع ہونے لگتی ہیں۔ جن کو اس عمر میں جمع نہیں ہونا چاہیے۔ وقت سے قبل ذہن میں معلومات کا یہ ذخیرہ آجانے سے نہ تو بچہ ذی علم یا عقل مند بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمی کاوشوں میں یہ معلومات کارآمد ثابت ہوتی ہیں۔ بلکہ سماجی رشتوں پر اس کے بداثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بچوں میں بڑھ رہی مجرمانہ سرگرمیاں اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ بلکہ اکثر اطفال مجرمین نے عدالتوں میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ان کی مجرمانہ سرگرمیاں ٹی وی سیریلوں کی مرہون منت ہیں۔

اثرات بد پرنٹ میڈیا کے بھی پڑا کرتے تھے۔ لیکن ان کا حلقہ محدود ہوا کرتا تھا۔ مثلاً جاسوسی ناولوں نے لوگوں میں مجرمانہ ذہنیت کو فروغ دیا تھا۔ بلکہ جرائم کاری کے لیے مجرمین وہی طریقے استعمال کرتے تھے جن کا ذکر ان جاسوسی ناولوں میں ہوتا تھا۔ لیکن پرنٹ میڈیا یا سینما کے مقابلے میں ٹی وی نٹ ورک زیادہ وسیع ہے۔ اس لیے اس کے اثرات بھی وسیع تر ہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی سیریل بنانے والے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ سماج کو غلط راستے پر ڈالے۔ منفی اثرات مرتب کروائے یا نئی نسل کو تخریب کا راستہ دکھائے۔ لیکن جب عدالتوں میں مجرمین یہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ طریقہ فلاں سیریل سے لیا یا فلاں کہانی سے حاصل کیا تو اس پر چونکنا پڑتا ہے توجہ دینی پڑتی ہے اور سماجی مصلحین کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ آخر ان اثرات بد سے کچی عمر والوں کو

کیونکر بچایا جاسکتا ہے۔

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے گھر میں کیبل نہیں ہے اس لیے وہ اس کے اثرات بد سے محفوظ ہیں۔ کچھ تو فخر سے کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سانپ کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روک دیا ہے لیکن ان کا دعویٰ بالکل ویسا ہی ہے جیسے شتر مرغ خطرے کو دیکھ کر ریت میں منہ گاڑ لیتا ہے کہ خطرہ ٹل گیا۔ میڈیا کی ہر لمحہ توسیع ہو رہی ہے اور سماج کا ہر ذہن اس کے حصار میں ہے اس لیے اگر کوئی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے گھر میں کیبل نہیں ہے اس لیے وہ اس کے اثرات سے محفوظ نہیں بس ایک غلط فہمی ہے۔ ہمارے درمیان بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پرانی قدروں کی شکست وریخت ہو رہی ہے اور نئی قدریں سماج میں داخل ہو رہی ہیں۔ کیبل نے عالمی سطح پر سماجی تبدیلیاں رونما کردی ہیں جن میں سماجی رشتوں کی نوعیت کا تبدیل ہوجانا بھی ہے چونکہ ہمارے ملک میں بھی دور افتادہ دیہاتوں تک کیبل نٹ ورک کی پہنچ ہو چکی ہے۔ اس لیے وہاں کے سماج پر بھی اس کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

لیکن بیرونی ممالک کے مقابلے میں ہمارا جو تہذیبی بعد ہے جو ثقافتی دوری ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کیبل کی قربت کے باوجود ہم اپنی تہذیبی قدروں کی قربانیاں نہیں دے سکتے ہیں۔ سبب ہے کہ آج ہر محاذ پر نبرد آزمائی ہو رہی ہے۔ ہم یہاں کیبل ٹی وی کی الگ ہو کر باتیں کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں کی طرح آزادیاں حاصل کیں۔ ہمارا صرف دوردرشن ہے جس پر گزشتہ کئی برسوں میں ویسے سیریل دکھائے گئے ہیں۔ جن کے سماج پر خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مخرب الاخلاق بھی ثابت ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ انہوں نے سماجی رشتوں کی شکست وریخت میں حصہ لیا ہے۔

ہندوستان شاید واحد ایسا ملک ہے۔ جہاں دو اور تین نسلیں ایک ہی چھت کے نیچے رہتی ہیں۔ ایک دسترخوان پر کھانا کھاتی ہیں۔ ایک چار دیواری میں زندگی گزارتی ہیں۔ ایک غیر ملکی سیاح کو تو یہ جان کر بے حد تعجب ہوا کہ ہندوستان میں اب بھی ایسے بہت سے خاندان ہیں جن میں بیٹے باپ، ساس بہو، پوتے پوتیاں اور ان کی اولادیں ساتھ رہتی ہیں اور ان کا سب کچھ مشترک ہے۔ کیونکہ مغربی ممالک میں مشترکہ خاندان کا تصور عرصہ ہوا ختم ہو چکا ہے۔ لیکن دوردرشن پر آنے والے سیریلوں میں مسلسل خاندانوں کی شکست وریخت دکھائی گئی ہے۔ گزشتہ دنوں ایک سیریل۔ "شانتی" ختم ہوا جس میں ایک ایسی لڑکی کی جدوجہد دکھائی گئی ہے جو ناجائز فعل سے پیدا ہوئی تھی۔ جس نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور اپنے ناجائز باپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھجوادیا۔ اس نے سماج سے چن چن کر بدلے لیے۔ مگر اس سے سماج کو کیا ملا؟ اس سیریل نے نوخیز ذہنوں پر کیا اثرات مرتب کیے۔ کیا اس کے مصنف یا پروڈیوسر نے اس کا جائزہ لیا؟ اس قسم کے تمام سیریل مغربی کہانیوں کے زیر اثر لکھے جا رہے ہیں۔ اس لیے ان کے مصنفین یا تو ہندوستانی ثقافت کو فراموش کر دیتے ہیں یا پھر وہ ناظرین کے لیے مرچ مصالحہ کی باتیں زیادہ سوچتے ہیں کہ اسے زیادہ سے زیادہ ناظرین حاصل ہوں۔ لیکن کیا ناظرین کی دلچسپی کو مد نظر رکھتے وقت ہمیں اپنی تہذیب کو یکسر نظر انداز کر دینا ہوگا؟

اسی طرح کا ایک سیریل "سوابھیمان" بھی ہے جس کا موضوع تو دولتمند صنعت کار ہیں لیکن ان کی خانگی زندگی کے جو شرمناک پہلو ہیں۔ وہ سب سے سب اس میں

دکھائے گئے ہیں۔ کئی عورتوں سے شادیاں یا ان کو داشتہ بنا کر رکھنا اور اس کے سبب خاندان میں ٹوٹنے بکھرنے کا عمل شراب نوشی ہو یا کوکین، چرس، گانجہ یا دوسری منشیات کا استعمال وہ سب اس میں مزے سے ہو رہا ہے۔ حالانکہ سیریل کی مصنفہ ایک نامور خاتون ہی ہیں مگر انہوں نے ہندوستانی عورت کے تقدس کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا۔ ان کے خاتون کرداروں کی باغیانہ روش ہندوستانی خواتین کو کس راستے پر لے جا سکتی ہے اس کا بھی انہوں نے لحاظ نہیں کیا۔ وہ یہ استدلال پیش کر سکتی ہیں کہ ہمارے ملک کی اونچی سوسائٹی میں ہی سب کچھ ہو رہا ہے جس کا انعکاس ان کے سیریل میں ہوا ہے۔ زندگی کی حقیقتیں بہت سی ہیں لیکن کیا ہر حقیقت کو سیریل میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

جنون، ساحل، دیوار، فرض، وقت کی رفتار ایسے ہی سیریل ہیں جو سماجی رشتوں پر منفی روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ بات تو درست ہے کہ کہانی سماج سے ہی اخذ کی جاتی ہے۔ آس پاس رونما ہونے والے واقعات سے ہی لی جاتی ہے اس لیے سیریلوں کی کہانی بھی ہمارے سماج کی کہانی ہے۔ لیکن اس کی پیشکش میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کہ ہم جس سماج سے کہانی اخذ کر رہے ہیں کیا اس کی شکست وریخت ضروری ہے۔ ایسا کر کے کیا ہم سماج کی بے حرمتی نہیں کرتے ہیں۔ ٹی وی ہمارے سماج کے لیے ایک نیا تجربہ ہے۔ اس کے خراب اثرات رونما ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ ابھی شاید کسی نے اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے کہ ہمارے سماجی رشتے میڈیا سے کس قدر متاثر ہوئے ہیں۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ بچے ذہن اس سے بہت متاثر ہیں۔ بچے عمر سے پہلے ہی سن بلوغ کو پہنچ کر ایسے اسرار و رموز سے واقف ہو چکے ہیں جنہیں اس عمر میں نہیں ہونا چاہیے۔

میڈیا کے تیزی سے پھیلتے ہوئے حصار کو ہم یا آپ روک نہیں سکتے۔ کیوں کہ ابھی یہ طوفان تھمنے والا نہیں ہے لیکن اثرات بد کو روکنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں اس پر فوری غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مصنفین کی توجہ کے لیے

قومی اردو کونسل تحقیقی و علمی سہ ماہی رسالہ فکر و تحقیق شائع کرتی ہے۔

فکر و تحقیق میں کسی بھی موضوع پر تحقیقی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مضامین اور مقالے طبع زاد اور غیر مطبوعہ ہونے چاہئیں۔ نئے حقائق کی دریافت یا بازیافت پر مبنی مقالے کو ترجیح حاصل ہے یا پھر معلوم حقائق اور واقعات کی نئے رخ سے تحقیق کی گئی ہو۔ حقائق کی پیش کش میں استدلال اور منطق کا لحاظ رکھا جائے۔ انداز بیان اور انداز نقد معتدل ہو۔ افراط و تفریط اور جارحیت سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے۔

مضامین کی اشاعت یا عدم اشاعت کے سلسلے میں قومی اردو کونسل کا فیصلہ حتمی سمجھا جائے گا۔ مقالہ پر معاوضہ مقررہ شرح کے مطابق ادا کیا جاتا ہے۔

مضمون کی وصولیابی کی رسید ملنے کے بعد تقریباً چھ مہینے تک مرسلہ مضمون کہیں بھی اور کسی بھی صورت میں شائع نہ ہو۔ البتہ قومی اردو کونسل کی تحریری اجازت سے استثنائی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

پروفیسر احمد سجاد

بہار میں اردو کے مسائل

شمالی ہند کے مسلمانوں کے جو تعلیمی مسائل ہیں بالعموم وہی مسائل مسلمانان بہار کے بھی ہیں۔ جس کی ابتری کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ بہار میں پسماندہ اور آدی باسی برادریوں کی تعلیمی صورت حال آزادی کے قبل مسلمانوں سے بدتر تھی مگر آزادی کے بعد انہوں نے قابل لحاظ تعلیمی ترقی کی ہے۔ جب کہ مسلمانان بہار ان دنوں بری طرح پچھڑ کے رہ گئے ہیں۔ اس تعلیمی ابتری نے ان کی معاشی، دینی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی غرض ان کی پوری زندگی کو خستہ و ریودہ بنا کے رکھ دیا ہے۔ ضروری ہے کہ تعلیم کے پانچ اہم ترین عناصر کو متوازن انداز میں لے کر آگے بڑھیں۔

(1) لازمی تعلیم 5 سے 14 برس تک کی عمر کے بچوں کے لیے کہ اس کے بغیر تعلیم کا کوئی تصور ہی ممکن نہیں۔
(2) تعلیم بالغان، کہ جس کے بغیر صحیح جمہوریت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔
(3) ثانوی اور اعلیٰ تعلیم جو ملک و قوم کے معیار و اقدار کو بلند تر کرنے والی ہو۔
(4) ٹیکنیکل اور سائنٹفک تعلیم جو جدید زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور جس کی توسیع ملکی ضرورتوں کے شایان شان ہونی چاہیے۔
(5) آرٹ اور فنون لطیفہ کی تعلیم و ترویج جو قومی تہذیب کو مالا مال کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔

چار قسم کے تعلیمی ادارے:۔ ان تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لیے مسلمانوں کے جملہ تعلیمی ادارے بالعموم چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(1) سرکاری تعلیمی ادارے۔
(2) مسلمانوں کے زیر اہتمام مگر سرکار کے منظور شدہ تعلیمی ادارے۔
(3) غیر منظور شدہ مسلم ادارے مثلاً مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کے علاوہ مکاتب و مدارس وغیرہ۔
(4) مسلمانوں کے علاوہ منظور شدہ نجی تعلیمی ادارے۔

بہار کی آبادی:۔ بہار میں 1991ء کی مردم شماری کے اعتبار سے آبادی کا ایک تقابلی خاکہ ذہن نشیں کر لینا مناسب ہوگا۔

کل آبادی 86,374,465 دس سالہ اضافہ 23.54%، مسلم آبادی: 12,787,985۔ کل آبادی کا فیصد 14.81% دس سالہ اضافہ 29.50%۔ ان میں اردو داں آبادی کی تعداد 85,42,463۔

گوپال کرشن مائینرٹی پینل رپورٹ:۔

اس نے (1972) 14 ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقہ دہلی ملا کر ملک کے 35 اضلاع میں مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور تعلیمی صورتحال کا جائزہ لیا ہے اس کے لیے 2995 مسلمان مردوں اور 997 غیر مسلم مردوں کو تحقیقی معلومات بہم پہنچانے کے لیے رینڈم طور پر مردم شماری کی فہرست سے چن کر جو تعلیمی صورتحال اخذ کی وہ بہار پر بھی صادق آتی ہے۔

	بنیادی تعلیم سے ناخواندہ	ہائی اسکول تک تعلیم	کالج اور تکنیکی تعلیم	یونیورسٹی اور اعلیٰ تکنیکی تعلیم
مسلمان	55.4	40.8	2.8	1.1
غیر مسلم	29.8	55.0	11.0	4.2

بعض منتخب اضلاع کی تعلیمی صورت حال:۔ اب چنے ہوئے اضلاع کے مختلف درجوں میں مسلمان طلبا کے داخلے اور شمولیت کی فیصد کو ملاحظہ فرمائیے۔

(بحوالہ اقلیتوں سے متعلق رپورٹ وزارت داخلہ حکومت ہند 1983ء)

درجات	سروے کیے گئے اضلاع کی تعداد	اضلاع میں مسلم آبادی کا تناسب	مسلم طلبا کا تناسب	تعلیمی اشاریہ تناسب
ابتدائی اسکول	12 ریاستوں کے اضلاع میں	17.32	12.39	0.77
ثانوی اسکول	11 ریاستوں کے 58 اضلاع میں	18.56	10.70	0.58
ہائی اسکول	8 بورڈس میں	12.00	4.00	0.33
بارہویں درجات میں	5 بورڈس میں	10.30	2.49	0.24
انجینیرنگ	9 یونیورسٹیوں میں	12.44	3.41	0.27
میڈیکل	12 میڈیکل کالجوں میں	9.55	3.44	0.36

تعلیمی پسماندگی کا اشاریہ:۔ اسی طرح بہار کے اضلاع میں تعلیمی پسماندگی کا تفصیلی اشاریہ بھی ملاحظہ ہو جو 1981ء کی مردم شماری کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے۔ مجموعی تعلیمی شرح میں اس دوران مسلمانان بہار کے درمیان کوئی قابل لحاظ فرق واقع نہیں ہوا ہے۔

ٹیبل نمبر۔3 بہار کے اضلاع میں تعلیمی پس ماندگی کا اشاریہ، بحوالہ : وزارت فروغ انسانی وسائل، ڈرافٹ آٹھواں منصوبہ

بنیادی تعلیم پر رپورٹ برائے 1989ء

Literacy Rale Total = LRT (کل خواندگی کی شرح)
Literacy Rate for Remarks (عورتوں کی خواندگی کی شرح) RTF
Enrolment Ratio in Primary grade Total = ERPT (بنیادی سطح پر کل داخلے کی شرح)
Enrolment Ratio far = ERPF in Primary (بنیادی سطح پر خواتین کے کل داخلے کی شرح) -Female in Primary Grade

خانہ 12 کل ہند پیمانے پر ضلع کے تعلیمی پس ماندگی کو درجہ دار ظاہر کرتے ہیں۔

جدول نمبر۔3 بہار کے اضلاع میں تعلیمی پس ماندگی کا اشاریہ

Total R.	Rank 4	ERPF	Rank 3	ERDT	Rank 2	LRT	remark	LRT	Rank I	%	ضلع
10	7	21.6	10	47.3	42	8.9	25	18.8	4	1963	مغربی چمپارن
16	8	22.0	3	40.5	48	9.2	48	20.3	13	12.55	سہرسہ
37	41	32.5	99	64.0	36	8.7	33	19.3	6	17.6	مشرقی چمپارن
41	69	36.2	58	59.6	55	9.4	34	19.3	1	41.59	پورنیہ
42	49	34.0	71	60.9	63	9.7	41	19.6	5	18.45	سیتامڑھی
54	66	36.1	97	63.9	45	9.1	52	20.4	18	11.13	پلاموں
57	52	344	123	66.9	30	8.5	61	21.4	10	15.22	گوپال گنج
62	68	36.2	100	64.2	57	9.5	71	21.8	9	15.81	مدھوبنی
69	44	33.3	92	63.5	84	10.9	91	23.5	14	12.27	ہزاری باغ
78	43	33.0	125	67.2	79	10.7	95	23.7	7	16.57	سیوان
88	62	36.8	28	54.3	145	143	138	26.7	25	8.53	مونگیر
90	78	37.1	84	63.1	115	12.8	105	24.9	22	9.73	سمستی پور
91	79	37.6	80	62.3	124	13.2	100	24.3	28	7.86	مظفرپور
92	71	36.5	153	70.6	69	10.1	97	23.9	11	15.09	گریڈیہہ
97	137	45.5	119	66.3	92	11.3	56	21.0	2	3692	کٹیہار
99	120	43.1	138	699	75	10.5	74	2.3	8	16.45	سنتھال پرگنہ
113	65	358	61	60.0	155	15.3	182	30.1	20	10.47	گیا
118	109	42.2	162	71.6	111	12.6	98	23.9	3	21.55	دربھنگہ
119	116	42.9	136	69.0	133	9.4	126	26.4	-	-	مدھےپورہ
121	106	43.3	157	71.4	116	12.8	133	26.5	17	11.36	نوادہ
122	117	42.9	135	690	137	13.6	128	26.2	-	-	کھگڑیا
130	95	40.2	194	76.8	101	12.0	145	27.3	21	965	سارن
134	113	42.8	202	78.8	114	12.7	115	25.6	19	10.88	ویشالی
145	148	47.4	151	70.2	154	15.1	125	26.1	16	12.7	بیگوسرائے
160	129	44.4	167	72.1	153	15.1	199	31.4	30	6.46	بھوجپور
173	197	57.5	223	81.1	161	15.8	148	27.5	12	13.93	بھاگلپور
182	215	61.2	146	69.7	189	18.2	217	32.9	26	8.33	نالندہ
186	141	45.9	116	66.0	216	23.2	276	39.2	15	12.17	دھنباد
190	201	585	246	87.3	159	15.6	189	30.6	24	9.20	روہتاس
203	206	59.3	207	79.2	204	19.6	202	31.4	27	7.73	رانچی
205	175	52.4	237	84.7	136	13.8	271	38.5	23	9.62	اورنگ آباد
221	182	54.4	132	68.8	226	25.5	283	39.7	29	7.45	پٹنہ
222	209	598	186	75.3	236	21.5	236	34.6	31	4.56	سنگھ بھوم

بہار میں تعلیم کے کچھ اور اعداد و شمار:-

1991ء کی مردم شماری کی رو سے بہار میں خواندہ افراد کی جملہ تعداد 2685،4389 تھی۔ اس حساب سے بہار کی آبادی کا کل 31،1% خواندہ ہوا۔ ناخواندوں کی تعداد 59،28 ملین ہے۔ یوں پورے ملک کی ناخواندہ آبادی میں بہار میں ناخواندگی کی شرح 12،5% ہے۔ بالفاظ دیگر ملک کا ہر آٹھواں ناخواندہ بہار کا ہے یہاں کی 91% ناخواندہ آبادی چونکہ دیہاتوں میں رہتی ہے اس لئے مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا ہے۔ پھر ضلع وار شرح میں بھی خاصا فرق ہے جیسا کہ اشاریہ میں اوپر گزر چکا ہے۔

تعلیمی ڈھانچہ:- یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے

15، میں مظہر الحق عربی، فارسی یونیورسٹی بغیر عمارت اور فنڈ کے ہے جملہ اقسام کے کالج (آرٹس، سائنس، کامرس 693 (80%) میں مسلمانوں کے 12۔ ٹیکنیکل کالج اور انسٹی ٹیوٹس 167۔ میڈیکل کالج 10 میں مسلمانوں کا ایک ٹیچرس ٹریننگ کالج 15 میں مسلمانوں کے 2۔ ٹیچرس ٹریننگ اسکول 94 میں، مسلمانوں کے 4۔ پالی ٹیکنک 22 میں مسلمانوں کا ایک۔ ٹیکنیکل آرٹس اور کرافٹ اسکول 51۔ مسلمانوں کا صفر۔

جملہ اقسام کے اسکول (بشمول پرائمری اسکول (53252) 70،211 میں مسلمانوں کے ہائی اسکول تقریباً 117۔

جملہ اقسام طلباء کی تعداد 12.54 ملین۔ ان میں لڑکوں کی تعداد 8.70 ملین (یعنی 70%) اور لڑکیوں کی تعداد 3.76 ملین (یعنی 30%) ہے۔

بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ:-

یوں تو 1922ء میں قائم ہوا مگر آزادی کے بعد 1977ء میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ پاس ہوا جس کے تحت 226 مدارس کو براہ راست حکومت بہار مالیات فراہم کرتی ہے۔ 1253 مدارس کو جزوی سرکاری امداد ملتی ہے اور 1027 مدارس کو مدرسہ بورڈ سے مالی اعانت کی جاتی ہے۔ جن میں بلا مبالغہ لاکھوں مسلم طلبا زیر تعلیم ہیں مگر ان کے نظم و نسق کی حالت بے حد سقیم ہے۔ کبھی مہینوں نہیں برسوں تک تنخواہ کے لیے اساتذہ کو منتظر رہنا پڑتا ہے البتہ وسطانیہ تا فاضل چونکہ اس کے نصاب میں جزوی حذف و اضافہ کر لیا گیا ہے اس لیے اس کی اسناد کو سرکاری سرٹیفکیٹ اور ڈگریوں کے مساوی تسلیم کیا جا چکا ہے۔ (وسطانیہ مڈل کے مساوی، فوقانیہ میٹرک کے، مولوی ای اے کے، عالم بی۔ اے کے اور فاضل ایم۔اے کے مساوی)

چند حقائق:- ان اعداد و شمار سے چند حقائق بالکل واضح ہیں۔

(1) اسکولوں میں مسلم طلبا کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے بہت کم ہے۔

(2) تعلیم کی جتنی اعلیٰ تر سطح پر جائیں مسلم طلبا کی حصہ داری کمتر ہوتی چلی جاتی ہے۔

(3) مسلم بچے ابتدائی تعلیمی سطح پر اپنے گھر میں نہایت ادنیٰ وسائل تعلیم کے حامل ہوتے ہیں نیز گھر اور اسکول کی لمبی مسافت کو پاٹنے کے لیے ان کے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہوتا۔

(4) اردو میڈیم اسکول کے مسلم بچے لائبریری اور دیگر تعلیمی و تدریسی سہولتوں سے تقریباً محروم ہوتے ہیں۔

(5) ان کے اسکولوں میں طلباء اور اساتذہ کی تعداد و شرح میں بالعموم کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے معیار تعلیم پست اور تعلیمی پسماندگی مقدر ہو جاتی ہے۔

(6) ایک اہم بات یہ ہے کہ بہار کے بیشتر مسلم طلبا کی مادری زبان اور ذریعہ تعلیم اردو ہے اس لیے طلبا کا سواد اعظم اردو اداروں سے آگے آتا ہے مگر اردو اسکولوں اور اردو میں نصابی کتابوں کی ترتیب و اشاعت سے لے کر

ان کی سپلائی اور تدریس تک اتنے کھانچے اور کھکھیڑ پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ اردو طلباان اردو تدریسی کتب سے محروم ہو کر ہندی کتابیں پڑھنے پر مجبور کر دیے جاتے ہیں۔

(7) تعلیم بالغان کی شرح کم سے کمتر ہے مگر ڈراپ آوٹس کی تعداد میں روز افزوں تشویشناک اضافہ کا سبب غربت، تعلیمی ماحول کی بے فیض فضا اور منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔

اقلیتی تعلیمی اداروں کی زبوں حالی:۔

بہار میں منظور شدہ اقلیتی ہائی اسکولوں کی کل تعداد 208 اساتذہ وملازمین کی تعداد 5000 صرف جنوبی چھوٹا ناگپور میں اقلیتی اسکول چلانے کی اجازت 75 اسکولوں کو۔ منظور شدہ اسکول مگر اقلیتی کردار کی وضاحت نہیں 25۔ مگر ان اسکولوں کے منظور شدہ گرانٹ میں غیر معمولی تاخیر اور کتر بیونت کے سبب ان کی حالت انتہائی ناگفتہ بہہ ہے۔ بعض اوقات اساتذہ اور ملازمین کو برسوں تک تنخواہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا جب کہ بہار کابینہ کے علاوہ ہائی کورٹ کا بھی فیصلہ اور واضح ہدایت موجود ہے کہ پرائمری اسکولوں کی طرح اقلیتی ہائی اسکولوں کو بروقت پوری پوری گرانٹ دی جاتی رہے۔

اس زبوں حالی کے نتیجے میں اقلیتی اردو اسکولوں کا تعلیمی نظام بحران کا شکار ہے۔ پریشان ہو کر بعض مسلم اقلیتی اسکولوں نے اقلیتی کردار ختم کر کے خود کو سرکار کی تحویل میں دے دیا ہے۔

بہار میں اقلیتی کالجوں کی تعداد 12 ہے ان میں 10 ڈیفسیٹ گرانٹ (Deficit Grant) کالج میں ان کی مالی حالت بھی اسکولوں کی طرح نہایت خراب وخستہ ہے۔ مسلم لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کا حال تو اور بھی تشویشناک ہے۔

اقدامات:۔ باشعور حساس اور اہل افراد و ادارے نیز تعلیم سے متعلق غیر سرکاری تنظیمیں امکانی حد تک ذیل کے اقدامات کریں:۔

(1) گاؤں سے لے کر شہر تک ہر ہر محلہ میں تعلیمی تحریک کو منظم اور فعال بنایا جائے۔

(2) ہر مدرسہ میں یا کسی کشادہ مقام پر تعلیم بالغان کے کلاسز چلائے جائیں۔

(3) حکومت کی طرف سے فراہم کردہ رسمی اور غیر رسمی ہر قسم کی تعلیمی سہولتوں اور اسکیموں سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔

(4) اپنے اپنے محلہ اور گاؤں کی آبادی کا ہمہ جہتی سروے کیا جائے۔

(5) ہر سالانہ امتحان کے بعد نیز گرمی اور پوجا وغیرہ کی تعطیلات کے درمیان، مڈل، میٹرک سے لے کر اعلیٰ تعلیمی اداروں کے فارغین اور زیر تعلیم طلبا اور طالبات کے قیمتی وقت کو اپنے اپنے محلے ٹولے میں تعلیمی بیداری اور توسیع کے مختلف طریقوں میں استعمال کیا جانا چاہیے۔

(6) اہل ثروت اور تعلیم یافتہ افراد اپنی اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو فراخدلی کے ساتھ اس تعلیمی مہم میں صرف کریں۔

(7) علاقہ، شہر، ضلع اور ریاست کو تعلیمی تحریک وتنظیم سے آراستہ کرنا بھی لازم ہوگا۔

جوابات (سائنس کوئز)

(1) یہ دونوں۔ (2) ایک جول۔ (3) مسکولر۔
(4) آٹوٹرافس۔ (5) 4.62 کلوجولس۔
(6) 6.47 کلوجولس۔ (7) چھ ہزار کلوجولس۔
(8) گیارہ ہزار کلوجولس۔ (9) 99.6%۔
(10) 11.8 فیصد۔ (11) 13%۔
(12) بائیس سے پینتیس گرام۔ (13) 70 گرام۔
(14) انزائم۔ (15) 90%۔

بشیر احمد

ترجمہ اور - لفظ کاری

عصری علوم کی تیز رفتار ترقی نے ترجمے کی افادیت دو چند کر دی ہے۔ ترجمہ کاری کے لیے اصطلاح سازی اور نئے الفاظ بنانے کی ضرورت بھی ناگزیر ہے۔ لہٰذا لفظ کاری کے تعلق سے چند اصولی باتیں پیش خدمت ہیں۔

گردش زمانہ کے ساتھ الفاظ تغیر و تبدل کا شکار ہوتے ہیں۔ فنا ہوتے ہیں اور جنم لیتے ہیں۔

ان کے پہلو بہ پہلو ضرورت اس کی متقاضی ہوتی ہے کہ نئے لفظ، نئی ترکیبیں اور نئی اصطلاحات بنائی جائیں۔

ادب اور فن کے ماہر زیادہ تر غیر شعوری طور پر نئے لفظ، نئی ترکیبیں اور اصطلاحات تراشتے ہیں۔

ان کے علاوہ علمی کام کرنے والوں اور بالخصوص علمی تصنیف و تالیف یا ترجمہ کے پیشے میں معروف لوگوں کو شعوری طور پر نئے لفظ، نئی ترکیبیں اور نئی اصطلاحات بنانے (گھڑنے) کی ضرورت پڑتی ہے یہ لفظ تراشی کبھی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اور کبھی بے اصولے پن سے کی جاتی ہے۔

پیش نظر مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ نئے لفظ، نئی ترکیبیں اور نئے اصطلاحات بنانے کے چند اصولوں سے بحث کی جائے تاکہ علمی تصنیف و تالیف (ترجمہ) میں معروف لوگوں کو اپنے کام میں مدد مل سکے۔

اردو قواعد کے مطابق مندرجہ ذیل اصولوں کے تحت نئے لفظ بنائے جاتے ہیں۔

اصول نمبر ۱۔ کسی لفظ سے پہلے کوئی صفتی لفظ لگا کر جو نیا لفظ (اسم صفت) پہلے لایا جاتا ہے اسے 'سابقہ' کہتے ہیں۔ مثلاً

از - لگا کر - از + حد
بر - لگا کر - بر + وقت - بروقت
با - لگا کر - با + اثر = بااثر
بے - لگا کر - بے + حساب = بے حساب
بہ - لگا کر - بہ + حال = بہ حال
سخت - لگا کر - سخت + جان = سخت جان
کم - لگا کر - کم + بخت = کم بخت
ایک - دو تین یا کس طرح کا کوئی لفظ لگا کر
مثلاً - یک + لخت = یکلخت
- دو + دل = دودل
تین کا مخفف تی + رنگ - ترنگ
چار کا مخفف چو + طرف - چو طرف
پانچ کا مخفف پنچ + رنگ - پنچ رنگ
مثلاً سہ + رنگ = سہ رنگ
صد + رنگ - صد رنگ
دو + نیم + دونیم
یک + رنگ = یک رنگ
ازیں قبیل۔
بلند لگا کر - بلند + نظر = بلند نظر
تر - لگا کر - تر + دماغ - تردماغ
خوب - لگا کر - خوب + رو = خوبرو
پا - لگا کر - پا + مال - پامال
پر - لگا کر - پر + جوش = پرجوش
تہ - لگا کر - تہ + دار - تہ دار

پیش۔ لگا کر۔ پیش+کار=پیش کار
خر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ خر+گوش=خرگوش
خود۔ لگا کر۔ مثلاً۔ خود+پسند=خود پسند
خوش۔ لگا کر۔ مثلاً۔ خوش+خط=خوش خط
در۔ لگا کر۔ مثلاً۔ در+پیش=در پیش
زبر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ زبر+دست=زبردست
سر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ سر+بلند=سربلند
شاہیاشہ۔ لگا کر۔ مثلاً۔ شاہ+راہ=شاہراہ
صدر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ صدر+بازار=صدر بازار
غیر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ غیر+آباد=غیر آباد
لا۔ لگا کر۔ مثلاً۔ لا+پتہ=لاپتہ
نا۔ لگا کر۔ مثلاً۔ نا+آشنا=ناآشنا
نو۔ لگا کر۔ مثلاً۔ نو+روز=نوروز
نیم۔ لگا کر۔ مثلاً۔ نیم+جان=نیم جان
ہر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ ہر+روز=ہر روز
ہم۔ لگا کر۔ مثلاً۔ ہم+رنگ=ہم رنگ

اصول نمبر۔ 2

دو لفظوں کو جوڑ کر کوئی نیا لفظ بنایا جاتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ دونوں الفاظ مانوس، سریع الفہم اور سریع الادا ہوں یعنی نئے لفظ کی ادائیگی (بولنا) اور فہم (سمجھنا) آسان ہو۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ پہلا یا آخری لفظ صفتی لفظ ہو۔ مثلاً آفت+آب=آفتاب

اصول نمبر3۔ کسی لفظ کے آخر میں صفتی لفظ جوڑ کر اس آخری صفتی لفظ کو لاحقہ کہتے ہیں۔

الف لگا کر مثلاً بھوک+ا=بھوکا
پا۔ لگا کر مثلاً۔ موٹا+پا=موٹاپا
ات۔ لگا کر۔ مثلاً۔ برسا+ت=برسات
آر۔ لگا کر۔ مثلاً۔ چم+آر=چمار
اری۔ لگا کر۔ مثلاً۔ پوج+آری=پوجاری
اس۔ لگا کر۔ مثلاً۔ پی+اس=پیاس
اک۔ لگا کر۔ مثلاً۔ تیر+اک=تیراک
الف+اکا۔ لگا کر۔ مثلاً۔ لڑ+اکا=لڑاکا
الف+ال۔ لگا کر۔ مثلاً۔ دھم+ال=دھمال
یا+لا۔ لگا کر۔ مثلاً۔ مٹ+یالا=مٹیالا
الف+لو۔ لگا کر۔ مثلاً۔ شرم+الو=شرمالو
الف+ن۔ لگا کر۔ مثلاً۔ اٹھ+ان=اٹھان
الف+نا۔ لگا کر۔ مثلاً۔ شرم+انا=شرمانا
الف+نہ۔ لگا کر۔ مثلاً۔ سر+انہ=سرانہ
الف+و۔ لگا کر۔ مثلاً۔ پی+او=پیاو
الف اور واور ٹ لگا کر۔ مثلاً۔ رک+اوٹ=رکاوٹ
الف اور واور ن لگا کر۔ مثلاً۔ کٹ+اون=کٹاون
الف واور نا لگا کر۔ مثلاً۔ گھن+اونا=گھناونا
ائی لگا کر۔ مثلاً۔ اک+ائی=اکائی
باہر لگا کر۔ مثلاً۔ ذات+باہر=ذات باہر
بدر لگا کر۔ مثلاً۔ شہر+بدر=شہر بدر
پن لگا کر۔ مثلاً۔ کنوار+پن=کنوارپن
چی لگا کر۔ مثلاً۔ کروڑ+چی=کروڑ چی
ت لگا کر۔ مثلاً۔ بچ+ت=بچت
تا لگا کر۔ مثلاً۔ بیاہ+تا=بیاہتا
توڑ لگا کر۔ مثلاً۔ کمر+توڑ=کمر توڑ
ک لگا کر۔ مثلاً۔ آتش+ک=آتشک
کا لگا کر۔ مثلاً۔ پک+کا=پکا
کر لگا کر۔ مثلاً۔ بجھ+کر=بجھ کر
نا لگا کر۔ مثلاً۔ پھونک+نا=پھونکنا
ل لگا کر۔ مثلاً۔ کر بھوجھ+ل=بھوجھل
لا لگا کر۔ مثلاً۔ اگ+لا=اگلا
م لگا کر۔ مثلاً۔ نیل+م=نیلم
نی لگا کر۔ مثلاً۔ دھونک+نی=دھونکنی
و لگا کر۔ مثلاً۔ جھاڑ+و=جھاڑو
او لگا کر۔ مثلاً۔ چھڑ+او=چھڑاو

وال لگا کر۔ مثلاً۔ کوت+وال= کوتوال
والا لگا کر۔ مثلاً۔ رکھ+والا= رکھوالا
وان لگا کر۔ مثلاً۔ ڈھل+وان= ڈھلوان
ورا لگا کر۔ مثلاً۔ چٹ+ورا= چٹورا
ونی لگا کر۔ مثلاً۔ مل+ونی= ملونی
ہ لگا کر۔ مثلاً۔ ہرکار+ہ= ہرکارہ
ہارا اور ہار لگا کر۔ مثلاً۔ لکڑ+ہارا= لکڑہارا
ہٹ لگا کر۔ مثلاً۔ نیلا+ہٹ= نیلاہٹ
ہرا لگا کر۔ مثلاً۔ دو+ہرا= دوہرا
ی لگا کر۔ مثلاً۔ تھاپ+ی= تھاپی
یا لگا کر۔ مثلاً۔ کھٹ+یا= کھٹیا
یار لگا کر۔ مثلاً۔ ہتھ+یار= ہتھیار
یانا لگا کر۔ مثلاً۔ کھس+یانا= کھسیانا
یرا لگا کر۔ مثلاً۔ لٹ+یرا= لٹیرا
یلا لگا کر۔ مثلاً۔ رس+یلا= رسیلا
یل لگا کر۔ مثلاً۔ نک+یل= نکیل
بر لگا کر۔ مثلاً۔ نام+بر= نامبر
بردار لگا کر۔ مثلاً۔ چلم+بردار= چلم بردار
بند لگا کر۔ مثلاً۔ ازار+بند= ازاربند
بستہ لگا کر۔ مثلاً۔ کمر+بستہ= کمربستہ
پرس لگا کر۔ مثلاً۔ باز+پرس= بازپرس
پرست لگا کر۔ مثلاً۔ صورت+پرست= صورت پرست
پرور لگا کر۔ مثلاً۔ بندہ+پرور= بندہ پرور
پسند لگا کر۔ مثلاً۔ دل+پسند= دل پسند
پوش لگا کر۔ مثلاً۔ سبز+پوش= سبزپوش
تر لگا کر۔ مثلاً۔ کم+تر= کمتر
تراش لگا کر۔ مثلاً۔ قلم+تراش= قلم تراش
جو لگا کر۔ مثلاً۔ جنگ+جو= جنگ جو
چہ لگا کر۔ مثلاً۔ صندوق+چہ= صندوقچہ
چین لگا کر۔ مثلاً۔ گل+چین= گل چین
خوار لگا کر۔ مثلاً۔ نمک+خوار= نمک خوار

خواہ لگا کر۔ مثلاً۔ خاطر+خواہ= خاطر خواہ
دار لگا کر۔ مثلاً۔ تحصیل+دار= تحصیلدار
الف اور ت لگا کر۔ مثلاً۔ معلوم+ات= معلومات
الف اور ر لگا کر۔ مثلاً۔ رفت+ار= رفتار
الف اور را لگا کر۔ مثلاً۔ جہاں+آرا= جہاں آرا
آزما لگا کر۔ مثلاً۔ قسمت+آزما= قسمت آزما
افزا لگا کر۔ مثلاً۔ روح+افزا= روح افزا
اک لگا کر۔ مثلاً۔ پوس+اک= پوساک
آلود لگا کر۔ مثلاً۔ خون+آلود= خون آلود
آمیز لگا کر۔ مثلاً۔ درد+آمیز= درد آمیز
انداز لگا کر۔ مثلاً۔ خلل+انداز= خلل انداز
اندیش لگا کر۔ مثلاً۔ دور+اندیش= دوراندیش
انگیز لگا کر۔ مثلاً۔ درد+انگیز= درد انگیز
انہ لگا کر۔ مثلاً۔ مرد+انہ= مردانہ
انی لگا کر۔ مثلاً۔ روح+ان= روحان
آور لگا کر۔ مثلاً۔ زور+اور= زوراور
بار لگا کر۔ مثلاً۔ گران+بار= گراں بار
باز لگا کر۔ مثلاً۔ آتش+بار= آتش بار
بان لگا کر۔ مثلاً۔ اتھ+بان= اتھ
وان لگا کر۔ مثلاً۔ اتھ+وان= اتھوان
بخش لگا کر۔ مثلاً۔ صحت+بخش= صحت بخش
دان لگا کر۔ مثلاً۔ قدر+دان= قدردان
دان لگا کر۔ مثلاً۔ عطر+دان= عطردان
راں لگا کر۔ مثلاً۔ حکم+ران= حکمران
رساں لگا کر۔ مثلاً۔ خبر+رساں= خبر رساں
رو/رواں لگا کر۔ مثلاً۔ گرم+رو= گرم رو
زادہ لگا کر۔ مثلاً۔ امیر+زادہ= امیر زادہ
زن لگا کر۔ مثلاً۔ تیغ+زن= تیغ زن
سار لگا کر۔ مثلاً۔ خاک+سار= خاکسار
ساز لگا کر۔ مثلاً۔ جلد+ساز= جلد ساز
ستان لگا کر۔ مثلاً۔ ہند+ستان= ہندستان

سرا لگا کر۔ مثلاً۔ نغمہ + سرا= نغمہ سرا
شکن لگا کر۔ مثلاً۔ ہمت + شکن= ہمت شکن
شناس لگا کر۔ مثلاً۔ رمز + شناس= رمز شناس
طلب لگا کر۔ مثلاً۔ آرام + طلب= آرام طلب
فرما لگا کر۔ مثلاً۔ کرم + فرما= کرم فرما
فروش لگا کر۔ مثلاً۔ کتب + فروش= کتب فروش
فزا لگا کر۔ مثلاً۔ راحت + فزا= راحت فزا
فہم لگا کر۔ مثلاً۔ تیز + فہم= تیز فہم
کار لگا کر۔ مثلاً۔ پیش + کار= پیش کار
کش لگا کر۔ مثلاً۔ جفا + کش= جفا کش
کشی لگا کر۔ مثلاً۔ خود + کشی= خود کشی
گار لگا کر۔ مثلاً۔ طلب + گار= طلب گار
گر لگا کر۔ مثلاً۔ بازی + گر= بازی گر
گرد لگا کر۔ مثلاً۔ آورہ + گرد= آورہ گرد
گو لگا کر۔ مثلاً۔ حق + گو= حق گو
گری لگا کر۔ مثلاً۔ باورچی + گری= باورچی گری
گیر لگا کر۔ مثلاً۔ جہاں + گیر= جہاں گیر
مال لگا کر۔ مثلاً۔ پا + مال= پامال
مند لگا کر۔ مثلاً۔ حاجت + مند= حاجت مند
ناک لگا کر۔ مثلاً۔ غضب + ناک= غضب ناک
ندہ لگا کر۔ مثلاً۔ چر + ندہ= چرندہ
نشین لگا کر۔ مثلاً۔ خاک + نشین= خاک نشین
نگار لگا کر۔ مثلاً۔ نامہ + نگار= نامہ نگار
نما لگا کر۔ مثلاً۔ خوش + نما= خوش نما
نواز لگا کر۔ مثلاً۔ بندہ + نواز= بندہ نواز
وار لگا کر۔ مثلاً۔ قصور + وار= قصوروار
ور لگا کر۔ مثلاً۔ جانا + ور= جانور
ہ لگا کر۔ مثلاً۔ دست + ہ= دستہ
یات لگا کر۔ مثلاً۔ نظر + یات= نظریات
یت لگا کر۔ مثلاً۔ آدم + یت= آدمیت
ین لگا کر۔ مثلاً۔ شوق + ین= شوقین
ینہ لگا کر۔ مثلاً۔ دیر + ینہ= دیرینہ
یہ لگا کر۔ مثلاً۔ جبر + یہ= جبریہ

مترجم کو مندرجہ ذیل حقائق پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

1۔ زبانیں علما سے زیادہ عوام بناتے ہیں۔ علما اس کے قواعد متعین کرتے ہیں۔ واحد کو جمع مذکر کو مونث اور اس کے برعکس کرنے میں عوام ہی پیش پیش رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پرانے الفاظ ختم ہو جاتے ہیں اور نئے در آتے ہیں مثلاً "ریزگاری" کی جگہ اب کھلا یا چلر بولا جاتا ہے۔

2۔ پٹھان کی زبان سے "ح" اور ترک کی زبان سے "خ" نہیں نکلتا۔ یہ احمد کو اخمد اور وہ خانم کو حانم کہتا ہے۔ اس طرح انگریز کے منہ سے خ نکلتا اور فرانسیسی کی زبان سے ٹ نکلنا نا ممکن سا ہے۔

3۔ لفظ۔ تسلی۔ (پنجابیوں کے لئے) سیری، اطمینان، سکون اور اس کے علاوہ بھی کئی معنوں کا حامل ہے۔

4۔ آگرے اور دہلی میں اصل لفظ کے پہلے حروف کو عموماً و سے بدل دیتے ہیں مثلاً۔ روٹی۔ ووٹی۔ گاڑی واڑی۔ مگر پنجاب میں۔ روٹی۔ شوٹی۔ گاڑی شاڑی۔

5۔ بعض الفاظ کے معانی علاقائی اعتبار سے بدل جاتے ہیں مثلاً لفظ "ساتھ۔ پنجاب میں برابر کے معنوں میں بولتے ہیں۔ فلاں صاحب ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ دکن میں "جا رہا ہوں" کی جگہ "جا کے آیا" کا استعمال ہوتا ہے "اور سربراہی" کا لفظ فراہمی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

6۔ دوسری زبانوں کے اثرات بھی اپنا کام کرتے ہیں مثلاً "وہ میرا بڑا اچھا دوست ہے۔" انگریزی ترجمہ ہے اردو میں اس کی جگہ وہ میرا گہرا دوست ہے یا جگری دوست ہے بولنا چاہئے۔ مگر اب بڑا اچھا دوست کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔

خلیج بنگال، ملایا برما اور وہاں سے مشرقی بنگال
نواکھالی اور چاٹگام کے شہروں اور دیہات میں عربوں کی آمد
کے بہت سے آثار و علامات آج بھی پائے جاتے ہیں۔
بنگالی کو بول قدح کی مسخ صورت اور تیاتعمہ
تفاوت کی صورت ہے۔
کھائے کہائے سے بنا ہے۔ بوشن۔ بہ نقشیں۔ ہے
مین الناس۔ اناس ہے
ناریل۔ نارجیل ہے۔ اور نارجیل خود ناریل کا
معرب ہے۔
ہلہ گلا۔ حملہ اور غل ہے۔
موجم دار۔ معظم دار
کھند کور۔ خوندگار
کارپھورما۔ کارفرما
جامہ۔ لباس
درکار۔ ضرورت
کوکا۔ برادر خورد۔ ترکی دودھ شریک بھائی
کاکا۔ چچا۔ پشتو یا افغانی ہے معانی باپ کا بڑا بھائی
پنجابی میں لڑکا ہے۔
چاکر۔ فارسی ہے
لالہ۔ پشتو۔ بڑا بھائی
بنگالی میں۔ چالیس فیصدی عربی فارسی الفاظ ہیں۔
بنگلہ میں چ کو س سے بدل دیتے ہیں۔
چاٹگام۔ شاٹگام
آسام بہار بنگال میں آنکھ کھل گئی کی جگہ نیند
کھل گئی کہتے ہیں۔
تم وہاں نہیں گئے تھا تا؟ بہار کا مخصوص طرز کلام
ہے۔ اسی طرح بہار میں "یہ" کا طرز استعمال بھی عجیب ہے
مثلاً سعید صاحب نواب صاحب کے یہ ہیں اسی طرح بہار
میں مہک۔ بدبو کو بھال۔ تقرری کو۔ فرصت۔ رخصت کو
کہتے ہیں اسی طرح بہار میں ہم کے ساتھ میں عیب نہیں
طرز تکلم ہے مثلاً "ہم نے کہہ دیا تھا کہ میں باز ار نہ جاؤں
گا۔" مشرقی یوپی والے، جن میں الہ آباد، مسو اور فتح پور کے
اضلاع شامل ہیں بہار کے ہم نوا ہیں۔ وہاں اتنا کا مطلب ہے
اتنا ذرا سا

اُتنا کا مطلب ہے اتنا سارا
ہے ہی یوپی میں ہئی ہے۔
بہار کا کڑول۔ یوپی کا جھ پڑا ہے

دکن، برار، ملک متوسط میں خ۔ اور قاف کا بول
چال میں امتیاز نہیں ملتا۔ سی پی اور برار کی اردو میں بڑے بھیا
گئے اور بڑی بھابی گئے بولتے ہیں اصل فعل کے ساتھ ایک
اور فعل بھی بسا اوقات ہوتا ہے اسے انگریزی
میں اوگزلری عربی میں فعل ناقص اور اردو میں امدادی فعل
کہتے ہیں۔ مددگار فعل فقرے کے اصل فعل کا زمانہ متعین
کرتا ہے۔ "مثلاً بڑے بھیا بلا رہے ہیں" بلا رہا فعل ہے
"ہیں" امدادی فعل برار اور سی پی میں کہتے ہیں۔
"ارے ہنڈیا میں نمک ڈالے کیا" اور
آیئے ہم آپ کو اپنا مکان بتائیں۔

الف ب و اور ان کا بدل
َ (زبر) ِ (زیر) ُ (پیش)

مترجم کو اس اصول پر بھی دھیان رکھنا چاہئے
کہ۔ الف اور ہائے ہوز (ہ) پر ختم ہونے والے الفاظ جب
تصریفی حالت میں استعمال ہوں۔ یعنی جب اس صورت کے
الفاظ "میں"، "پر"، "تک" "سے" "نے" کو یعنی حروف جار
سے پہلے آئیں تو الف۔ یا ہائے ہوز کو تحتانی (یے) سے بدل
دیتے ہیں۔ مثلاً۔ وہ گھوڑا پر سوار جارہا تھا۔ غلط ہے۔
وہ گھوڑے پر سوار جارہا تھا۔ صحیح ہے
ہمارے محلہ کا آدمی۔ غلط ہے
ہمارے محلے کا آدمی۔ صحیح ہے

سلیم پاشا

فن کتابت

کتابت کا فن سخت محنت، لگن اور ریاضت کے باعث اپنی افادیت اور اہمیت کا حامل ہے۔ قومی اردو کونسل نے اس کی بقا اور ترقی، نیز اس اہم فن کی تعلیم و تربیت کے لیے جو اقدام کیے ہیں وہ قابل قدر ہیں۔

قومی کونسل انتہائی خاموشی اور سنجیدگی سے گراں قدر اور ٹھوس خدمات انجام دے رہا ہے۔ فن کتابت کے تحفظ اور اس کے فروغ کے لیے قومی اردو کونسل جو کام کر رہا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سے سارے ملک میں فن کتابت کے فروغ کے ساتھ ساتھ ایک معیار بھی عطا ہو رہا ہے۔ قومی کونسل کی کتابت اور خطاطی کے مراکز نے فن خطاطی کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے بہت بڑا درجہ عطا کیا ہے اور شاید فن کتابت کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اتنے وسیع پیمانہ پر با اصول طریقے سے اس فن کی سرپرستی اور فروغ کے لیے کام ہوا ہے۔ اس جہت میں قومی اردو کونسل نے ہی پہل کی ہے۔

15/ اپریل 1998ء کو ملک کے مختلف سنٹروں کے اساتذہ، فن خوشنویس کی موجودگی میں سلیبس کمیٹی کی ایک میٹنگ دلی میں منعقد ہوئی اور ایک جامع نصاب مرتب کیا گیا۔ اسی نصاب کے تحت تمام سنٹروں میں عمل پیرائی ہو رہی ہے۔ تقریباً پانچ سال کے عرصے میں موجودہ نصاب میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں لائی گئی۔ حالانکہ یہ ایک جامع نصاب ہے لیکن دور حاضر کے کتابت کے تقاضوں کے تحت موجودہ نصاب میں ترمیم و اضافہ کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ اس تعلق سے ذیل کی چند تجاویز غور طلب ہیں۔

(ا) سال اوّل کے لیے پہلی سہ ماہی کی مدت قلیل ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ اساتذہ فن کی نظر میں حروف تہجی یعنی مفردات کی تشکیل فن کتابت میں مبتدیوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی اہمیت رکھتی ہے۔ کیوں کہ حروف کے یہی اشکال مستقبل میں کاتب کی کامیابی کی ضامن ہوتے ہیں۔ لہٰذا سال اوّل کے سہ ماہی نصاب کے لیے مقررہ مدت میں توسیع کی جائے۔

اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہوگا کہ طالب علموں کو مفردات کی مشقوں کے دوران ہی انھیں حروف کو جلی ترین اور خفی ترین لکھنے کی مشق کرائی جائے۔ اس تبدیلی کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ مبتدی کے قلم کی گرفت اور روش میں ابتداء ہی سے لچک پیدا ہوگی۔ چونکہ ایک ہی حرف کو ایک ہی قلم سے بار بار لکھنے میں جو نفسیاتی طور پر بیزارگی ہوگی وہ مختلف قطوط کے قلم کے استعمال سے دور ہو جائے گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ خفی کتابت کی مشقوں کے دوران طالب علم کو اجنبیت محسوس نہیں ہوگی۔ اور آئندہ مختلف قطوط کے استعمال میں دشواری نہیں ہوگی۔ اس تجویز کے روبہ عمل سے سہ ماہی کی مدت میں توسیع کے باوجود جملہ نصاب کے وقتہ تکمیل میں خاطر خواہ رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی کیوں کہ خفی مشقوں کے لیے مختص وقت کو پہلی سہ

ماہی میں ضم کیا جاسکتا ہے۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض طالب علم جلی خوب لکھتے ہیں لیکن خفی نہیں، اور بعض خفی خوب لکھتے ہیں لیکن جلی نہیں۔ امید ہے کہ اس ترمیم سے خفی اور جلی کتابت میں حروف کے اشکال میں تضاد پیدا ہونے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔ اسی روش کو برقرار رکھتے ہوئے مرکبات کی تقطیعوں کو بھی نمبروں والی نبوں سے لکھنے کی مشق جلی مشقوں کے ساتھ ساتھ جاری رہے۔

(۲) موجودہ نصاب میں عنوانات کے تحت درج، تفصیلات مکمل طور پر واضح نہیں ہیں۔ اس ضمن میں وضاحت درکار ہے۔ ہر سہ ماہی کے لیے مختص نصاب میں ذیلی عنوانات کے تحت مزید توضیح کی ضرورت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سال اول اور دوم کے مکمل نصاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ طالب علموں کو طلب فن میں اور اساتذہ کو طریقہ تدریس میں سہولت ہو۔

(۳) نصاب میں تحریر میں استعمال ہونے والے رموز واوقاف اور علامات کی وضاحت کو اہمیت دی جائے۔ تحریر میں آج کل ان کا استعمال کم ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے معنوی طور پر غلطیوں کا احتمال بڑھ گیا ہے۔ ہمارے سنٹرس سے فارغ التحصیل کاتبوں میں یہ نقص نہ رہ جائے اس لئے بنیادی طور پر اس طرف توجہ مرکوز کی جائے۔ نصاب میں رموز واوقاف کے باب میں مختلف علامتوں اور اشاروں کی وضاحت کو شامل کیا جائے۔ اور طالب علموں کو ان رموز کے انگریزی زبان میں مستعمل اصطلاحات سے بھی واقف کرا دیا جائے کیوں کہ یہی عام فہم ہیں۔

(۴) موجودہ نصاب کے تحت تمام طلباء کو یکساں آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ کچھ طالب علم ذہین ہوتے ہیں اور کچھ کمزور۔ جو طلبا آگے بڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں نصاب کے تحت روکا نہیں جاسکتا اور جو طلبا نصاب کے تحت پیچھے رہ جاتے ہیں انہیں آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے والے طلبا کو ان کی استعداد کے مطابق آگے بڑھائیں تاکہ کمزور طلبا میں خود بہ خود، روزافزوں ترقی کرنے کی خواہش پیدا ہو اور کچھ مدت کے بعد وہ ذہنی طور پر متوقع اور مجوزہ پیش رفت میں شامل ہو جائیں۔ اس طریقہ سے طلباء میں ایک مسابقتی جذبہ پیدا ہوگا، جو انہیں خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں رکھے گا۔

(۵) قومی اردو کونسل کی جانب سے کتابت کی تدریس کے لیے حوالہ کی کتابیں سنٹرس میں دستیاب نہیں ہیں۔ ان کتابوں کی کم یابی یا عدم دستیابی کی وجہ سے طلباء مختلف کتابوں میں موجود فن کتابت کے رموز و نکات سے بہرہ ور نہیں ہو پاتے۔ یہ مشکل دستیاب پرانے نسخوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔

فن کتابت پر کونسل کی جانب سے فراہم کردہ مولوی احترام الدین احمد کی کتاب "صحیفۂ خوشنویساں" دستیاب ہے۔ غالباً یہ کتاب ہندوستان کے ہر سنٹر میں موجود ہے جس میں فن کتابت پر جامع مواد اور کتابت کے بنیادی اہم نکات پر سیر حاصل تفصیلات موجود ہیں۔ لیکن مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں اور دوسرے حوالہ کی کتب میں حروف کی پیمائش کے تعلق سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر، فقیر شمس الدین کی "اعجاز رقم" اور احترام الدین کی "صحیفۂ خوشنویساں" میں دامن و دائروں کی تعریف اور قطوط کی پیمائش میں تضاد موجود ہے لہٰذا مجوزہ حوالہ کی کتابوں میں یکسانیت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے ایک سنٹر اور دوسرے سنٹر کے طلبا میں قواعد کے اعتبار سے مماثلت نہیں ہے۔ اور سنٹرس سے فارغ التحصیل طلبا مستقبل میں ہمیشہ کے لیے ان اختلافات کا شکار رہتے ہیں۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ اساتذہ فن اور ماہرین خطاطی مل بیٹھ کر فن کتابت پر دستیاب تمام کتابوں سے صحیح اور غیر اختلافی مواد کو اکٹھا کر کے ایک جامع کتاب مرتب کریں جسے تمام سنٹرس میں یکساں طور پر نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ اس قسم کے اختلافی مسائل کا سدباب ہو سکے۔

اس کتاب میں نہ صرف حروف کے مستند اور مقبول عام قواعد و قطوط پر روشنی ڈالی جائے بلکہ مفرد حروف کے علاوہ جوڑ و پیوند اور دو حرفی سے زائد تقطیعوں میں لکھے جانے والے مرکب حروف کے رہنما اصول بھی مرتب کیے جائیں۔ فن کتابت کے طلبا کے لیے اس نوعیت کی ایک کتاب کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ امید ہے کہ قومی اردو کونسل اس تجویز پر غور کرے گی اور اسے عملی جامہ پہنائے گی۔

(٦) امتحان کے طریقۂ کار میں بھی کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے۔ کالجوں میں جس طرح طالب علم ریکارڈس کا اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح فن کتابت کے طلبا بھی سالانہ مشقوں کا ایک پاک وصاف ریکارڈ تیار کریں۔ اور اس ریکارڈ کے لیے دس یا بیس نمبر رکھے جائیں۔ اس طرح سے دونوں سالوں کے دو ریکارڈ تیار کرائے جائیں۔ ریکارڈس کے معیار کے مطابق سالانہ امتحان میں نمبر دیے جائیں۔ اس طریقہ سے طالب علم میں پاک وصاف طریقے سے مشق کرنے کی عادت پڑے گی۔ اور احتیاط لازمی ہو جائے گی۔

موجودہ نصاب میں سالانہ امتحان کے پرچوں کے لیے 100/ نمبر رکھے گئے ہیں یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ، آیا فائنل امتحان میں صرف سال دوم کے نصاب کے تحت سوالات ہوں گے یا سال اول اور دوم کے نصاب کو ملا کر سوالات ہوں گے؟

ہمارے خیال میں فائنل امتحان کے لیے مجوزہ سو نمبر کم ہیں ایک تجویز یہ ہے کہ سال دوم کے نصاب میں عملی مشقیں زیادہ ہوتی ہیں اس لیے سوالات کے پرچہ اور وقفہ امتحان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک "نظریاتی" ہو دوسرا "عملی"۔ اس کے علاوہ تقریری امتحان بھی رکھا جائے جس کے لیے باضابطہ طور پر جملہ نمبرات میں سے کچھ نمبر مقرر کیے جائیں۔ سالِ اوّل کے لیے ڈیڑھ سو مارکس اور سال دوم (فائنل) کے لیے دو سو مارکس رکھے جائیں۔ تقریری امتحان کے لیے فائنل ایئر میں (30) مارکس اور ریکارڈ کے لیے بیس (20) مارکس رکھے جائیں۔

بچت ڈیڑھ سو مارکس میں (50) مارکس خالص عملی مشقوں کے لیے اور (100) نمبر نظریاتی اور جزوی عملی پرچہ کے لیے رکھے جائیں۔ تقریری امتحان کے نقطہ نظر سے طلبا دلچسپی سے کتابت کی تاریخ اور حروف کے قوانین و قطوط کو یاد رکھنے کی سعی کریں گے۔ اس طرح سے سالِ اول میں تقریری امتحان کے بغیر ڈیڑھ سو مارکس تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ تجویز قابل منظور ہو تو اس کی تفصیلی وضاحت تدریسی کتابچہ میں کی جائے تاکہ تمام سنٹرس میں امتحانات کی نوعیت یکساں ہو۔

طریقۂ تدریس پر ایک نظر

یہ دیکھا گیا ہے کہ طباعت و اشاعت کے میدان میں اردو کتابت کے مختلف کمپیوٹرس کی ایجاد کے باعث شائقین کتابت اور کاتبوں کا فطری اور طبعی رجحان فن کتابت کی جانب یا تو کم ہیا مایوس کن ہو چلا ہے۔ لیکن یہ مسلمہ امر ہے کہ ہر دور میں ہر فن کو فن کار کے ذریعے ہی پہچانا گیا ہے۔ مستقبل قریب میں پرنٹنگ ٹکنالوجی کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے ہاتھ کی لکھائی کی اہمیت اور کاتب کی افادیت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ ہمارے سنٹرس کے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبا میں فن کتابت کو سیکھنے اور سکھانے کے اسپرٹ کو قائم رکھیں۔

کسی بھی فن کو اصولی طور پر حاصل کرنے کے لیے نفسیاتی محرکات اور فطری رجحان کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً فن کتابت کے حصول میں یہ محرکات بدرجہ اتم کارفرما ہوتے ہیں کیوں کہ یہ فن خصوصی دلچسپی، سخت محنت اور کثرت مشق کا حامل ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ طلباء کو نفسیاتی طور پر فن کے حصول کے لیے آمادہ کریں۔

کتابت کے مراکز میں داخلہ لینے والے بیشتر طلبا پہلے ہی سے اس فن کی تھوڑی بہت جانکاری رکھتے ہیں۔ طلبا کی دلچسپی کے مدنظر ابتدا میں اساتذہ کرام اپنی جانب سے نئے حروف کی مشقوں کے آغاز سے قبل طلبا ہی سے لکھنے کی فرمائش کریں۔ اور طالب علم کے قلم کی روش، نشست اور روشنائی کے استعمال پر نظر رکھیں۔ اس کے بعد طالب علم کو بتدریج حروف کے صحیح اشکال، قواعد اور دوسرے متعلقہ قوانین سے واقف کرایا جائے، تاکہ مبتدی کو احساس نہ ہونے پائے کہ یہ اس کے لیے نئی چیز ہے۔

عصری تقاضوں کے پیش نظر طریقہ تدریس میں بھی نیاپن لانے کی ضرورت ہے۔ عموماً عام قسم کے سفید کاغذ پر طالب علم خوب لکھ لیتے ہیں، لیکن بٹر پیپر اور آرٹ پیپر پر اتنی صفائی سے قلم نہیں چلا سکتے۔ اس لیے کہ دو سال کی مدت میں طلبا زیادہ تر فری فلوٹنگ روشنائی کے ذریعے عام قسم کے کاغذوں پر مشق کرتے ہیں، تاہم، کتابت کا اصل مرحلہ ان مشقوں کے بعد شروع ہوتا ہے۔ طالب علم کے کورس کی مدت بتدریج کم ہوتی جاتی ہے اس لیے وہ مکمل طور پر بٹر اور آرٹ پیپر اور دوسرے میدانوں میں ترقی نہیں کرسکتا۔ اس خامی کو دور کرنے کے لیے ایک قابل عمل تجویز یہ ہے۔

اساتذۂ فن تمام مفرد حروف اور تقطیعوں کو لکھ کر قلم پر ان کی پازیبیں بنائیں جو ریورس میں ہو۔ اور طلبا کو فری فلوٹنگ (بلیو) روشنائی کے ذریعے ان تقطیعوں پر متعلقہ نب کے ذریعے لکھنے کی مشق کرائیں۔ یہ روشنائی پانی اور کیروسین سے دھل جائے گی اور مبتدی بار بار ان پر ہاتھ گھما سکتا ہے۔ اس طریقہ سے نہ صرف ایک بیچ کے تمام طالب فن کے حروف میں یکسانیت پائی جائے گی بلکہ طالب علموں کو چکنے پیپر پر لکھنے کی مشق بھی ساتھ ساتھ ہوجائے گی۔ طلبا تمام تقطیعوں کی مشق کے بعد چکنے پیپر پر مشقوں کے دوران پیدا ہونے والی دشواری سے محفوظ رہیں گے، اور وقت کی بچت بھی ہوگی عملی اور پر اس طریقہ کو اپنایا جائے۔

اس سلسلے میں دوسرا طریقہ کار یہ ہوسکتا ہے۔

میجک سلیٹ کے ذریعے مبتدیوں کو مشق کرائی جائے۔ اس کے لیے اصل پلاسٹک پر حروف کے آؤٹ لائن بنائے جائیں۔ مبتدیوں کو ان حروف پر برد کے ذریعے ہاتھ گھمانے کی مشق کرائی جائے۔ حروف کے نقوش صحیح ہیں یا غلط یا تھوڑے بہت فرق کا اندازہ فوراً ہوجائے گا۔ اس کی اصلاح خود بخود اور بتدریج ہوتی جائے گی۔ اس طریقے سے حروف کے اشکال صحیح ہوں گے اور اشکال ذہن میں نقش ہوجائیں گے۔ اس طریقہ سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ مبتدیوں کے ہاتھ کی روش ایک مقررہ حد تک ہی رہے گی اور اشکال پر نو مشقوں کا کنٹرول رہے گا۔ کیوں کہ ہاتھ کے بے وجہ بہک جانے پر خود بخود پابندی لگ جائے گی۔

کتابت اور طباعت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک کاتب کا کچھ حد تک جدید پرنٹنگ ٹکنالوجی پر بھی عبور ضروری ہے۔ اس لیے یہ تجویز ہے کہ ترقی قومی اردو کونسل کی جانب سے پرنٹنگ ٹکنالوجی کے موضوعات پر اردو زبان میں تیار کی گئی کتابیں، کتابت کے مراکز کو مہیا کی جائیں تاکہ طلبا ان سے استفادہ کرسکیں۔

☆☆☆☆☆

اصغر لے انصاری

نئی انفارمیشن ٹیکنالوجی

فروغ اطلاعاتی ٹیکنالوجی (علم تکنیک)۔ اردو کمپیوٹرکاری کے موضوع پر جناب پروفیسر احمد سجاد کا مراسلہ (اردو دنیا شمارہ : اپریل، مئی، جون) ایک اہم ضرورت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اردو ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا کے 25 کروڑ عوام کی رابطے کی زبان ہے جس میں مادری یا قومی زبان والوں کی تعداد بھی شامل ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ ہندوستانی اور پاکستانیوں کی بڑی تعداد دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک سے کئی روزنامہ، ماہنامے اور جرائد شائع ہوتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اردو دنیا کی ان چند خوش نصیب زبانوں میں سے ایک ہے جسے بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔

اس زبان کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ وسطی ایشیا اور افریقہ میں بھی اس کا چلن ہے۔ ان پچیس فیصد مسلمانوں کی مذہبی ضرورت بھی یہی زبان پوری کرتی ہے اور ہندو مذہب کی اہم کتابیں اس میں چھپتی تھیں اور اب بھی چھپتی ہیں۔ اسلامی ادب (لٹریچر) میں اس زبان کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔ (اول عربی، دوئم فارسی اور سوئم اردو)۔ اردو انفارمیشن ٹکنالوجی کا جب ذکر ہوگا تو عربی اور فارسی کا ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے کیوں کہ اردو نہ صرف رسم الخط کی وجہ سے بلکہ اپنی گرامر اور ذخیرہ الفاظ کی بنا پر بھی دونوں زبانوں سے بہت نزدیک ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اردو کی تخلیق میں ان متذکرہ زبانوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ (ترکی کو بھی بیشک نظر انداز نہیں کیا جاسکتا)۔

اردو انفارمیشن ٹیکنالوجی سے متعلق جن دشواریوں کا سامنا ہے وہی دشواریاں عربی اور فارسی انفارمیشن ٹیکنالوجی میں بھی آتی ہیں اس طرح ان زبانوں کی کمپیوٹیشنل اور پروسسنگ مسائل مشترکہ کہے جاسکتے ہیں، مگر ان مشکلات کے باوجود عربی اور فارسی میں انفارمیشن ٹیکنالوجی پر جتنا کام ہو چکا ہے وہ بہت نمایاں اور دوسری زبانوں سے کسی بھی طرح کمتر نہیں ان زبانوں کے مقابلے میں اردو انفارمیشن ٹیکنالوجی کا حال بہتر نہیں۔

اتنی لمبی تمہید کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کیوں کہ راقم 1990 سے مشرقی زبانوں میں کمپیوٹیشنل، پروسسنگ و آرٹیفشل انٹیلیجنس ٹیکنالوجی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ منسلک رہا ہے۔ عربی اور فارسی میں جو کام ہو چکے ہیں اور اردو میں کیا پیش رفت جاری ہے اور کس طرح ہم عربی و فارسی انفارمیشن ٹیکنالوجی سے استفادہ کرکے اسے اردو میں منتقل کر سکتے ہیں، اس سارے سلسلے پر راقم کی نگاہ ہے۔ لیکن جو کام عربی اور فارسی میں تجارتی نقطہ نظر سے کیا گیا اسے اردو میں اورگنائزیشنل اور انسٹیٹیوشنل مشن کے ذریعہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو اس طرف توجہ کرے۔

پروفیسر احمد سجاد نے اردو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ضرورتوں کو تین زمروں میں گنوایا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔ بہرحال دیر آید درست آید۔

مگر ایسا بھی نہیں کہ اردو میں فروغ اطلاعاتی ٹیکنالوجی پر کام نہیں ہوا سافٹ ویئر ٹیکنالوجی میں ہمارے وطن عزیز کو سپر پاور کی حیثیت حاصل ہے۔ فی الوقت ایسی کوئی سافٹ ویئر ٹیکنالوجی نہیں جس میں براہ راست یا

بلاواسطہ کسی ہندوستانی کا ہاتھ نہ ہو۔ چاہے مائکروسافٹ کی ٹیکنالوجی ہو یا ریکل کی ہو یا سیپ ہو۔ یہاں تک کہ آج کا مشہور و معروف پروسیسر پنٹیم بھی ہندوستانی دماغ کی دین ہے۔ اگر اردو والے دلچسپی لیں اور اس ٹیکنالوجی سے استفادے کے لیے تیار ہوں تو سب سے بہتر سافٹ ویئر کم لاگت پر ہمارے وطن میں تخلیق کیے جاسکتے ہیں۔

چونکہ اردو خط عربی خط پر مبنی ہے اس لیے عربی سافٹ ویئر ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا کر اسے اردو میں منتقل کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ تمام حضرات جو اردو کمپیوٹیشنل ٹیکنالوجی پر سنجیدگی سے غور و فکر کر رہے ہیں اور بیشک بہت سے دماغ عمل میں بھی مصروف ہیں وہ اس ٹیکنالوجی میں ہونے والا روزافزوں ٹیکنالوجی سے باخبر رہیں ایسا نہ ہو کہ برسوں محنت اور مشقت سے وجود میں آنے والی ان کی تخلیق وجود میں آتے ہی آثار قدیم میں شمار ہونے لگے۔

چونکہ میں خود اورینٹل زبانوں میں فروغ اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے منسلک ہوں اور کئی عربی اور فارسی کے سافٹ ویئر کی تخلیق میں براہ راست رابطہ رہا ہے اور حال میں ایسے کئی اداروں اور اشخاص سے رابطے میں ہوں جو اردو فروغ ٹیکنالوجی پر کام کر رہے ہیں اس لیے اردو دنیا کے ذریعہ پروفیسر احمد سجاد صاحب کے تینوں پیکیجز کے اردو پیکیجز کے ضمن میں اپنی معلومات اردو کے چاہنے والوں تک پہنچانا مقصود ہے۔

الف اردو ڈیسک ٹاپ پبلشنگ سسٹم، ورڈ پروسسنگ سافٹ ویئر

فی الوقت دو ونڈو بیسڈ سسٹم "ان پیج" اور "پیج کمپوزر" بازار میں موجود ہیں ان کے علاوہ ایک دو پیکیجز اور ہیں مگر صلاحیتوں میں وہ ان دونوں سے بہت پچھڑے ہوئے ہیں۔ متذکرہ دونوں پیکیجز کی بہت زیادہ قیمت ہونے کے سبب اردو والے ان سے حقیقی استفادہ کرنے سے قاصر ہیں۔ تجارتی نقطہ نظر یعنی کمپوزنگ کے کاروبار کی نیت سے تو خریدا جاسکتا ہے مگر اردو کا عام استعمال کرنے والے، ادیب، شاعر، ریسرچ اسکالر، اردو زبان کے پیکیج پر 17000 روپے صرف سافٹ ویئر پر خرچ کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پیکیجز بڑی لاگت لگا کر بہت محنت سے تیار ہوئے ہیں۔ اس لیے قیمت زیادہ ہونے کا شکوہ نہیں کیا جاسکتا۔

بہرحال اس ٹیکنالوجی پر آسٹریلیا میں بھی کام ہو رہا ہے اور امریکہ میں ایسا پیکیج تخلیق کی اگلی منازل میں ہے جو مائکروسافٹ ورڈ MS-Word میں اردو پروسسنگ ممکن کردے گا اور MS-Word کی خوبیاں اس میں ہوں گی۔

(۲) اردو ڈیٹا بیس اور اسپریڈ سافٹ ویئر عربی اور فارسی میں اس پر کافی کام ہو چکا ہے (مائکروسافٹ آفس عربی اور فارسی میں ریلیز ہو چکا ہے جس میں ایکسل اور ایکسس دونوں شامل ہیں) MS-Visual Studio 97 کے ذریعہ اس طرح کا پیکیجز اردو میں آسانی سے بن سکتا ہے۔ جہاں تک اردو فانٹ سافٹ ویئر کا تعلق ہے مائکروسافٹ نے کام آسان کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ فونٹوگرافر طرز کا ایسا پیکیج جو اردو بلکہ سندھی، گجراتی، عربی، فارسی اور ترکی (کذا) زبانوں کے لیے فانٹس جنریٹ کر سکے، کا تخلیق کرنا بہت کٹھن امر نہیں ہے۔

اردو اسپیلنگ سافٹ ویئر، اردو املا سافٹ ویئر، اردو ٹرانسلیٹر، اردو مارفولوجیکل اینالائزر، اردو لیکسیکل ڈیٹا بیس، اوپن ڈیٹا بیس کونیکٹیویٹی پر مبنی مکمل ریٹرائول سسٹم، اسپیچ ریکوگنائزر، اردو اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے ضمن میں ان سب پیکیجز پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مندرجہ بالا تمام پیکیجز عربی، فارسی میں وجود میں آچکے ہیں، چونکہ میں Computational Linguistic & Natural Language Processing اور Artificial Intelligence اور اس ٹیکنالوجی میں L&H, Belgium کے تعاون سے عربی اور فارسی میں وجود میں آنے والے پیکیجز سے واسطہ رہا

ہوں اس لیے یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ تمام کام اردو میں آسانی سے منتقل ہو سکتے ہیں۔ مگر تجارتی نظریہ سے یہ کام مشکل ہے۔ اردو کو اس ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے مگر اردو دنیا ابھی اس ٹیکنالوجی کی مارکیٹ نہیں بنا پائی اس لیے کوئی بھی کمپنی یا گروپ ان پروجیکٹس پر رقم لگانے پر جلدی سے تیار نہیں ہوگا، البتہ کونسل برائے فروغ اردو یا ایسا ہی کوئی ادارہ اگر سامنے آجائے تو بہت کم مدت میں اردو کی ان ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ اردو انٹرنیٹ، اردو ویب پیج اور اردو ای۔ میل کا جہاں تک تعلق ہے ان میدانوں میں پیش رفت جاری ہے۔ کئی سو اردو ویب سائٹ اور پیج ہوسٹ ہو چکے ہیں۔ لیکن اس ٹیکنالوجی کا پوٹینشل بہت زیادہ ہے اس میدان میں مسلسل کام جاری رہنا ضروری ہے۔ اردو میں انٹرنیٹ پر ای۔ میل کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ میں نے خود کئی اردو سائٹ ڈیزائن کر کے ہوسٹ کرائی ہیں اور خاص ای۔ میل اور انٹرنیٹ کے لیے کربلاء فرہان اردو اور اردو سمیت کئی فانٹ اور ورڈ پروسیسر انٹرنیٹ پر موجود سائٹس سے ڈاؤن لوڈ کیے جاسکتے ہیں ان کے علاوہ انٹرنیٹ کے لیے ہماری تین نستعلیق فانٹس اور پروسیسر وجود میں آچکا ہے جس کا کامیاب تجربہ ہم نے کئی سائٹس ہوسٹ کر کے کیا ہے، دلچسپی رکھنے والے حضرات مندرجہ انٹرنیٹ پر موجود سائٹ کو ایکسپلور کر سکتے ہیں۔

WWW.URDU.COM,
WWW.URDUWORLD.COM,
WWW.IBNESAFI.COM,
WWW.JASARAT.COM,
WWW.SIYASAT.COM,
WWW.ZOOMAKHBAR.COM,
WWW.NETAKHBAR.COM,
WWW.ASGAR.COM,
WWW.FAROOQI.COM,
WWW.INPROS.COM,
WWW.ZOOM.NET.COM,
WWW.PAKNEWS.COM,
WWW.PAKDATA.COM,

اس طرح 100 سے زائد سائٹ وجود میں آچکی ہیں۔

اردو سافٹ ویئر فار CD ایک اہم ضرورت ہے مگر اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی Urdu-OCR Urdu Optical Character Recogniser ہے۔ مواد کو کی بورڈ کے ذریعہ پروسیس کرنا بہت وقت طلب اور محنت طلب کام ہے اس کے علاوہ اگر کسی نایاب کتاب یا مسودہ کو اس کی اصل شکل میں سی ڈی یا انٹرنیٹ پر پیش کرنا ہو تو اردو او سی آر کے بغیر یہ کام صرف اس شکل میں ہو سکتا ہے کہ پورے مواد کو اسکین (Scan) کر کے صوتی شکل میں فیڈ کیا جائے اور ینٹل زبانوں میں عربی اور فارسی کے او سی آر وجود میں آچکے ہیں ہم نے اس مشکل کا حل اردو۔ او سی آر Urdu-OCR ڈیولپ کر کے نکالا ہے اس کے استعمال سے اب اردو کتب کو آسانی کے ساتھ سی ڈی پر اور انٹرنیٹ پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس او سی آر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عربی اور فارسی او سی آر سے کمپٹیبلٹی اور انگلش کے او سی آر سے کمپٹبل کرنے کے علاوہ دوسری ونڈو بیسڈ پروگراموں کے ساتھ انٹگریٹ کیا گیا ہے۔

جن اردو سافٹ ویرس کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے ذریعہ آن لائن اردو کی لغات کئی زبانوں میں تیار کی جاسکتی، اردو انگلش اردو عربی اردو فارسی اردو سندھی اردو کشمیری اردو فرنچ اسی طرح اردو تھیسارس اور اردو انسائیکلوپیڈیا۔

میں نے پروفیسر احمد کے پیش کردہ خاکہ کو اپنی مندرجہ بالا سطور کے ذریعہ مزید واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو سافٹ ویر ٹیکنالوجی کے تعلق سے کچھ تلخ حقیقتوں سے بھی واسطہ ہے جن سے ہر وہ شخص واقف ہے جو اردو و اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے وابستہ ہے مگر ان کا ذکر یہاں مناسب نہیں، ہاں اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کا راز Commercilisation سے ہے۔

ثمر ٹالوی

نیپال میں اردو

اس عنوان کے تحت دنیا بھر میں اردو کی صورت حال پر روشنی ڈالی جاتی ہے زیر نظر شمارے میں نیپال میں اردو کی صورت حال کا اجمالی جائزہ پیش ہے۔ جسے ثمر ٹالوی نے ہمیں ارسال کیا ہے۔ (ادارہ)

نیپال میں اُردو کے اثرات اور اس کی مقبولیت کا ذکر کرنے سے پہلے یہ بات اصولی طور پر سمجھ لینی چاہیئے کہ نیپال ایشیا کے اس حصے میں واقع ہے جو اُردو کے علاقے میں آتا ہے۔ اگرچہ اکثریت کی مادری زبان نیپالی ہے لیکن آبادی کا تقریباً چالیس فی صد حصہ مختلف لسانی اور ثقافتی گروہوں پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے زبان اور لہجے بھی مختلف ہیں۔ نیپال کی آبادی کو جغرافیائی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک حصہ وہ جو شمالی علاقہ میں ہمالیہ کی بلندی پر سکونت پذیر ہے یہاں بالعموم تبتی نسل کے لوگ آباد ہیں اور تبتی زبان ہی بولتے ہیں۔ آبادی کا دوسرا حصہ وہ ہے جو جنوب میں پہاڑوں پر آباد ہے۔ یہاں تبتی بھی ہیں، بری بھی قدیم نیپالی باشندے بھی اور وہ لوگ بھی جن کی زبان جدید اردو سے ملتی ہے۔ آبادی کا تیسرا حصہ ترائی کے علاقے میں آباد ہے اور ہندوستان کی سرحد سے قریب ہونے کے سبب یہاں پر ہندوستانی تہذیب، معاشرت اور زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس علاقے میں کم و بیش چالیس فی صد تک مسلمان آباد ہیں جو اردو لکھتے پڑھتے اور بولتے ہیں۔

نیپال کی سرکاری زبان نیپالی ہے جو اگرچہ دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے لیکن اس پر اُردو کا اثر بہت نمایاں ہے دوسری اہم زبانوں میں میتھالی، بھوجپوری، اودھی، تمنگ، تلبو برمن، گرونگ اور نیواری وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ اردو ان سب زبانوں میں منفرد اور رابطے کی زبان ہے۔ نیپال میں کہیں بھی چلے جایئے اگر اردو جانتے اور بولتے ہیں تو مخاطب کو اپنی بات بآسانی سمجھا سکیں گے۔ نیپال کا دارالحکومت تھمنڈو تو اردو کی راجدھانی معلوم ہوتا ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد جب اردو کے تہذیبی و سیاسی اثرات تیزی سے پھیلے اور انہوں نے پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو نیپال بھی اس سے متاثر ہوا۔ نواب واجد علی شاہ کی بیگم حضرت محل جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھمنڈو میں آکر پناہ گزیں ہوئیں تو اردو بھی اپنے ساتھ لائیں اور اس نے نیپال کی تہذیب و معاشرت اور نیپالی زبان کی ساخت اور اس کی لفظیات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس زمانے میں نیپالی شاعری پر بھی اردو نے گہرا اثر ڈالا اور نیپالی شعراء اردو میں شعر کہنے لگے۔

نیپال کا ہندوستان کی تہذیب اور اس کی معاشرت سے نہایت گہرا تعلق رہا ہے، برصغیر کی تقسیم کے بعد نیپال میں اردو کے اثرات اور اس کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا جس کا اندازہ نیپالی میں اردو الفاظ کے بکثرت استعمال سے لگایا جاسکتا ہے۔ نیپالی میں مستعمل درج ذیل

اردو الفاظ نیپال ٹیلی وژن کے دس منٹ کے خبرنامے اور نیپالی وزیر تعلیم کی ایک تقریر سے اخذ کیے گئے ہیں۔

سرکار، آئین، باقاعدہ، جاگیر، ضلع، تابعدار، دیوان، قاضی، فائدہ، شاہی، سلامی، اعلان، عدالت، فیصلہ، شروع، ترکیب، موقع، بناشرط، ہفتہ کار، قانون، ہزار، برابر، نیا نام، یکتا، نفسیات، طاقت، ذات، کفایت، موقع، صدر مقام، ملی جلی سرکار، حضور، موصوف، ثبوت، صدر، ساتھ، مالک، جال، جنگ، فرار، پیش، افسوس، تیار، سماج، خطرہ، جمعدار، فوجی، کاغذات، گرفتار، کاروبار، خاص، خریداری، نکاس، سلسلہ، آخر، شروع، تعلیم، زندگی، کمزور، فرصت، رقم، بندوبست، دربار، اچانک، جامہ، پگڑی، لبادہ، زبان، نیلام، لاپرواہی، منافع، سکہ، صفائی، اطمینان، تانگہ بندی، بے روزگاری، مرمت، قدر وغیرہ۔ جس طرح ہندوستان میں ہندی دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے لیکن بولی میں بالکل اردو لگتی ہے۔ اسی طرح نیپالی میں بھی اگرچہ دیوناگری رسم الخط مستعمل ہے لیکن اس کے لہجہ اور اس کی لفظیات اردو کے بہت قریب ہیں اور اردو کے تقریباً پچاس فی صد الفاظ روزمرہ کی بول چال میں شامل ہیں۔ نیپال کے شاہی خاندان میں فارسی کے استعمال کو تہذیب کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے اور فارسی کے زیر اثر اردو بھی ان کی پسندیدہ زبان رہی ہے۔ شاہ پرتاپ ملانے سکوں پر اردو رسم الخط استعمال کیا تھا۔ کئی بادشاہ دیوناگری کی بجائے اردو میں اپنے دستخط کرتے تھے۔ سرکاری اصطلاحات میں بالعموم اردو کے الفاظ اپنائے گئے ہیں۔ مثلاً موجودہ نیپالی حکومت کو "شری پانچ سرکار" اور "قانون کے لیے" کو "مکمیہ قانون چھ" کہا جاتا ہے جو ہندی اور اردو کا خوبصورت امتزاج ہے۔ کاروباری اصطلاحات بالعموم اردو میں ہیں مثلاً A/C کے لیے حساب، Balance کے لیے باقی رقم، Discount کے لیے جمع، Credit کے لیے منہا، Draft کے لیے مسودہ اور Due کے لیے باقی وغیرہ۔

نیپالی میں بیماریوں کے نام وہی ہیں جو اردو میں ہیں مثلاً زکام، بخار، سردی، ہیضہ وغیرہ...... سبزی، پھل، پھول، رنگ اور اناج کے نام بھی کم و بیش وہی ہیں جو اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ کاروباری طبقہ اپنی تجارت اور کاروبار کے فروغ کے لیے اردو کو ہی عوام میں رابطے کی زبان سمجھتا ہے۔

"اینگلو نیپالی ٹیچر" نامی کتاب میں نیپالی کا ہندی ترجمہ کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نیپالی میں اردو فارسی کے الفاظ کو کتنی فراخدلی سے اپنایا گیا ہے حالانکہ ان کی جگہ ہندی کے الفاظ بھی استعمال کیے جاسکتے تھے۔ چند الفاظ کا نمونہ درج ذیل ہے:

انگریزی	نیپالی
News Paper	अखबार
Absent	गैरहाजरी
Mother	आमा
Loss	नुकसान
Difficult	मुश्किल
Habit	अम्ल
Signature	सही
Agreement	कबूलियत
Dress	पोशाक
Ditto	ऐजन

انگریزی الفاظ کے متبادل یہ نیپالی جو دیوناگری رسم الخط میں لکھے گئے ہیں اصلاً اردو ہی کے الفاظ ہیں جنہیں بڑی بے تکلفی سے نیپالی میں استعمال کیا گیا

ہے۔ کاروباری علاقوں اور عوامی مقامات پر نیپالی زبان کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی سائن بورڈ اور اشتہارات نظر آتے ہیں۔ جب پنچایتوں، بلدیاتی اداروں اور اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں تو اردو کی بن آتی ہے۔ تقریریں بھی اردو میں ہوتی ہیں اور اشتہاری مہم بھی اردو میں چلائی جاتی ہے۔

جنوبی ایشیا کے ملکوں کی علاقائی تعاون کی تنظیم "سارک" کے قیام سے بھی نیپال میں اردو کو فروغ حاصل ہوا ہے کیوں کہ اردو واحد زبان ہے جو ان ملکوں کے درمیان قریبی تعاون اور رابطے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ تری بھون یونیورسٹی شعبہ اردو کے قیام کے بعد نیپالی کو اردو کے قریب ترلانے کی شعوری کوششیں بھی کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں "انجمن ترقی اردو نیپالی زبان وادب" کام کر رہی ہے جس کا اہم مقصد دونوں زبانوں کے اعلیٰ ادب کو ترجمے کے ذریعے ایک دوسرے سے متعارف کرانا ہے۔

نیپال میں اردو کی ترویج واشاعت کے حوالے سے ادبی تقریبات بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں اور یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ نیپال میں اردو کا مستقبل ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ روشن اور تابناک ہے۔

تاریخ۔ جغرافیہ۔ سیاست۔ ثقافت پر اہم کتابیں

1-	آریہ سماج کی تاریخ	لالہ جاجپت رائے / کشور سلطان	۱۰/۵۰
2-	آزادی	جان اسٹورٹ مل / سعید انصاری	۷/۲۵
3-	آزاد ہندوستان (حصہ دوم) (تیسری طباعت)	ایس۔ایل۔ کھنہ	۲/-
4-	اسلامی تہذیب و تمدن	عماد الحسن آزاد فاروقی	۱۴/-
5-	اسلامی سماج	ریوبن لیوی / حشیر الحق	۲۰/-
6-	اکبر سے اورنگ زیب تک	ڈبلو ایچ مور لینڈ / جمال محمد صدیقی	۲۱/۵۰
7-	البیرونی کے جغرافیائی نظریات	ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی	۱۱/-
8-	برطانیہ کا دستور اور نظام حکومت	محمد محمود فیض آبادی	۳۶/-
9-	تاریخ اور سماجیات	عائشہ بیگم	۱۰/۵۰
10-	تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ سوم)	ڈاکٹر تارا چند	۱۸/۷۵
11-	تحریک آزادی ہند	ظہور محمد خاں	۲/۲۵
12-	تحریک خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	۱۱/۵۰
13-	جامع تاریخ ہند	محمد حبیب / خلیق احمد نظامی	۸۵/۷۵
14-	سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت	ابن حسن، آئی۔اے۔ قنی	۱۹/-
15-	شہیدان آزادی (حصہ اوّل)	پی۔این۔ چوپڑا۔ بھگوت سنگھ	۲۴/-
16-	شہیدان آزادی (حصہ دوم)	پی۔این۔ چوپڑا / سید تفضل حسین	۲۰/-
17-	شیر شاہ سوری اور اس کا عہد	اکار مجن قانون گو / رام سروپ شرما	۳۴/-
18-	اکبر سے اورنگ زیب تک	ڈبلو ایچ مور لینڈ / جمال محمد صدیقی	۲۱/۵۰
19-	صوبائی خود مختاری کی ابتدا	ایس گوہر / بھیشور پرشاد	۱۳/۵۰
20-	ظہیر الدین محمد بابر (دوسری طباعت)	ایل۔ایف۔ رش بروک ولیمز / رفعت بلگرامی	۱۳/-
21-	قدیم لکھنؤ کی آخری بہار	مرزا جعفر حسین	۲۷/-
22-	قدیم ہندوستان کی تاریخ	رما شنکر ترپاٹھی	۲۷/۷۵
23-	قدیم ہندوستان میں تعلیم	اے۔ایس۔ الٹکر / ابو یوسف	۲۰/-
24-	مراد آباد۔ تاریخ اور صنعت	تاباں نقوی	۱۴/-
25-	ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم / رشان حیدر مرزا	۳۱/-
26-	ہندوستان سر زمین اور عوام	تارا کی گپتا / ایس۔ کے۔ سنگھ	۲۱/-
27-	ہندوستانی کے دور وسطی کے مورخین	پروفیسر محب الحسن / سرور علی ہاشمی	۴۵/-
28-	ہندوستانی خارجہ پالیسی کی بنیادیں	بمل پرساد / محمود فیض	۱۳/۲۵
29-	ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ	ڈی۔سی۔ سرکار / علیمہ سمیع الزماں	۴۹/-

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔۱۱۰۰۶۶

"دلچسپ کہانیاں" سے

اقتباس

نو مشقوں کے لیے

مصنفہ: ڈاکٹر رام آسرا راز

مقدر کا سکندر

میاں بھوندو ماں باپ کے اِکلوتے بیٹے تھے۔ لاڈ پیار نے بچپن ہی سے ان کی عادتیں بگاڑ رکھی تھیں۔ بڑے ہو کر بھی کام سے کوسوں دُور بھاگتے تھے۔ پڑے پڑے باتیں بناتے رہتے تھے۔ بڑے ارمانوں کے ساتھ ماں باپ نے اُن کی شادی کی تھی۔ قِسمت سے بیوی انھیں اچھی مل گئی تھی۔ دِن بھر محنت مزدوری کرنے کے بعد بے چاری گھر کا بھی سارا کام کرتی تھی۔ اور بھوندو میاں تھے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے۔ انھیں پانی تک بیوی خود پلاتی تھی۔ پھر بھی وہ بیوی پر خوب رعب جماتے اور کھانے پینے میں بہت ناک بھوں چڑھاتے۔

کچھ عرصے تو بیوی، شوہر کے اس روّیے کو خاموشی سے برداشت کرتی رہی۔ آخر کہاں تک صبر کرتی۔ بیوی نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی کہ کچھ کام کرنا چاہیے۔

"کر مزدوری، کھا چوری؛ کام سے ڈرے، بھوکا مرے" کام کرنے ہی سے دُنیا کا کاروبار چلتا ہے۔ تم بھی کچھ کام کیا کرو۔ کرو گے نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے؟

بھوندو میاں ٹھہرے چکنے گھڑے۔ بیوی کی ان باتوں کا اثر وہ کب قبول کرنے والے تھے۔ وہ انھیں سمجھا بجھا کر تنگ آگئی۔ بے چاری کر بھی کیا سکتی تھی۔ "تنگ

آمد بجنگ آمد" گھر میں لڑائی جھگڑا رہنے لگا۔ ایک دن بیوی نے بھوندو میاں کی وہ گت بنائی کہ میاں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بولے۔ "بیگم! آج تو بخش دو۔ کل سے ضرور کام پر جاؤں گا۔"

اگلے دن بھوندو میاں صبح سویرے ہی کام کی تلاش میں نکل پڑے۔ سارا دن مارے مارے پھرتے رہے، مگر انھیں کہیں بھی کام نہ مل سکا۔ رات ہونے سے پہلے ہی اُن کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ آگے کنواں پیچھے کھائی کام تھا کہ کوسوں دُور دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ گھر میں بیوی بھوکی شیرنی کی طرح ان کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ اب وہ جائیں بھی تو کہاں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ آخر بھوندو میاں نے سوچا کہ اس بے حیائی کی زندگی سے تو موت اچھی ہے۔ یہی سوچ کر گھر جانے کی بجائے خودکشی کرنے کے ارادے سے وہ دریا کی طرف چل دیے۔

کرنی خدا کی، اسی دِن تدبیر اور تقدیر میں باہم ٹھن گئی تھی اور وہ دریا کے کنارے پر انسان کے رُوپ میں کھڑی جھگڑ رہی تھیں۔ دونوں ایک دوسری پر اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہتی تھیں کہ اتنے میں بھوندو میاں آتے دِکھائی پڑے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اسی شخص پر اپنے کرشموں کا تجربہ کیا جائے۔ چنانچہ بھوندو میاں جب اُن کے پاس سے گزرنے لگے تو تدبیر نے پوچھا۔ "میاں! اِدھر کہاں جا رہے ہو؟"

بھوندو میاں نے اپنی ساری سرگزشت کہہ سنائی۔ ان کی رام کہانی سننے کے بعد تدبیر نے کہا۔ "میاں اس طرح مایوس ہونے سے کام نہیں چلتا۔ حوصلہ رکھو، تدبیر سے کام لو تو تمھیں جینے کا سلیقہ بھی آجائے گا۔ لو، میں تمھیں یہ موتی دیتی ہوں۔ اسے تم بادشاہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ تمھیں اتنا زیادہ انعام دے گا کہ اس سے تم کوئی بھی کام شروع کر سکو گے۔"

تدبیر کا دیا ہوا موتی لے کر وہ خوشی خوشی بادشاہ کے محل کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے موتی بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس موتی کو دیکھ کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور انعام کے طور پر میاں بھوندو کو ایک بہت ہی قیمتی لعل دے کر رُخصت کیا۔ میاں بھوندو نے لعل کا نام تو سنا تھا لیکن اسے دیکھنے کا زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ لعل جیسی بیش قیمت چیز پا کر آج میاں بھوندو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ مستقبل میں اچھی زندگی گزارنے کے لیے دل ہی دل میں ہزاروں منصوبے بناتا چلا جا رہا تھا۔ کبھی وہ لعل کو چھپاتا تھا، کبھی اُچھالتا تھا اور کبھی کبھی تو اسے چوم بھی لیتا تھا۔

اب وہ جتنی جلدی ہو سکے گھر پہنچنے کے لیے بے تاب تھا۔ لیکن گھر جانے کے لیے اسے وہی دریا عبور کرنا تھا جس میں وہ خودکشی کرنے جا رہا تھا۔ کشتی میں بیٹھ کر جب وہ دریا پار کر رہا تھا تو لعل پانے کی خوشی اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ بیٹھے بیٹھے اس نے لعل کو اُچھالنا شروع کر دیا۔ اچانک ایک مچھلی نے اُچھل کر وہ لعل چھین لیا اور پانی میں غائب ہو گئی۔ میاں بھوندو کی ساری خوشی کافور ہو گئی اور وہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ بیش قیمت لعل کی بجائے اب اس کی آنکھوں کے سامنے پھر بیوی کا بپھرا ہوا چہرہ اور لال لال آنکھیں تھیں۔ اس کا دل ایک بار پھر خوف سے دہل گیا۔ مگر اب اس کے پاس چونکہ ایک معقول جواز تھا۔ اِس لیے اُس نے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

کافی رات گئے جب وہ گھر پہنچے تو بیوی اُن کا انتظار کر رہی تھی۔ بیوی کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی میاں بھوندو نے لعل پانے اور کھونے کا پورا واقعہ کچھ بڑھا چڑھا کر کہہ سنایا۔ میاں کی یہ داستان کافی موثر ثابت ہوئی۔ انھوں نے پیٹ بھر کھانا بھی کھایا اور رات بھی بڑے سکون سے بسر کی۔ اگلے دن پھر وہ علی الصبح گھر سے چل دیے۔ سارا دن کام کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتے پھرے لیکن کہیں کام نہ ملا۔ دن ڈھل رہا تھا۔ مایوس

ہو کر انھوں نے پھر اسی دریا کا رُخ کیا اور ٹھیک اسی جگہ پر ان کو پھر وہی دونوں صورتیں نظر آئیں۔

میاں بھوندو کو پریشان دیکھ کر تدبیر نے پھر اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو میاں بھوندو نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اب اس نے میاں بھوندو کی جان بچانے کی ایک اور تدبیر سوچی اور اسے ایک قیمتی انگوٹھی پیش کرتے ہوئے کہا کہ لو، میاں اِسی کو بیچ کر اپنا کام چلاؤ۔ انگوٹھی لے کر میاں بھوندو اب سیدھے گھر کی طرف چل پڑے۔ کچھ دیر تک تو اطمینان سے چلتے رہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد انگوٹھی پانے کی خوشی میں ان کا دِل پھر مچلنے لگا۔ انھوں نے انگوٹھی جیب سے نکالی اور اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ پھر اسے ہوا میں اُچھال کر دل بہلانے لگے۔ سامنے درخت پر ایک چیل بیٹھی تھی۔ کہتے ہیں چیل کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے۔ دُور ہی سے اس سنہری چیز پر اس کی نگاہ پڑ گئی۔ چیل میاں بھوندو پر جھپٹی اور انگوٹھی چھین کر ہوا ہو گئی۔ میاں کی ساری خوشی خاک میں مل گئی اور وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہی رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش ٹھکانے آئے، تو دیکھا کہ چیل کے پنجوں نے بے چارے کے ہاتھ بھی لہولہان کر دیے ہیں۔ ڈرتے ڈرتے گھر پہنچے اور آج کی داستان بھی بیوی کو کہہ سنائی۔ بیوی پہلے تو میاں کی ان باتوں پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی مگر جب انھوں نے اپنے زخمی ہاتھ دِکھائے تو اُسے بھی یقین کرنا ہی پڑا۔

جوں توں کر کے رات گزاری اور تیسرے دِن پھر میاں بھوندو صبح سویرے ہی روزگار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اپنے معمول کے مطابق دن بھر سڑکیں ناپتے پھرتے رہے روزگار نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ناچار دِل برداشتہ ہو کر ایک بار پھر اسی دریا کی طرف ڈوب مرنے کے اِرادے سے چل دیے۔ آج بھی تدبیر اور تقدیر اپنے اُسی ٹھکانے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ تدبیر کے پوچھنے پر میاں بھوندو نے پھر اپنی آپ بیتی تفصیل سے سنائی تو اس بار تدبیر نے انھیں سونے کی کچھ اشرفیاں تھمادیں۔

اس بار میاں بھوندو نے طے کر لیا کہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو اب میں پہلے کی طرح کوئی حرکت نہیں کروں گا۔ اشرفیوں کو مضبوطی سے ہاتھ میں دبا کر وہ سیدھے گھر کی طرف چل دیے کچھ ہی دیر میں وہ صحیح سلامت گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ بیوی تو کسی کام سے پڑوسن کے ہاں گئی ہوئی ہے۔ میاں تھوڑی دیر بھی انتظار نہ کر سکے۔ ایک کھرپا اُٹھایا اور گڑھا کھودنے لگے۔ گڑھا بھی کوئی خاص گہرا نہ کھودا۔ لیکن اشرفیاں اس میں دبا کر بیوی کو خوش خبری سنانے خود بھی پڑوسی کے گھر پہنچ گئے۔

میاں بھوندو جب گڑھا کھود کر اس میں اشرفیاں دبا رہے تھے تو پڑوس ہی کا ایک آدمی میاں کی اس حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ میاں کے منھ پھیرتے ہی اس نے گڑھے کو کھودا اور اشرفیاں نکال کر گڑھے کو پھر مٹی سے بھر دیا اور خود اشرفیاں لے کر رفوچکر ہو گیا۔

پڑوسی کے گھر پہنچ کر میاں نے اپنی بیگم کو خوش خبری سنائی تو بیگم خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ میاں کو ساتھ لے کر فوراً گھر کی طرف بھاگی۔ گھر پہنچ کر میاں بیوی دونوں نے کھرپا اُٹھایا اور گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ دیر تک دونوں مل کر گڑھا کھودتے رہے لیکن کافی گہرا کھودنے پر بھی اشرفیوں کا نام و نشان تک نہ ملا۔ ملتا بھی کہاں سے۔ جب مقدر ساتھ نہیں دیتا تو رکھا ہوا سونا بھی راکھ بن جاتا ہے۔ لیکن بیوی اسے بھی بھوندو میاں کی چال سمجھ کر اس بیچارے پر برس پڑی۔ میاں نے بیوی کو یقین دلانے کی لاکھ کوشش کی لیکن بیگم تھی کہ انھیں مسلسل صلواتیں سناتی رہی اور میاں بے چارے کو رات بھی بھوکے پیاسے ہی کاٹنی پڑی۔

اب تو میاں حد سے زیادہ تنگ آ چکے تھے اور اسے اپنی زندگی کا آخری دن سمجھ کر چوتھے دن بھی اپنے معمول کے مطابق جلدی ہی گھر سے روانہ ہو گئے اور پہلے کی طرح

دن بھر مارے مارے پھرنے کے بعد سچ مچ اپنی زندگی کو ختم کر دینے کے لیے آخری بار دریا کی طرف چل دیے۔ اس بار میاں بھوندو کی طرح ہی تدبیر نے بھی اپنی ہار مان لی تھی اور میاں بھوندو کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔

تدبیر کے ہار مان لینے پر محترمہ تقدیر فاتحانہ شان سے آگے بڑھ کر بولیں۔ "تدبیر جن کو نامراد رکھتی ہے، ان کی مرادیں تقدیر پوری کرتی ہے۔ اب ذرا میرا بھی معمولی کرشمہ دیکھیے۔ میں اسی شخص کو مقدر کا سکندر بنا کر دکھاتی ہوں۔ اپنی طرف سے میں اسے کوئی خزانہ عطا نہیں کروں گی پھر بھی دیکھنا کہ دولت کی رُوٹھی ہوئی رانی کس طرح خود بخود اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے تقدیر نے میاں بھوندو کو صرف ایک اشرفی دے کر کہا۔

"لو، میاں اسی سے اپنا گزارہ کرو۔ اگر خدا نے چاہا تو اسی میں اتنی برکت ہوگی کہ زندگی آرام سے گزرے گی۔"

آج میاں بھوندو نے اس ایک اشرفی کو غنیمت سمجھتے ہوئے سیدھے گھر کی طرف جانے کی بجائے بازار کی راہ لی۔ بازار سے انھوں نے کچھ آٹا، نمک، مرچ، ہلدی وغیرہ کے علاوہ پکانے کے لیے ایک اچھی سی موٹی تازی مچھلی بھی خرید لی اور گھر کا راستہ لیا بیگم نے جب میاں کو اتنی ساری چیزیں لے کر آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئی۔

آٹے، نمک، ہلدی وغیرہ کو سلیقہ سے الگ الگ ڈبوں میں ڈال کر بیگم نے مچھلی کو صاف کرنا شروع کیا۔ میاں بھوندو کلہاڑی اُٹھا کر لکڑیاں کاٹنے چلے گئے۔ جس درخت سے وہ لکڑیاں کاٹنا چاہتے تھے اسی پر میاں کو ایک گھونسلہ دکھائی پڑا۔ گھونسلے میں کلبلاتے بچوں کو بچانے کے خیال سے میاں نے سوچا کہ پہلے گھونسلہ اُتار لیا جائے تو مناسب ہے۔ میاں جب گھونسلہ اُتار کر نیچے لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سونے کی وہی انگوٹھی جو

اُن کے ہاتھ سے چیل جھپٹ کر لے گئی تھی، اس گھونسلے میں رکھی ہے۔ انگوٹھی اُٹھا کر اپنے قبضے میں کرتے ہوئے وہ خوشی سے پاگل ہو اُٹھااور زور، زور سے چلّانے لگا "پکڑا گیا آج چور پکڑا گیا۔"

اتفاق سے عین اسی وقت وہاں سے وہ شخص بھی گزر رہا تھا۔ جس نے گڑھا کھود کر میاں کی اشرفیاں چوری کی تھیں۔ جب اس نے میاں کو اس طرح "چور پکڑا گیا" کا شور مچاتے سنا تو وہ گھبرا گیا۔ سمجھا کہ میاں نے مجھے پہچان کر شور مچایا ہے۔ چور کی داڑھی میں تنکا کے مصداق وہ میاں بھوندو کے روبرو گڑگڑانے لگا۔ "میاں جی! میں آپ کی اشرفیاں واپس کردوں گا۔ اس طرح شور مچا کر مجھے ذلیل نہ کرو۔ خدا کے لیے مجھے معاف کردو۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں آپ کی اشرفیاں ابھی واپس کرتا ہوں۔"

یہ سن کر میاں بھوندو جواب واقعی مقدر کا سکندر تھا شیر کی طرح گرجا، "میری اشرفیاں فوراً واپس کرو۔ ورنہ ابھی پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔" چور بے چارہ بھاگ کر گیا اور گھر سے اشرفیاں لاکر بھوندو میاں کو دے گیا۔

گھر پہنچ کر میاں بھوندو نے انگوٹھی اور اشرفیاں ملنے کی خوش خبری بیگم کو سنائی تو وہ خوشی سے ناچنے لگی۔ بیگم مچھلی کو صاف کر چکی تھی۔ میاں بیوی دونوں نے مل کر مچھلی کو کاٹنا شروع کیا۔ جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو یہ دیکھ کر میاں بیوی دونوں ہی خوشی سے پاگل ہو اُٹھے کہ ان کا کھویا ہوا قیمتی لعل بھی اس مچھلی کے پیٹ میں موجود تھا۔ اب تو مچھلی پکانے کی بھی کوئی جلدی نہ تھی۔ بیگم نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ "میاں! مجھے تو یقین ہی نہیں آتا تھا لیکن ۔۔۔۔ خیر اب انھیں کہیں ٹھکانے لگانے کی تدبیر سوچو۔"

میاں بھوندو نے خوشی سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "کیوں نہیں، تدبیر سوچے بغیر کام کیسے چلے گا۔ تدبیر ہی تو تقدیر کو جگاتی، اور آدمی کو مقدر کا سکندر بناتی ہے۔"

"ننھے منے گیت" سے

اقتباس

گیت

مصنف: کیدارناتھ کومل

چاہے کتنی مشکلیں آئیں
ہم آگے ہی بڑھتے جائیں

پھولوں سے سیکھا ہم نے
کانٹوں میں بھی مسکانا
مست پون سے سیکھا ہم نے
نت آگے بڑھتے جانا

لہروں میں لہراتے جائیں گے
ہم آگے بڑھتے جائیں گے

چندا سے سیکھا ہم نے
جل جل کر امرت برسانا
لہر لہر سے سیکھا ہم نے
مل مل آگے بڑھتے جانا

چٹانوں سے ٹکرا جائیں
ہم آگے ہی بڑھتے جائیں

چشمے سے سیکھا ہے ہم نے
روک میں بھی آگے بڑھنا

تاروں سے سیکھا ہے ہم نے
اندھیارے میں بھی مسکانا

آشا دیپ جلائیں گے ہم
آگے بڑھتے جائیں گے ہم

تتلی سے سیکھا ہے ہم نے
قوسِ قزح بن کر لہرانا
بادل سے ہے سیکھا ہم نے
تشنہ لب کی پیاس بجھانا

سب کو گلے لگائیں گے ہم
آگے بڑھتے جائیں گے ہم

بجلی سے سیکھا ہے ہم نے
ہر دشمن کے ہوش اڑانا

اور کتابوں سے سیکھا ہے
علم و ہنر بن کر مسکانا

روشنی بن مسکائیں گے ہم
آگے بڑھتے جائیں گے ہم

سائنسی شعاعیں سے اقتباس

ڈاکٹر احرار حسین

کمپیوٹر ایک انقلابی مشین

انسانی ذہن اللہ تعالیٰ کا انسان کو دیا گیا سب سے بڑا عطیہ ہے۔ اسی ذہن یا دماغ نے ہماری زندگی کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے طرز عمل میں بہت سی تبدیلیاں کی ہیں اور یہ تبدیلیاں آج بھی ہو رہی ہیں۔ بیسویں صدی کی ایجادات ترقیات اور صنعتی انقلاب اسی ذہن کی کارکردگی ہے خاص طور سے الیکٹرانک کے میدان میں اس ذہن نے انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس صدی کے آخر میں سائنس دانوں نے جو اعلیٰ پیمانے کی ایجادات کی ہیں۔ اس کا نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ان ایجادات کی وجہ سے ہی انسان آج بہتر زندگی گزار رہا ہے۔ ان ایجادات کی فہرست بہت لمبی ہے۔ جس کا تذکرہ کرنا اگرچہ یہاں ممکن نہیں پھر بھی جو خاص انقلابی تحقیقات و ایجادات ہیں جیسے ٹیلی ویژن، ریڈیو، ہوائی جہاز، ٹرین، بلب، ٹیلی فون، کیلکولیٹر، گھڑیاں وغیرہ۔ ان سب ہی مشینوں میں سب سے اعلیٰ اور سر فہرست ایجاد کمپیوٹر ہے۔ آج کمپیوٹر انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں اپنا دخل رکھتا ہے۔ یہ ایسی مشین ہے جس کے بغیر انسان ترقی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ آنے والے وقت میں اس مشین یعنی کمپیوٹر کا دخل انسان کی پوری زندگی میں ہوگا۔

کمپیوٹر انسانی ذہن کی تخلیق ہے۔ یعنی انسان ہی اس کا خالق ہے۔ لیکن اس مشین کی اعلیٰ ٹی ہنسی اے کیورسی، اسپیڈ وغیرہ کی بنا پر یہ انسان اپنے خالق پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کو چیلنج بھی کر رہا ہے۔ اس کی بنا پر انسان کی بنائی ہوئی اس مشین کو سپر ہیومن کا خطاب دیا جاتا ہے۔ کمپیوٹر میں تمام صلاحیتوں کے باوجود اس کے پاس اپنا ذہن، اپنی سوچ اور کچھ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ پھر بھی اس مشین کو انسان نے سپر ہیومن بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔ حالانکہ کمپیوٹر کو سپر ہیومن کہا جاتا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مشین انسان اور انسانی ذہن سے بہتر دنیا میں کوئی مشین نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی۔ کمپیوٹر کے ہر شعبے میں داخل ہونے کی بنا پر امریکہ کے ایک جریدے ٹائمس میگزین نے اس کی اہلیت اور قابلیت کی بنا پر 1983ء کا مین آف دی ایر کا خطاب انسان کی جگہ کمپیوٹر کو دیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کمپیوٹر اب انسان پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس نے کچھ حد تک اس مشین میں کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔ اسی وجہ سے آج کا دور کمپیوٹر کا دور کہا جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں اس مشین کے دخل کی ایک لمبی فہرست ہے۔ بچوں کے کھیلوں سے لے کر خلائی جنگوں تک تمام مرحلوں میں کمپیوٹر نے اپنا دخل کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی کمپیوٹر نے اپنا مقام بنایا ہے جیسے سمندر کی گہرائی میں موجود پٹرول گیسیز وغیرہ کی معلومات فیکٹریز میں مشکل اور ایکوریٹ کام کرنے

کے لیے انٹانسک انرجی پلانٹس، بڑی بڑی بلڈنگس کا نقشہ بنانے میں بیماریوں کی معلومات کرنے میں۔ سیٹالائٹ کو کنٹرول کرنے میں موسم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں اور پیشین گوئی کرنے میں اس نے کمال دکھایا ہے۔

جس طرح انسان کی ایک اپنی زبان ہے اسی طرح کمپیوٹر کی بھی ایک زبان ہوتی ہے جو انسان کی بولی جانے والی زبان سے مختلف ہے۔ کمپیوٹر کی زبان ڈی۔ جی ٹل سگنل ہے۔ جو اطلاعات کمپیوٹر کی اس زبان کو حاصل ہوتی ہے وہ اس کو اپنی یادداشت (میموری) میں ہندسوں کی شکل میں کافی عرصہ تک محفوظ کر سکتا ہے اور اس کو کمپیوٹر کسی بھی وقت استعمال کر کے انسان کی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ کر سکتا ہے اور ہمیں بتا بھی سکتا ہے۔ کمپیوٹر کے اس طرح تین حصے ہوئے۔ ڈی۔ جی۔ ٹی سگنلس ، میموری اور اس کے استعمال سے کسی فیصلے تک پہنچنا۔ یہ سب کچھ ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں کر دیتا ہے۔ کمپیوٹر کی اس خصوصیت کی وجہ سے یہ انسان پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اصل میں کمپیوٹر بے شک بہت اچھی مشین ہے۔ لیکن یہ مشین بغیر انسانی تعاون کے بیکار ہے۔ اس مشین کو ایک خاص قسم کا پروگرام فیڈ کرتے ہیں۔ جس پر کمپیوٹر عمل کرتا ہے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو زبان کمپیوٹر پروگرام بنانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ وہ بیسک، فورٹران، کوبول، پاسکل، لنگویج کہلاتی ہیں۔ ان زبانوں کو کمپیوٹر کی دنیا میں ہائی لیول لینگویج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کمپیوٹر پروگرام جو کسی بھی زبان میں لکھا جائے۔ انسان کے ہی ذہن کا کمال ہوتا ہے۔ کمپیوٹر پروگرام کا ذریعہ ایلگورتھم ہوتا ہے۔ ایلگورتھم کسی میتھی ٹیکل پرابلم اسٹپ بائی اسپٹ حل کرنے کے طریقے کو کہتے ہیں۔ کمپیوٹر پروگرامنگ کو کمپیوٹر کی دنیا میں سوفٹ ویر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کمپیوٹر کی باہری ساخت جو ہمیں نظر آتی ہے اُسے کمپیوٹر کی دنیا میں ہارڈویر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کمپیوٹر میں یہ صلاحیت کہ ایک سیکنڈ میں اربوں کا حساب کرنا یا رکھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آج اس مشین کے ذریعہ نظام شمسی میں ہونے والی تبدیلیوں کی پیشن گوئی کرنا آسان ہو گیا ہے۔ اس مشین کے بارے میں ایک امریکی ماہر نے بہت خوب لکھا ہے کہ اکیسویں صدی میں کمپیوٹر کو اتنی ترقی ملے گی کہ جو قوم اس صدی میں کمپیوٹر سے دور رہے گی اس کا شمار جاہل قوم میں ہوگا آج سپر کمپیوٹر کا دور ہے۔ آنے والے زمانے میں اور زیادہ اعلیٰ پیمانے کے کمپیوٹر دستیاب ہوں گے۔ جن کے استعمال سے ہی دنیا مزید ترقی کے راستے پر چل سکے گی۔ یہاں یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ آنے والے وقت میں انسان کی زندگی کا دارومدار کمپیوٹر کے بغیر ممکن نہ ہوگا۔

قومی اردو کونسل نے نہ صرف حوالہ جاتی بلکہ اعلیٰ درجات کی ضرورتوں کے مطابق درسی کتابیں بھی تیار، طبع اور شائع کی ہیں۔ طلبا کے لیے خصوصی رعایت۔

پتہ: قومی اردو کونسل، ویسٹ بلاک۔۸، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔

سائنس کوئز

پچھلے شمارے (جولائی، اگست، ستمبر) میں بچوں کی ذہنی نشوونما کے پیش نظر سائنس کوئز کتاب سے Physics یعنی علم طبیعات کے بارے میں 16 سوال اور ان کے جوابات پیش کیے گئے تھے۔ یہ سلسلہ بچوں نے بہت پسند کیا اس کا اندازہ ہمیں بچوں کے خطوں سے ہوا ہے۔ بچے بضد ہیں کہ یہ سلسلہ قائم رکھا جائے اسی سبب اس بار Biology یعنی علم حیاتیات سے 15 سوال دیے جارہے ہیں۔ بچے سب سوالوں کو غور سے پڑھیں اور اپنے طور پر انھیں حل کریں اور پھر اردو دنیا میں دیے گئے جوابات سے اپنے جوابوں کو ملائیں اور دیکھیں کہ انھوں نے کتنے سوالوں کے صحیح جواب دیے ہیں ہمیں یقین ہے کہ یہ مقابلہ بچوں میں نئی امنگ پیدا کرے گا اور وہ اپنی صلاحیتوں کو ناپنے کا پیمانہ مقرر کر سکیں گے۔ (ادارہ)

(1) ہرے پودے ہمارے ماحول سے کیا لیتے ہیں؟
(الف) کاربن ڈائی آکسائڈ (ب) پانی
(ج) یہ دونوں (د) کوئی صحیح نہیں۔

(2) دل کی ایک دھڑکن میں خون کے بہاؤ کے لیے کتنی قوت کی ضرورت پڑتی ہے؟
(الف) ایک جول (ب) دو جول
(ج) 3 جول (د) 4 جول۔

(3) ایٹمی کے پیرامڈ میں کس طرح کی قوت استعمال کی گئی ہے؟
(الف) مسکولر (ب) ایٹامک
(ج) میکینکل (د) کوئی صحیح نہیں۔

(4) وہ پودے جو ماحول سے کاربن ڈائی آکسائڈ اور پانی لے کر غذا تیار کرتے ہیں کہلاتے ہیں۔
(الف) آٹوٹرافس (ب) ہیٹیروٹرافس
(ج) میسوٹرافس (د) کوئی صحیح نہیں۔

(5) انسان سونے میں فی گھنٹہ فی کلوگرام کتنی قوت کی ضرورت محسوس کرتا ہے؟
(الف) 3.5 کلوجولس (ب) 3.75 کلوجولس
(ج) 4.62 کلوجولس (د) 4.8 کلوجولس۔

(6) بیٹھ کر کام کرتے وقت کتنی قوت کی ضرورت ہوتی ہے؟
(الف) 2.5 کلوجولس (ب) 5 کلوجولس
(ج) 6 کلوجولس (د) 6.47 کلوجولس۔

(7) پانچ سال کے بچے کو کتنی انرجی کی ضرورت ہوتی ہے؟
(الف) دو ہزار کلوجولس (ب) چار ہزار کلوجولس
(ج) چھ ہزار کلوجولس (د) آٹھ ہزار کلوجولس۔

(8) 18 سال کے انسان کے لیے انرجی کی ضرورت۔
(الف) چھ ہزار کلوجولس (ب) سات ہزار کلوجولس
(ج) آٹھ ہزار کلوجولس (د) گیارہ ہزار کلوجولس۔

(9) شکر میں فی سو گرام کاربوہائیڈریٹ۔
(الف) 6.6% (ب) 80%
(ج) 90% (د) 99.6%

(10) آم میں فی سو گرام میں کاربوہائیڈریٹ۔
(الف) 5.5 فیصد (ب) 7.5 فیصد
(ج) گیارہ 11.8 فیصد (د) 15 فیصد

(11) انڈے میں فی سو گرام میں پروٹین
(الف) 13% (ب) 15% (ج) 17% (د) 19%

(12) دس سے آٹھ سال کے بچے کو دن بھر میں پروٹین کی ضرورت۔
(الف) دس سے پندرہ گرام (ب) پندرہ سے بیس گرام
(ج) سترہ سے پچیس گرام (د) بائیس سے پینتیس گرام

(13) دودھ پلانے والی ماں کو ایک دن میں پروٹین کی ضرورت۔
(الف) 20 گرام (ب) 30 گرام (ج) 50 گرام (د) 70 گرام

(14) بائیو کیمیکل ری ایکشن کے لیے ضروری ہے؟
(الف) وٹامن (ب) اینزائم
(ج) کاربوہائیڈریٹ (د) کوئی صحیح نہیں

(15) جسم میں کتنے فیصد پانی ہوتا ہے؟
(الف) 90% (ب) 80%
(ج) 70% (د) 60%

جوابات صفحہ 93 پر دیکھیے

☆☆☆

سہ ماہی فکر و تحقیق نئی دہلی

گراں مایہ جریدہ ارزاں قیمت پر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

کا

علمی اور تحقیقی رسالہ

شمارہ جولائی تا ستمبر 1998ء

400 صفحات، قیمت صرف 40روپے، زر سالانہ 140روپے

عنوانات:

اردو شاعری کے بوہیمین دور کا ساجیاتی مطالعہ	پروفیسر محمد حسن
فن خطاطی۔ ہماری تہذیبی شناخت	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
فرہنگِ کبیر	پروفیسر محمد انصار اللہ
غالبیات۔ چند مطالعہ اور مشاہدے	جناب کالی داس گپتا رضا
اقبال خدنگ نظر میں	جناب اکبر حیدری کشمیری
سنت کبیر داس	ڈاکٹر راج بہادر گوڑ
دکنی زبان پر تلگو کا اثر	جناب مغنی تبسم
زبانوں کی نسلی درجہ بندی	ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ
مولانا برکت اللہ خان بھوپالی	جناب عبدالودود خان
اردو میں مخطوطات کی فہرست سازی	ڈاکٹر جمیل اختر
فکر و تحقیق کی سمت و رفتار	راجستھان، جموں و کشمیر

قومی اردو کونسل ویسٹ بلاک۔ا، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

فون : 6179657 ,6103938 ,6103381 فیکس : 6108159

آئینہ در آئینہ

قارئین کے خط اخباروں میں

دہلی کے مسلم اسکول

• "روزنامہ قومی آواز" مطبوعہ 17/ستمبر 1998 میں دہلی کے مسلم اسکولوں کے امتحانات کے نتائج کی رپورٹ پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ فتح پوری اسکول کا دسویں جماعت کا نتیجہ 30% ہے۔ اینگلو عربک اسکول اور قومی اسکول پسماندہ حالت میں سسکتی ہوئی سانسیں لے رہے ہیں۔ ان اسکولوں کے سابقہ اور موجودہ نتائج پورے مسلم معاشرے کے لیے ایک بد نما داغ ہیں۔ ان نتائج کو دیکھ کر بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسکول کے پرنسپل اور اساتذہ حضرات نے کتنی غیر ذمے داری سے اپنے فرائض انجام دیے ہیں۔ ان کی لاپروائی اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ ان میں طلبا کے لیے کوئی نئی فکر نیا جذبہ قطعی نہیں ہے۔ آج یہ حضرات عوام کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ تعلیم سے اندھیرے میں روشنی ہوتی ہے لیکن ان حضرات کی بدولت مسلم اداروں میں ابھی تک روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آئی۔ ان مسلم اداروں کے سربراہ طلبا کو علمی وسعت کی سمت دکھانے کے بجائے آپس میں ایک دوسرے کی کردار کشی میں لگے ہوئے ہیں۔ حقائق سے پردہ پوشی کر کے اداروں کے ضوابط اور اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر کے اپنے ذاتی مفاد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر اساتذہ حضرات کو ان کے فرائض کی انجام دہی کی طرف توجہ مبذول نہیں کرائی گئی یہ الفاظ دیگر فوری طور پر جراحی نہیں کی گئی تو طلبا کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

مسلم اداروں کے منتظمین کی حکمت عملی مساویانہ فکر کی حامل ہونی چاہیے۔ ان اداروں کی تعلیمی اعتبار سے پسماندگی کی وجوہات اور طلبا کی ناکامیوں کے پس پشت حقائق و محرکات معلوم کیے جائیں۔

اگر وقت کے تقاضے کو نہیں سمجھا اور وقت کے مطابق پہلو بہ پہلو قدم اٹھانے سے پہلو تہی کی اور تعطل کی موجودہ زندگی کو اپنا شعار بنائے رکھا تو طلبا کا مستقبل برباد اور اداروں کی زندہ موت یقینی ہے۔

"قومی آواز" کے ایک دیگر مضمون میں ایک جگہ اس طرف تکلیف دہ اشارہ ہے۔ "8 لاکھ مسلمانوں کی آبادی والے شہر میں جب مشکل سے 100 بچے سائنس کا مضمون لیے ہوئے ہوں تو ملک کی سائنسی ترقی میں ہم کیا ہاتھ بٹا سکتے ہیں؟"

اسلام نے جہاں مسلمانوں کے مختلف گوشہ ہائے زندگی پر روشنی ڈالی ہے وہاں ان کے اعمال ان کی شناخت کے معیار بتائے ہیں۔ تعلیم کے ساتھ زمانے کی رفتار کو پیش نظر رکھنا ہوگا ورنہ تعلیم کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ کسی چیز کی قدر اس سے متعین ہوتی ہے کہ اس چیز کی خواہش کی جائے۔ تکنیکی ترقی کے لیے ہمیں طلبا کو سائنس کی طرف بھی رغبت دلانے کی ضرورت ہے۔

بہترین طلبا اساتذہ اور پرنسپل صاحبان کے باعث ماضی میں ان مسلم اسکولوں کی اپنی ایک پہچان رہی ہے، اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت رہی ہے۔ کیونکہ یہ وہی فتحپوری مسلم اسکول ہے جہاں ہندوستان کے مشہور شاعر مرحوم اخترالایمان اور مشہور ممبر پارلیمنٹ

شمیم احمد شمیم نے تعلیم حاصل کی تھی۔[1] اجمیری گیٹ کا یہ وہی اینگلو عربک اسکول ہے جہاں موجودہ دور کے مشہور شاعر شجاع خاور نے تعلیم حاصل کی ہے۔ انہوں نے اپنی قابلیت وصلاحیت کی بنیاد پر ڈپٹی کمشنر آف پولیس کا عہدہ بھی حاصل کیا اور حال ہی میں حکومت دہلی نے ان کی شاعری پر ان کو ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔

لیکن اس وقت کے اساتذہ اور طلبا دونوں کے انداز فکر میں ہم آہنگی تھی، ربط تھا، اپنائیت وخلوص تھا اور فرض شناسی کا جذبہ تھا۔ اساتذہ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبا کے ذہنی معیار اور فکری انداز کو بھی قوی بنانا ہوگا، تاکہ مستقبل میں طلبا عقل وشعور، غور وفکر اور علم و دانش کا پیکر بن سکیں۔

اساتذہ اس بات سے قطعی خوش نہ ہوں کہ ہمارے اسکول کے طلباء 45% نمبر لاکر سیکنڈ ڈویژن پاس ہوگئے، بلکہ باریکی سے یہ سوچیں کہ ابھی طلبا میں 55% یعنی آدھے سے زیادہ جہالت کے جراثیم موجود ہیں۔ انسان کی اپنی جہالت سے آگاہی کا معیار اس کا اپنا علمی معیار ہے، جس حد تک علم حاصل ہوگا اسی حد تک جہالت سے واقفیت حاصل ہوگی۔

آج مسلم اداروں کے سربراہ، اساتذہ، پرنسپل اور طلبا سب مل کر اپنے آپ کو ایسے انداز فکر میں ڈھالیں جس سے فرض شناسی کا جذبہ ابھرے اور الاوارفع نظریات کی تکمیل ہو۔ کیونکہ ماضی حال سے پیوست ہے ہر قوم اپنے عروج وزوال کے بعد اپنا ورثہ چھوڑ جاتی ہے اور ورثہ کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔

محمد اقبال نقوی،
امام باڑہ شمسی، امروہہ، ضلع مراد آباد یوپی

[1] شمیم احمد شمیم کبھی فتحپوری اسکول میں طالب علم نہیں رہے۔ (ادارہ)

قارئینِ کرام کے خطوط کا خیر مقدم ہے
براہِ راست اردو دنیا کو لکھیے

فرہنگ آصفیہ، مولفہ: سید احمد دہلوی

یہ اردو زبان کی وہ مشہور اور مستند لغت ہے جو برسوں سے نایاب تھی۔ اس لغت میں عربی، فارسی، ترکی، ہندی سنسکرت اور انگریزی کے وہ الفاظ شامل ہیں جو اردو زبان کا جزو بن چکے ہیں۔ اس کی کچھ اہم خصوصیات یہ ہیں۔
۱۔ عدالتی الفاظ، ۲۔ یگمانی محاورات، ۳۔ اہل پیشہ واہل حرفہ کی ضروری اصطلاحات، ۴۔ داخل روز مرہ ضرب الامثال، ۵۔ اشارات وکنایات، ۶۔ تاریخی واقعات، ۷۔ مناسب حال مادے، ۸۔ علم زبان کے رموز ونکات، ۹۔ اردو صرف ونحو کے قاعدے، ۱۰۔ ملک کی متداولہ اسمیں، ۱۱۔ قدیم و جدید تحقیقات کے اختلافات مع نظائر، ۱۲۔ نظم ونثر میں لفظوں کے کثیر المعانی استعمال کی مثالیں اور وجہ تسمیہ، ۱۳۔ تمام اولیا اور فقرائے ہند کے اسمائے گرامی مع حالات، ۱۴۔ علمائے کرام کے نام اور مختصر سوانح حیات۔
علاوہ ازیں دیگر امور کی تشریحات بھی اس لغت میں درج ہیں چار جلدوں پر مشتمل یہ لغت ۵۵ ہزار سے زائد الفاظ کا بے مثال ذخیرہ ہے۔
فوٹو آفسیٹ سے شائع کردہ اس فرہنگ میں اصلی ایڈیشن کی بعض غلطیوں کا ازالہ کردیا گیا ہے۔

سائز	:	20x26/4
صفحات	:	ڈھائی ہزار سے زائد
قیمت	:	(مکمل تین جلدیں) 750 روپیے
نوٹ	:	سہ ماہی رسالہ اردو دنیا حاصل کرنے کے لیے دس روپے ارسال کیجیے۔

شعبۂ فروخت:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک۔ ۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۶۶
Green House, 5-4-435/20, Station Road,
Nampally, Hyderabad - 500001 (A.P.)

فہرست کتب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی مطبوعات

ادبیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
1.	آندھی میں چراغ	خواجہ غلام السیدین	زیر طبع
2.	ابوالکلام آزاد شخصیت، سیاست پیغام	پروفیسر رشید الدین خاں	۲۱/=
3.	ابوالکلام آزاد۔ ایک ہمہ گیر شخصیت	پروفیسر رشید الدین خاں	۵۸/=
4.	اتر پردیش کے لوک گیت	اظہر علی فاروقی	۱۲۰/=
5.	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ (تیسری طباعت)	احتشام حسین	۷۰/=
6.	اردو کے ابتدائی ادبی معرکے (عہد مرزا و میر تک)	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۲۲/=
7.	اردو کے ادبی معرکے (انشاء سے غالب تک) ترمیم و اضافے کے ساتھ (دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۳۰/=
8.	اردو کی کہانی	احتشام حسین	۲۱/=
9.	اردو لغت نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر مسعود ہاشمی	۳۰/=
10.	ارنیسٹ ہیمنگوے حیات و فن کا تنقیدی مطالعہ (دوسری طباعت)	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	۸/۳۰
11.	امریکی ادب کا مختصر جائزہ	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	زیر طبع
12.	انتخاب غزلیات میر	ڈاکٹر حامدی کاشمیری	۱۵/=
13.	انتخاب کلام حسرت	ڈاکٹر فضل امام	۹/=
14.	انشاء کاتر کی روزنامچہ	سید محمد نعیم الدین	۴/۵۰
15.	انیس کے سلام	علی جواد زیدی	۶۰/=
16.	انیس کے مرثیے اوّل (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	۳۶/=
17.	انیس کے مرثیے دوم (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	۴۰/=
18.	برنارڈ شا	عبد المغنی	۳۵/=
19.	بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء	پروفیسر اختر اورینوی	۱۸/=
20.	بیسویں صدی میں اردو ناول	ڈاکٹر یوسف سرمست	۵۸/=
21.	پشکن (دوسری طباعت)	ظ۔ انصاری	زیر طبع
22.	تذکرہ علمائے بلخ	صفی الدین واعظ / پروفیسر نذیر احمد	۱۲/=
23.	تالستائے	ڈاکٹر محمد یٰسین	زیر طبع
24.	جوش ملیح آبادی شخصیت اور فن	ظفر محمود	۳۸/=
25.	سچ خف (دوسری طباعت)	ظ۔ انصاری	۱۰/=
26.	حیات جاوید (تیسری طباعت)	الطاف حسین حالی	۴۸/=
27.	خسرو شناسی (دوسری طباعت)	ظ۔ انصاری / ابوالفیض سحر	۲۴/=
28.	دانتے	زیڈ۔ اے۔ عثمانی	۸/۲۵
29.	دستنبو (غالب)	(مترجم) پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	۱۲/=
30.	درس بلاغت (تیسری طباعت)	ترقی اردو بیورو	۴۷/=
31.	قدیم اردو نظم (۱)	ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	۴۰/=
32.	دکن میں اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	۴۲/=
33.	دکنی ہندو اور اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	۱۵/۵۰
34.	دکنی نثر کا انتخاب	پروفیسر سیدہ جعفر	۴۵/=
35.	دکن میں مرثیہ اور عزاداری	ڈاکٹر رشید موسوی	۱۷/=
36.	دیوان آبرو	پروفیسر محمد حسن	۲۵/=
37.	دیوان حسرت عظیم آبادی	ڈاکٹر اسماء سعیدی	زیر طبع
38.	ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا حیات اور کارنامے	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	۱۲/=
39.	ڈاکٹر ذاکر حسین	مرتبہ: ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	۷۰/=
40.	ذوق و جستجو	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	۳۴/=
41.	رہبر اخبار نویسی	سید اقبال قادری	۶۲/=
42.	رباعیات انیس	مرتب: علی جواد زیدی	۸۵/=
43.	زندگانی بے نظیر	سید محمد عبد الغفور شہباز / سید محمد حسنین	۱۹/=
44.	سب رس کے حروف (صرفی مطالعہ)	آصفہ بیگم	۹/۵۰
45.	سخنوران گجرات	سید ظہیر الدین مدنی	۱۷/=

46.	شعریات (دوسری طباعت)	ارسطو/شمس الرحمٰن فاروقی	زیر طبع
47.	شعر شور انگیز (اول)	شمس الرحمٰن فاروقی	۱۵۰/=
48.	شعر شور انگیز (دوم)	شمس الرحمٰن فاروقی	۱۳۰/=
49.	شعر شور انگیز (سوم)	شمس الرحمٰن فاروقی	۱۵۰/=
50.	شعر شور انگیز (چہارم)	شمس الرحمٰن فاروقی	۱۶۰/=
51.	صحیفہ خوش نویساں	مولوی احتشام الدین احمد شاغل	۱۲/=
52.	عربی ادب کی تاریخ (۱) (تیسری طباعت)	پروفیسر عبدالحلیم ندوی	۷۷/=
53.	عربی ادب کی تاریخ (۲)	پروفیسر عبدالحلیم ندوی	۸۴/=
54.	عربی ادب کی تاریخ (۳)	پروفیسر عبدالحلیم ندوی	۵۵/=
55.	غزل اور غزل کی تحریک (دوسری طباعت)	ڈاکٹر اختر انصاری	۱۸/=
56.	فسانۂ آزاد (جلد اول)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۱۰۰/=
57.	فسانۂ آزاد (جلد دوم)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۶۵/=
58.	فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ اول)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۶۷/۵۰
59.	فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ دوم)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۶۷/۵۰
60.	فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ اول)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۵۰/=
61.	فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ دوم)	رتن ناتھ سرشار / امیر حسن نورانی	۵۰/=
62.	فکر و تحقیق (۱)	قومی اردو کونسل	۱۵/=
63.	فکر و تحقیق (۲)	قومی اردو کونسل	۱۵/=
64.	فکر و تحقیق (۳)	قومی اردو کونسل	۱۵/=
65.	فکر و تحقیق (۴)	قومی اردو کونسل	۱۵/=
66.	فکر و تحقیق (۵)	قومی اردو کونسل	۲۰/=
67.	فکر و تحقیق (۶)	قومی اردو کونسل	۲۰/=
68.	قطب مشتری	اسداللہ وجہی / ڈاکٹر حمیرہ جلیلی	۴۸/=
69.	قلم کا مزدور پریم چند	مدن گوپال	۲۰/=
70.	کاشف الحقائق	سید امداد امام اثر / پروفیسر وہاب اشرفی	۱۴۵/=
71.	کائنات جلیل	علی احمد جلیلی	۳۵/=
72.	کلیات ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۳۳/=
73.	کلیات سراج	سراج اورنگ آبادی	۱۳۵/=
74.	کلیات سراج (عکس)	سراج اورنگ آبادی	۴۸/=
75.	کلیات سودا (حصہ اول)	پروفیسر محمد حسن	۴۸/=
76.	کلیات سودا (حصہ دوم)	پروفیسر محمد حسن	۱۳/=
77.	کلیات عیش	ڈاکٹر حمیدہ بانو	۸۰/=
78.	کلیات فانی	پروفیسر ظہیر احمد صدیقی	۵۲/=
79.	کلیات قلی قطب شاہ	پروفیسر سیدہ جعفر	۱۵۷/=
80.	کلیات میر	ظل عباس عباسی	زیر طبع
81.	مجموعہ نغز (تذکرہ شعرائے اردو)	قدرت اللہ قاسم	۵۰/=
82.	مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات	پروفیسر محمد حسن	۲۸/=
83.	مقالات مسعود	پروفیسر مسعود حسین خاں	۱۸/۵۰
84.	مولیر	پروفیسر ثریا حسین	۱۵/=
85.	نالاڈیار (کلاسیکی تامل اشلوکوں کا مجموعہ)	غازی حمید اللہ خاں	۴/۷۵
86.	واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات	کوکب قدر سجاد علی میرزا	۹۷/=
87.	وضاحتی کتابیات (جلد اول ۷۶-۱۹۷۵ء)	پروفیسر گوپی چند نارنگ / پروفیسر مظفر حنفی	زیر طبع
88.	وضاحتی کتابیات (جلد دوم) ۷۸-۷۷ء	پروفیسر گوپی چند نارنگ / پروفیسر مظفر حنفی	۴۳/=
89.	وضاحتی کتابیات (جلد سوم)	پروفیسر گوپی چند نارنگ / پروفیسر مظفر حنفی	۱۳۵/=
90.	ہندی ادب کے بھگتی کال میں مسلم ثقافت کے اثرات (دوسری طباعت)	سید اسد علی / ڈاکٹر ماجدہ اسد	۲۲/=
91.	یادگار غالب	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	۲۱/=
92.	اردو ادب کی سماجیاتی تاریخ	پروفیسر محمد حسن	۹۸/=
93.	اردو ڈراموں کا انتخاب	پروفیسر محمد حسن	۱۵۰/=
94.	اردو ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں ترسیل و ابلاغ کی زبان	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	۲۰۰/=
95.	اردو زبان کی تدریس	معین الدین	۳۰/=
96.	تامل ناڈو میں اردو	علیم صبا نویدی	۱۳۵/=
97.	جنت سنگار	پروفیسر سیدہ جعفر	۱۸۰/=
98.	چکبست	رام لال نابھوی	۱۸/=
99.	فکر و تحقیق (۷) جنوری تا جون ۱۹۹۷	قومی اردو کونسل	۳۰/=
100.	فکر و تحقیق (۸) جولائی تا دسمبر ۱۹۹۷	قومی اردو کونسل	۳۵/=
101.	فکر و تحقیق (۹) جنوری تا جون ۱۹۹۸	قومی اردو کونسل	۵۰/=

102.	فکر و تحقیق (۱) جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ء	قومی اردو کونسل	۳۰/=
103.	فیودر دستو فسکی	ظ۔ انصاری	۸/۵۰
104.	قومی تہذیب کا مسئلہ	پروفیسر سید عابد حسین	۵۴/=
105.	لمعات بصیرت	رگھوناتھ گھمی	۳۰/=
106.	مسدود راہیں	زاہدہ زیدی	۳۶/=
107.	لغات ابجد شماری ۱۹۹۲ جلد اوّل، حصہ دوم	سید احمد	۱۳۹/=
108.	ہندوستانی مسلمان	پروفیسر محمد مجیب	۲۵۸/=

تاریخ۔ جغرافیہ۔ سیاست۔ ثقافت

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مترجم	قیمت
109.	آریہ سماج کی تاریخ	لالہ لاجپت رائے/کشور سلطان	۶۰/=
110.	آزادی	جان اسٹورٹ مل/سعید انصاری	۵۴/=
111.	آزاد ہندوستان (حصہ دوم) (تیسری طباعت)	ایس۔ ایل۔ کھنہ	۲/=
112.	ابتدائی علم شہریت	ایس، این، چٹوپادھیائے/شریف الحسن نقوی	۴/۵۵
113.	اسلامی تہذیب و تمدن	عمادالحسن آزاد فاروقی	۱۴/=
114.	اسلامی سماج	ریوبن لیوی/مشیر الحق	۶۰/=
115.	اکبر سے اورنگ زیب تک	ڈبلو ایچ مورلینڈ/جمال محمد صدیقی	۲۱/۵۰
116.	البیرونی کے جغرافیائی نظریات	ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی	۱۱/=
117.	انقلاب ۱۸۵۷ء (دوسری طباعت)	مرتب: پی۔ سی۔ جوشی	زیر طبع
118.	انقلاب فرانس	جے۔ ایم۔ تھامسن/ڈاکٹر محمود حسین	۱۳۰/=
119.	اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء	محمد اطہر علی/امین الدین	۲۸/=
120.	بادشاہ	میکاولی/ڈاکٹر محمود حسین	۱۴/=
121.	برطانیہ کا دستور اور نظام حکومت	محمد محمود فیض آبادی	۳۶/=
122.	تاریخ آصفی	مرزا ابو طالب/ڈاکٹر ثروت علی	۱۰/=
123.	تاریخ اور سماجیات	عائشہ بیگم	۱۰/۵۰
124.	تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ اوّل)	ڈاکٹر تاراچند/قاضی محمد عدیل عباسی	زیر طبع
125.	تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ سوم)	ڈاکٹر تاراچند/قاضی محمد عدیل عباسی	۷۵/=
126.	تاریخ تعلیم ہند	جے۔ پی۔ نائک/سید نوراللہ	زیر طبع
127.	تاریخ تمدن ہند	پروفیسر محمد مجیب	۱۱/=
128.	تاریخ ٹیپو سلطان	محب الحسن/حامد اللہ افسر	۱۲۰/=
129.	تاریخ جہانگیر (دوسری طباعت)	بینی پرشاد/رحم علی الہاشمی	زیر طبع
130.	تاریخ شاہجہاں (دوسری طباعت)	بنارسی پرشاد سکسینہ/سید اعجاز حسین	زیر طبع
131.	تاریخ فلسفہ سیاسیات	پروفیسر محمد مجیب	۱۱/۵۰
132.	تحریک آزادی ہند	ظہور محمد خاں	۲/۲۵
133.	تحریک خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	۶۰/=
134.	تذکرہ دربار حیدر آباد	رمن راج سکسینہ	زیر طبع
135.	جامع تاریخ ہند	محمد حبیب/خلیق احمد نظامی	زیر طبع
136.	جدید سیاسی فکر	سید انوار الحق حقی/ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی	۱۴/۲۵
137.	جدید ہندوستان کے معمار (دوسری طباعت)	آئی۔ سی۔ ایچ۔ آر/ڈاکٹر قیام الدین احمد	۱۴/=
138.	جغرافیہ کی ماہیت اور اس کا مقصد	ایس۔ ڈبلیو وولرج/انیس احمد صدیقی	۱۹/=
139.	جدید ہندوستان کے سماجی و سیاسی افکار	ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی	۴۷/=
140.	جنوبی ہند کی تاریخ زمانہ قبل تاریخ سے وجے نگر کے زوال تک	آئی، سی، ایچ، آر/آر، کے، بھٹناگر	۱۱۴/=
141.	چولا راجگان	آئی، سی، ایچ، آر/کے، ایل، نیل کنٹھ شاستری	۶۰/=
142.	حکومت اور آئین (چھٹی طباعت)	مترجم ڈاکٹر قیصر شمیم	۲/=
143.	حیدر علی (دوسری طباعت)	نریندر کرشن سنہار/اقتدار حسین صدیقی	۷۲/=
144.	خلجی خاندان	کے، ایس، لال/محمد یٰسین مظہر صدیقی	۸۸/=
145.	دکن کی قدیم تاریخ	پروفیسر یزدانی	۴۹/=
146.	بہمنی سلاطین	ہارون خاں شیروانی/رحم علی الہاشمی	زیر طبع
147.	رنجیت سنگھ	نریندر کرشن سنہا/کیلاش چندر چودھری	۹/۲۵
148.	ریاست حیدر آباد میں جدوجہد آزادی ۱۸۰۰تا۱۹۰۰	سید محمد جواد رضوی	۲۰/=
149.	سلاطین دہلی کا سیاسی نظریہ	محمد حبیب/بیگم افسر عمر سلیم خاں	۱۳/=

150. سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت ابن حسن، آئی۔اے۔ قلی =/۱۹

151. سوویت یونین کا سیاسی نظام ظفر امام =/۴۷

152. شہیدانِ آزادی (حصہ اوّل) پی۔این۔ چوپڑا/ بھگوت سنگھ =/۱۱۳

153. شہیدانِ آزادی (حصہ دوم) پی۔این۔ چوپڑا/ سید تفضل حسین =/۱۰۰

154. شیر شاہ سوری اور اس کا عہد الکارنجن قانون گو/ رام آسرا شرما =/۱۳۵

155. صوبائی خود مختاری کی ابتدا ایس گوپر/ بھیشور پرشاد ۱۲/۵۰

156. ظہیر الدین محمد بابر ایل، ایف، رش بروک ولیمز/ =/۱۳
(دوسری طباعت) رفعت بلگرامی

157. علی وردی اور اس کا عہد کالی کنکر دتا/ =/۳۰
عبدالاحد خاں خلیل

158. قدیم لکھنؤ کی آخری بہار مرزا جعفر حسین =/۱۱۰

159. قدیم ہندوستان کی تاریخ رما شنکر ترپاٹھی زیر طبع

160. قدیم ہندوستان میں تعلیم اے۔ایس۔ التکر/ ابو یوسف =/۳۵

161. قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب ڈی۔ڈی۔ کوسمبی/ زیر طبع
تاریخی پس منظر میں بال مکند عرش ملسیانی

162. قدیم ہندوستان میں شودر رام سرن شرما/ جمال الدین محمد ۱۴/۵۰

163. مہاتما گاندھی بی۔آر۔ نندا/ علی جواد زیدی =/۶۰

164. مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال ایس۔این۔ ترپاٹھی/ =/۳۷
ڈاکٹر ریاض احمد خاں شیروانی

165. مغل دربار کی گروہ بندیاں اور سیاست ڈاکٹر ستیش چندر/ =/۲۲
(دوسری طباعت) ڈاکٹر قاسم صدیقی

166. مغلوں کا نظام مالگزاری ۱۷۰۰ء نعمان احمد صدیقی/ =/۹
سے ۱۷۵۰ء تک ایس۔ پی ہادی

167. مراد آباد۔ تاریخ اور صنعت تاباں نقوی =/۱۲

168. مسیر طالبی (سفر نامہ) ابو طالب اصفہانی/ =/۳.۲
ثروت علی

169. منتخب دساتیر کا تقابلی مطالعہ شجاع الدین فاروقی =/۴۵

170. نادا بستگی پروفیسر رشید الدین خاں/ ڈاکٹر ایس۔ایم۔ مہدی =/۳۷

171. وادیٔ سندھ اور اس کے بعد کی تہذیبیں سر مور ٹیمر ویلر/ زبیر رضوی =/۴۵

172. وجے نگر کے عہد میں نظام حکومت ٹی۔وی۔ مہالنگم/ =/۴۱
اور سماجی زندگی نیل کنٹھ شاستری

173. ہمایوں نامہ گلبدن بیگم/ عثمان حیدر مرزا =/۱۱

174. ہندوستان سرزمین اور عوام ناراین گپتا/ ایس۔کے۔ سنگھ =/۲

175. ہندوستان کا شاندار ماضی اے۔ایل۔ باشم/ غلام سمنانی =/۱۳۵

176. ہندوستان کے دورِ وسطی کے مورخین پروفیسر محب الحسن/ =/۴۵
سرور علی ہاشمی

177. ہندوستانی خارجہ پالیسی کی بنیادیں بمل پرساد/ محمد محمود فیض ۱۲/۲۵

178. ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج ڈاکٹر رفیق زکریا =/۴۶

179. ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ ڈی۔سی۔ سرکار/ ملیحہ مسیح الزماں =/۴۹

180. ہندوستانی مصوری ایک خاکہ انیس فاروقی زیر طبع

181. ہندوستانی مصوری عہد مغلیہ میں پرسی براون/ عبیدالحق زیر طبع

182. ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں کنور محمد اشرف/ =/۲۰
(دوسری طباعت) قمر الدین

183. ہندوستان میں مسلم حکومت کی اساس حبیب اللہ/ مسعود الحسن =/۲۵

184. یوروپ کے عظیم سیاسی مفکرین ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی ۱۵/۵۰

185. سفر نامہ فرہنگ سیر طالبی مرزا ابو طالب اصفہانی/ =/۳۲
فی بلاد افرنجی ثروت علی

تذکرۂ مخطوطات

نمبر شمار	کتاب	مصنف/ مترجم	قیمت
186.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ اوّل)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	=/۲۳
187.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ دوم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	=/۲۳
188.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ سوم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	=/۲۳
189.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ چہارم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	=/۲۳
190.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ پنجم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	=/۲۳

لسانیات، لغات، قواعد اور کتب خانہ داری

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مترجم	قیمت
191	آہنگ اور عروض	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	=/۱۸
192	املا نامہ	مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ	=/۹
193	اردو تصویری لغت	شیاما کماری/ڈاکٹر علی رفاد فتیحی	=/۳۰
194	اردو صرف و نحو	ڈاکٹر اقتدار حسین خاں	=/۱۶
195	اردو افعال	سونیا چرنیکوا	=/۲۴
196	اردو املا	رشید حسن خاں	=/۱۳۵
197	اسکول لائبریری	سید حسین رضا رضوی	=/۲۰
198	جامع انگریزی اردو لغت (حصہ اوّل)	کلیم الدین احمد	=/۳۰۰
199	جامع انگریزی اردو لغت (حصہ دوم)	کلیم الدین احمد	=/۶۰۰
200	جامع انگریزی اردو لغت H-N (حصہ سوم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	=/۶۰۰
201	جامع انگریزی اردو لغت (O-Q) (حصہ چہارم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	=/۶۰۰
202	جامع انگریزی اردو لغت R-S (حصہ پنجم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	=/۶۰۰
203	جامع انگریزی اردو لغت T-Z (حصہ ششم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	زیر طبع
204	توضیحی لسانیات	ایچ۔ایل۔گلیسن/رفیق احمد صدیقی	=/۲۳
205	زبان و قواعد	رشید حسن خاں	زیر طبع
206	صحت الفاظ	سید بدر الحسن	=/۱۸
207	صوتیات و فونیمیات	پروفیسر اقتدار حسین	=/۲۴
208	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین	=/۷۵
209	عشری درجہ بندی	سیلوں ڈیوی/سید محمود حسن قیصر	=/۸۰
210	عہدۂ ناظم کتب خانہ داری ایک تعارف	کے۔سی۔ہیرالن/مہ جبیں اختر	=/۲۲
211	فرہنگ ادبی اصطلاحات	کلیم الدین احمد	=/۲۷
212	فرہنگ آصفیہ (۱)	مولوی سید احمد دہلوی	=/۲۵۰
213	فرہنگ آصفیہ (۲)	مولوی سید احمد دہلوی	=/۲۵۰
214	فرہنگ آصفیہ (۳)	مولوی سید احمد دہلوی	=/۲۵۰
215	فرہنگ اصطلاحات انسانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	زیر طبع
216	فرہنگ اصطلاحات تاریخ و سیاسیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۲۴
217	فرہنگ اصطلاحات حیوانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۱۲
218	فرہنگ اصطلاحات ریاضیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۵
219	فرہنگ اصطلاحات فلسفہ، نفسیات اور تعلیم	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۳۰
220	فرہنگ اصطلاحات کیمیا	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۸
221	فرہنگ اصطلاحات لسانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۲۰
222	فرہنگ اصطلاحات معاشیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۱۰
223	فرہنگ اصطلاحات نباتیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	=/۱۵
224	فرہنگ سیاسیات	محمد محمود فیض/حسن علی جعفری	=/۳۸
225	کتاب کی تاریخ	شاہاں قدوائی	۱۳/۵۰
226	کتب خانہ داری ایک تعارف	شہاب الدین انصاری	=/۲۴
227	لسانیات کیا ہے؟	ڈاکٹر ڈیوڈ کرسٹل/ڈاکٹر نصیر احمد خان	=/۱۱
228	لسانی مطالعے ترمیم و اضافے کے ساتھ (تیسرا ایڈیشن)	پروفیسر گیان چند جین	=/۲۲
229	لغت ابجد شماری (جلد اوّل، حصہ اوّل)	سید احمد (سنڈی)	=/۸۵
230	مبادی کتابیات	شہاب الدین انصاری/ر کرشن کمار	=/۲۲
231	مختصر اردو لغت	ترقی اردو بیورو	=/۲۶۰
232	نئی اردو قواعد	عصمت جاوید	=/۱۵
233	وضع اصطلاحات	وحید الدین سلیم	=/۱۸
234	ہند آریائی اور ہندی	سنتی کمار چٹرجی/پروفیسر عتیق احمد صدیقی	۱۳/۵۰
235	ہندوستان میں چھاپہ خانہ	پروفیسر علی ابن الحسین زیدی	۷/۲۵
236	ہندوستان کے زمانہ قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے	بمل کمار دت/سرتاج عالم عابدی	۱۰/۲۵
237	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ اوّل)	پروفیسر فضل الرحمٰن	=/۳۰۰
238	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ دوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	=/۴۵۰
239	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ سوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	=/۴۵۰
240	نور اللغات (حصہ اوّل)	مولوی نور الحسن نیر	=/۳۰۰

241	نور اللغات (حصہ دوم)	مولوی نورالحسن نیر	۲۵۰/=
242	نور اللغات (حصہ سوم)	مولوی نورالحسن نیر	۲۳۰/=
243	نور اللغات (حصہ چہارم)	مولوی نورالحسن نیر	۳۱۵/=

فلسفہ، تعلیم، نفسیات، مذہب، سماجیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
244	ابتدائی نفسیات	سید محمد حسن / محمد رضوان احمد خاں	۱۶/=
245	ابنارمل نفسیات	انگرائیم روزن / ذکیہ مشہدی	۲۷/=
246	ادبیات شناسی	پروفیسر محمد حسن	۱۲/۵۰
247	انسان اپنی تلاش میں	رولوے / زاہدہ زیدی	۳۰/=
248	اردو زبان کی تدریس (تیسری طباعت)	معین الدین	۴۰/=
249	اشارات تعلیم	آسٹن / نورالحسن	۴۵/=
250	اصول تعلیم (دوسری طباعت)	خواجہ غلام السیدین	۲۴/=
251	اصول تعلیم اور عمل تعلیم	ڈی۔ایس گارڈن / خلیل الرحمٰن اور سیفی پریمی	زیر طبع
252	تجلی کا فلسفہ یوگ	مترجم کرشن کمار پاٹھک	۱۲/=
253	تاریخ فلسفہ اسلام	ت۔ج۔ بور / سید عابد حسین	۶/۵۰
254	تاریخ ہندی فلسفہ	ایس۔این۔ داس گپتا / رائے شیو موہن لال ماتھر	۳۰/=
255	تحلیل نفسی کا اجمالی خاکہ	سگمنڈ فرائڈ / ظفر احمد صدیقی	۱۰/۵۰
256	تدریس تاریخ	خلیل الرب	۱۸/=
257	تدریس جغرافیہ	محمد ضیاء الدین علوی	۲۰/=
258	تعلیم اور اس کا سماجی پس منظر	ڈاکٹر سلامت اللہ	زیر طبع
259	تعلیمی تشکیل نو کے مسائل	خواجہ غلام السیدین / ایم۔ ابوبکر	۱۲/۷۵
260	تعلیمی رہنمائی اور صلاح کاری	عبدالغنی مدہوش	۱۳/۷۵
261	تعلیم سماج اور کلچر (دوسری طباعت)	اے، کے، سی، اٹاوے / ڈاکٹر اختر انصاری	زیر طبع
262	تعلیم میں نفسیات کی اہمیت	ہربرٹ سورینس / ڈاکٹر سلامت اللہ	۴۷/=
263	تعلیم کی نفسیاتی اساس	عبداللہ ولی بخش قادری	۶۵/=
264	تعلیم کا عمل	جیروم۔ایس برونر / معین الدین	۵/۵۰
265	تعلیم کے مقاصد اور وسائل	تھیوڈر برامیلڈ / خلیل الرب	۱۸/=
266	تعلیم (ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں)	ایس۔ایم۔ جعفر / سعید انصاری	۸/۲۵
267	ثانوی مدارس میں تدریس	نیلسن، ایل، بوسنگ / مسرور علی، اختر ہاشمی	۶۰/=
268	جدید ابتدائی منطق	ایل سوزن اسٹیبنگ / ڈاکٹر سلطان علی شیدا	۱۰/=
269	جدید ہندوستان میں ذات پات	ایم، این سری نواس / شہباز حسین	۸/۲۵
270	جواہر پارہ اور راک / شنکر آچاریہ	شنکر آچاریہ / کرشن کمار پاٹھک	۸/=
271	جدید دنیا میں تعلیم	نیاز احمد اعظمی	۲۰/=
272	زمان و مکان	وزیر حسن عابدی	۱۵/=
273	سائنس کی تدریس	ڈی، این، شرما / آر، سی، شرما	۲۸/=
274	سماج اور تعلیم	محمد عبدالقادر عمادی	۵/۷۵
275	سماجی فلسفہ کا خاکہ	جے۔ایس۔ میکنیس / زے	۲۲/=
276	شخصیت کے نظریات	ساجدہ زیدی	۳۵/=
277	شریمد بھگوت گیتا	مترجم: حسن الدین احمد	۳۸/=
278	علم مدنیت کی تدریس	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۱۱/=
279	علم طبعیات اور جدید طریقۂ تعلیم	رضیہ شیخ نظام الدین	۲۱/=
280	فلسفیانہ تجربہ ایک تعارف	جان ہاسپرس / ایس، اے، شیدا	۵۲/=
281	فلسفہ کے بنیادی مسائل	اے، سی، ایونگ / میر ولی الدین	زیر طبع
282	قدیم ہندی فلسفہ	رائے شیو موہن لال ماتھر	۱۵/۵۰
283	قومی تہذیب کا مسئلہ	سید عابد حسین	۵۴/=
284	کامرس کیسے پڑھائیں	محمد شریف خاں	۱۴/۵۰
285	کپل کا فلسفہ سانکھیہ	(مترجم) کرشن پاٹھک	۳۰/=
286	معاشیات کیسے پڑھائیں	ریاض شاکر خاں	۱۴/=

287.	مدرسۂ عمل	اڈولف فیریر / شیخ غلام حسین	۹/۷۵
288.	نسل اور نسلی امتیاز	عبدالقادر عمادی	۸/۵۰
289.	نفسیات جنوں	برنارڈ ہارٹ / رصیدہ زماں	۵/۲۵
290.	ہمارا قدیم سماج	سید تقی حسن نقوی	۵۴/=
291.	ہندو فلسفہ، مذہب اور نظام معاشرت	سید حامد حسین	۹/=
292.	ہندوستانی گاؤں	شیاما چرن دوبے / عبدالقادر عمادی	۱۷/=
293.	ہندوستان میں عورت کی حیثیت	آئی۔ سی۔ آر۔ / صغرا مہدی	زیر طبع
294.	ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی	ضیاء الدین احمد	۳۸/=
295.	ہندی فلسفہ کے عام اصول	شیو موہن لال ماتھر	۱۸/=
296.	ابتدائی سماجیات	ڈاکٹر محمد عبدالقادر عمادی	۶/۲۵
297.	تاریخ فلسفہ سیاست	پروفیسر مجیب	۱۸/=

معاشیات، تجارت

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
298.	اجارہ	این، اے، جی، رابسن / ایم، اے، گیلانی	۱۷/۵۰
299.	اجرتیں	موریس ڈاب / عبدالرشید	۱۰/۵۰
300.	اصول معاشیات	رضیہ نظامی	۱۰/=
301.	بین الاقوامی معاشیات	چارلس پی کنڈل برجر / لیاقت علی خاں	۳۵/=
302.	تجارت بین الاقوامی و مبادلات خارجہ	محمد باقر زیدی	۱۶/=
303.	دفتری انتظامیہ	اشمر / پروفیسر محمد سعید	۱۲/=
304.	شماریات اور ان کا استعمال	ایل۔ اے۔ باڈنگٹن / نجم الحسن	۱۵/۷۵
305.	کامرس برائے سکنڈری اسکول	سیتارام ورما / زین العابدین	۴/۵۰
306.	کھاتہ نویسی و کھاتہ داری	کے۔ ایچ۔ فاروقی	زیر طبع
307.	معاشیات کے بنیادی اصول	سراج الحسن	۸۲/=
308.	ہندوستان اور مشرق وسطی کے تجارتی تعلقات	ڈاکٹر حامد اللہ ندوی	۲۲/=
309.	ہندوستان کا صنعتی ارتقاء	ڈی۔ آر۔ گیڈگل / ایم۔ صدیقی	۱۳/=
310.	ہندوستان کی معاشی تاریخ (حصہ اوّل) ۱۷۵۷ء تا ۱۸۳۷ء	رمیش دت / غلام ربانی تاباں	۱۸/۷۵
311.	ہندوستانی معاشیات	ایس کے بھٹناگر / محمد خلیل یامین	۵/۳۰
312.	ہندوستانی معاشیات	برج کشور / این۔ کے۔ بھٹناگر	۵/۳۰
313.	ہندوستانی معیشت	الک گھوش / محمد خلیق	۲۷/۲۵
314.	ہندوستان میں بیوپاری کارپوریشنوں کا فروغ ۱۸۵۱ء تا ۱۹۰۰ء	رادھے شیام رنگٹا / غلام حیدر	۲۱/۵۰
315.	ہندوستانی صنعتوں میں انصرام عملہ	نجم الحسن	۸/۷۵
316.	ہندوستان کی معاشی تاریخ (وکٹوریہ کے عہد حکومت میں 1837 تا 1900) (حصہ دوم)	رمیش دت / غلام ربانی تاباں	۲۶/=

سائنسی اور تکنیکی کتابیں

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
317.	آبیات	محمد ابراہیم	۱۰/=
318.	آسان اردو شارٹ ہینڈ	سید راشد حسین	۴۰/=
319.	ارضیات کے بنیادی تصورات	وائی اے روچیف / پروفیسر ماجد حسین	۲۲/=
320.	انسانی ارتقاء	ایم، آر، ساہنی / احسان اللہ	۷۰/=
321.	ایٹم کیا ہے؟	احمد حسین	۴/۵۰
322.	بائیو گیس پلانٹ	ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۵/=
323.	برقی توانائی	انجم اقبال	۱۲/=
324.	پرندوں کی زندگی اور ان کی معاشی اہمیت	محشر عابدی	۱۱/=
225.	پیڑ پودوں میں وائرس کی بیماریاں	رشید الدین خاں	۶/۵۰
226.	پیمائش و نقشہ کشی	محمد انعام اللہ	۲۰/=
227.	تاریخ طبیعی (حصہ اوّل)	پروفیسر شمس الدین قادری	۱۰/=
228.	تاریخ طبیعی (حصہ دوم)	پروفیسر شمس الدین قادری	۲۳/=
229.	تاریخ ایجادات	ایکن لارن / صالحہ بیگم	۳۰/=
230.	عملی احصاء برائے بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔	شانتی نرائن / سید ممتاز علی	۲۲/۲۵
331.	ٹرانسسٹر کے بنیادی اصول	سید اقبال حسین رضوی	۱۱/۲۵
332.	جدید الجبرا اور مثلثات برائے بی۔ اے۔	ہلمر ج پی۔ وغیرہ۔ / ایس۔ اے۔ مالی، شیروانی	۱۵/=

233.	خاص نظریہ اضافیت	حبیب الحق انصاری	۱۲/=
334.	دھوپ چولہا	ایم۔ ایم۔ ہدی / ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۲/=
335.	راست و متبادل کرنٹ	عبدالرشید انصاری	۱۵/=
336.	سائنس کی باتیں	اندر جیت لال	۱۱/۵۰
337.	سائنس کی کہانیاں	سکف اور سکف /	۱۰/۵۰
	(حصہ اوّل)	انیس الدین ملک	
338.	سائنس کی کہانیاں	سکف اور سکف /	۱۲/=
	(حصہ دوم)	انیس الدین ملک	
339.	سائنس کی کہانیاں	سکف اور سکف /	۵/=
	(حصہ سوم)	انیس الدین ملک	
340.	علم کیمیا (حصہ اول) (چھٹی طباعت)	مترجم: سید انوار سجاد رضوی	۵/=
341.	علم کیمیا (حصہ دوم)	مترجم: ارشد رضوی	۴/=
342.	فلسفہ، سائنس اور کائنات	ڈاکٹر محمود علی سڈنی	۵۵/=
343.	فن طباعت (دوسرا ایڈیشن)	ملجیت سنگھ مطیر	۱۱/۵۰
344.	فن خطاطی و خوشنویسی اور مطبع	امیر حسن نورانی	۳۶/=
	منشی نول کشور کے خطاط		
345.	کلاسیکی برق و مقناطیسیت	وانف گانگ۔ ایچ	۵۰/=
	مترجم: بی بی سکینہ	پینسکی میلیا فلپس۔	
346.	کوئلہ	نفیس احمد صدیقی	۲۲/=
347.	گنے کی کھیتی	سید مسعود حسن جعفری	زیر طبع
348.	گھریلو سائنس (حصہ ششم)	مترجم۔ شیخ سلیم احمد	۱۸/=
349.	گھریلو سائنس (حصہ ہفتم)	مترجم۔ ایس۔ اے۔ رحمان	۱۸/=
350.	گھریلو سائنس (حصہ ہشتم)	مترجم۔ تاجور سامری	۲۸/=
351.	محدد جیومیٹری	گورکھ پرشاد اور ایچ، سی، گپتا / نثار احمد خاں	۳۵/=
352.	مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام	ڈبلیو ایچ مورلینڈ / جمال محمد	۱۷/۵۰
353.	مغل ہندوستان کا طریق زراعت	عرفان حبیب / جمال محمد	۳۴/۵۰
354.	مفتاح التقویم	حبیب الرحمٰن خاں صابری	زیر طبع
355.	موزوں ٹکنالوجی ڈائرکٹری	ایم۔ ایم۔ ہدی / خلیل اللہ خاں	۲۸/=
356.	نوریات	ایف۔ ڈبلیو سیرس / آر۔ کے۔ رستوگی	۲۲/=
357.	ہندوستان کی زراعتی زمینیں	سید مسعود حسین جعفری	۱۳/=
	اور ان کی زرخیزی		
358.	ہندوستان میں موزوں ٹکنالوجی کی	ایم۔ ایم۔ ہدی /	۱۰/=
	توسیع کی تجویز	ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	
359.	حیاتیات (حصہ دوم)	قومی اردو کونسل	۵/=
360.	سائنس کی تدریس	ڈی این شرما /	۸۰/=
	(تیسری طباعت)	آر سی شرما / غلام دستگیر	
361.	سائنسی شعاعیں	ڈاکٹر احرار حسین	۱۵/=
362.	فن ضم تراشی	کملیش سنہا د نکش /	۲۲/=
		اظہار عثمانی	
363.	گھریلو سائنس	طاہرہ عابدین	۳۵/=
364.	منشی نول کشور اور ان کے	امیر حسن نورانی	۱۳/=
	خطاط و خوشنویس		

بچوں کا ادب

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
365.	آرٹ کی کہانی	سیما پرویز	۱۲/=
366.	اچھی چڑیا	محمد شفیع الدین نیر	۱۰/=
367.	اخبار کی کہانی	غلام حیدر	۱۱/۵۰
368.	اقبال اور بچوں کا ادب	زیب النساء بیگم	۱۷/=
369.	ادب کسے کہتے ہیں	اطہر پرویز	۱/۸۵
370.	اڑنے والا گینڈا	منور ماجونا	۱۰/۵۰
371.	اشوک کی پتنگ	مارگریٹ گڈ	۷/۵۰
372.	اقبال کی کہانی	جگن ناتھ آزاد	۱۱/=
373.	اکبر الہ آبادی	صغرا مہدی	۴/۵۰
374.	انجان ملکوں کے کھوجی	ثریا جبیں	۱۲/=
375.	ان سے ملئے	منوہر ورما / طلعت عثمانی	زیر طبع
376.	انور کملی کی کہانیاں	ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی	۱۰/۵۰
377.	انوکھی کہانیاں	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۲/۲۵
378.	انوبا اور کالا کتواں	صالحہ عابد حسین	۳/۱۵
379.	اڈیسی	ہومر / اطہر پرویز	۷/=
380.	اولمپک گیمس	صفدر حسین	۱۲/=
381.	اونٹ راجا	پربھا رانا شنکر	۴/۵۰
382.	ایشیا اور یورپ کی کہانیاں	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۴/۵۰

383.	ایک دن کا بادشاہ	باز گو اطہر پرویز	۱۸/=
384.	ایک نائی اور رنگ ساز کا قصہ	باز گو اطہر پرویز	۹/=
385.	اینڈرسن کی کہانیاں	باز گو اطہر افسر	۴/۵۰
386.	ایلیس آئینہ گھر میں	مترجم۔ عبدالحئی	۱۲/=
387.	بابر نامہ	مترجم۔ ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۱۲/=
388.	باتیں کرنے والا غار	دولت ڈونگاجی / اے کے لونگیا	۳/۵۰
389.	باپو اور بچے	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن / تاجور سامری	۲/۲۵
390.	بچوں کے حالی	صالحہ عابد حسین	۳/۷۵
391.	بچوں کے ڈرامے	اطہر افسر	۱۰/۵۰
392.	بچوں کی مسکان	سیدہ فرحت	۳/۷۵
393.	بچوں کی نظمیں	جگن ناتھ آزاد	۵/=
394.	بچوں کے نہرو	ایم چیلاپتی راؤ / پریم نارائن	۷/۵۰
395.	بکری دو گاؤں کھا گئی	م۔ ندیم	۹/=
396.	بگلا اور کیکڑا	الکا شنکر	۷/=
397.	بوڑھیا اور کوا	شنکر	۷/۵۰
398.	بوستاں کی کہانی	باز گو ملقہ شبلی	زیر طبع
399.	بے زبان ساتھی	وکیل نجیب	۱۰/=
400.	بیربل کی شوخیاں	ثریا جبیں	۸/=
401.	بے زبانوں کی دنیا	حیدر بیابانی	۱۸/=
402.	بینک کی کہانی	غلام حیدر	۴/۵۰
403.	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ اوّل)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	زیر طبع
404.	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ دوم)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	زیر طبع
405.	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ سوم)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	زیر طبع
406.	بھکاری راجہ	کے شیو کمار / ساحر ہوشیار پوری	زیر طبع
407.	بھوت پریت	ترقی اردو بیورو	زیر طبع
408.	پریم چند	پروفیسر قمر رئیس	۱۱/۵۰
409.	پریم چند کی کہانیاں	جوگندر پال	۲۵/=
410.	پسند	ملیا تھامس	۹/۵۰

411.	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ اول)	کے۔ شیو کمار / اطہر پرویز	زیر طبع
412.	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ دوم)	کے۔ شیو کمار / اطہر پرویز	زیر طبع
413.	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ سوم)	کے۔ شیو کمار / اطہر پرویز	۵/۷۵
414.	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ چہارم)	کے۔ شیو کمار / اطہر پرویز	۷/=
415.	پودوں اور جانوروں کی دنیا	اطہر پرویز	۲/۵۰
416.	پورلی دیسوں کی کہانیاں	کلا تھیرانی / عائشہ صدیقی	۱۹/=
417.	پیسے کی کہانی	اطہر پرویز	۳/۵۰
418.	پھول مالا	سعادت نظیر	زیر طبع
419.	پھلواری	منیر الحق صدیقی	۸/۵۰
420.	ترقی اردو ریڈر	حیات اللہ انصاری	زیر طبع
421.	تین مچھلیاں	دولت ڈونگاجی / اے۔ اے۔ لونگیا / این۔ این۔ مجمدار	۵/۵۰
422.	جانور اور ان کے بچے	ڈی۔ سی۔ سولانکی	۲/۲۵
423.	جمبو کی تربیت	آر۔ کے۔ مورتھی	۷/=
424.	جنوبی وسطی افریقہ اور ملاگاسی کی مزیدار کہانیاں	محمد امین	۱۰/=
425.	چار درویشوں کا قصہ	باز گو نور الحسن نقوی	۱۱/=
426.	چنکو	سریکھا پانند یکر	۹/۵۰
427.	چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰
428.	چڑیا اور راجہ	مدھو ٹنڈن	۷/=
429.	چڑیاں	سلطان آصف	۳/=
430.	چکمت	رام لال نابھوی	۱۸/=
431.	چلو چاند پر چلیں	جے پرکاش بھارتی / ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۵/=
432.	چندلا کے گاؤں میں	قاضی مشتاق احمد	۵/=
433.	چندر دیو	ایم اشار کشور سلطان	۳/=
434.	حاتم طائی کا قصہ	مرتب: نور الحسن نقوی	۱۳/=
435.	حالی	صالحہ عابد حسین	۴/=
436.	حرف حرف قلم	وقار خلیل	۵/=
437.	خط کی کہانی	غلام حیدر	۱۱/=
438.	خطرناک راستے	وکیل نجیب	۹/۵۰
439.	خواجہ میر درد	پروفیسر ظہیر احمد صدیقی	۴/۵۰
440.	دلچسپ کہانیاں	ڈاکٹر رام آسرا راز	۱۵/=

441.	دلکش نظمیں	ابرار کرت پوری	۶/=
442.	دیس دیس کی کہانیاں	اظہر پرویز	۶/۵۰
443.	ڈارون کا نظریۂ ارتقاء	ڈاکٹر افتخار احمد	۷/۵۰
444.	ڈاکٹر راجندر پرشاد	عبداللطیف اعظمی	۵/=
445.	رابن ہڈ کے کارنامے	تلخیص و ترجمہ ایم۔ ندیم	۱۵/=
446.	رابنسن کروسو	ڈینیل ڈیفو / م۔ ندیم	۱۳/=
447.	راجو اور اکبر	جین بوجور	۳/۷۵
448.	راجہ رام موہن رائے	چندر لال گھوش / انعام الحق	۳/۵۰
449.	رتن ناتھ سرشار	پریمپال اشک	۴/۲۵
450.	رینگنے والے جانور	قیصر سرمست	۱۲/=
451.	سات رانیاں	الکا شنکر	زیر طبع
452.	سب کے باپو	سلطان آصف فیضی	۴/۵۵
453.	سجاتا اور جنگلی ہاتھی	شنکر / ایس۔ ایم۔ شاہنواز	۴/=
454.	سرسید احمد خاں	میر نجابت علی / سید ابوالحسنات	۷/=
455.	سنہری ہرن	شنکر	۹/۵۰
456.	سوڈان کی مزے دار کہانیاں	محمد امین	۸/۵۰
457.	سونالی کا دوست	الکا شنکر	۷/=
458.	شاہنامہ کی کہانیاں	باز گو ڈاکٹر آصف نعیم صدیقی	۱۱/=
459.	شریف زادہ	حفیظ عباسی	۱۲/=
460.	شکاری شکار اور جنگل سے پیار	رضیہ تحسین	۱۱/=
461.	شیر اور خرگوش	شنکر	۷/=
462.	صبح کی پری	رتن سنگھ	۳/=
463.	عقل مند مچھیرے اور دوسرے ڈرامے	مرتب: م۔ ندیم	۷/=
464.	فٹ بال کی کہانی	مترجم۔ راج نرائن راز	زیر طبع
465.	فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرور	۱۶/=
466.	فضائی اور خلائی اڑان	شاداں پرویز	۳/۲۵
467.	قصہ ہائے رنگ رنگ	صمد بھرگی / شعیب اعظمی	۲۹/=
468.	کٹھ پتلی ایک تماشہ	سطوت رسول	۷/=
469.	کچھوا اور ہنس	شنکر	۷/=
470.	کیمیا کی کہانی	سید شہاب الدین دسنوی	۱۶/=
471.	گاندھی اہنسا کا سپاہی	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن / محمد حسین قدوائی	۱۲/۵۰
472.	گاندھی جی کے مختلف روپ	اروبند مہاپادھیائے	۱۵/=
473.	گڈو میاں	نورالحسنین	۹/=
474.	گلستاں کی کہانی	محمد حسین قدوائی	زیر طبع
475.	للی پٹ کا سفر	جوناتھن سوئفٹ / م۔ ندیم	۲/۱۰
476.	لمبو اور موٹو	منور راجپوت	۵/۵۰
477.	مالوے کی لوک کہانیاں	ڈاکٹر صادق	۵/۵۰
478.	محمد حسین آزاد	نند کشور وکرم	۵/=
479.	مرزا عظیم بیگ چغتائی	ڈاکٹر ہارون ایوب	۱۲/=
480.	مشینی گھوڑا	باز گو اظہر پرویز	۱۴/=
481.	مصر اور شمالی افریقہ کی کہانیاں	محمد امین	۹/=
482.	منٹو اور آلو	شیریں نیازی	۱۲/=
483.	مولانا روم کی کہانیاں	مرتب: محمد حفیظ الدین	۶/۵۰
484.	میگھناتھ ساہا	کملیش رے مترجم: ایس۔ کے۔ سنگھ	زیر طبع
485.	موہن جوداڑو کی مایا	ملک راج آنند	زیر طبع
486.	مہاگری	مرتب: حفیظ الکبیر پرواز	۳/۷۵
487.	میر تقی میر	پروفیسر نثار احمد فاروقی	۱۸/=
488.	میری والدہ	سگرن سری واستوا	۹/۵۰
489.	میں کیا بنوں گا	میری لن ہرش	۹/۵۰
490.	ناگ متی	ساوتری / سلمیٰ اجمیری	۳/=
491.	نصوح کا خواب	مرتب: حفیظ عباسی	۳/۵۰
492.	ننھی جل پری	ہانس کرسٹیان اینڈرسن / ہرچرن چاولہ	۵/۵۰
493.	نورتن کی کہانیاں	باز گو شمیم احمد	۲۰/=
494.	نورجہاں	ایم۔ آر۔ کوہلی	۷/=
495.	نیا کیلنڈر اور دوسری کہانیاں	قاضی مشتاق احمد	۷/=
496.	نہرو کے ان دیکھے روپ	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن / نورالحسن نقوی	۱۳/=
497.	وفادار نیولا	شنکر	۷/=
498.	ہری اور دوسرے ہاتھی	شنکر / پریم نارائن	۶/=
499.	ہمارا سنیما	پریمپال اشک	۱۰/=
500.	ہمارا قومی گیت	سید محمد ابراہیم فکری	۱۰/=
501.	ہمارے ٹیگور	صفدر حسین	۸/۵۰

502.	ہمارے جانباز	پریم پال اشک	۱۳/=
503.	ہمالیہ کے بنجارے	شیام سنگھ ششی	۶/۵۰
504.	ہندوستان کی آبادی	محمد ابوذر	۸/۷۵
505.	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (حصہ اوّل)	صفدر حسین	۱۵/=
506.	ہندوستان کی عظیم عورتیں	صفدر حسین	۱۵/=
507.	ہندوستان کی مایۂ ناز ہستیاں و دیگر مضامین	پی۔ شیخ علی	۳۱/=
508.	ہندوستان کے قبائلی بچے	ڈاکٹر ششی / رام پرکاش راہی	۱۱/۹
509.	ہماری لوک کہانیاں	پریم پال اشک	۱۸/=
510.	انوکھی پہیلی	ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی	۱۵/=
511.	سچی کہانیاں	قاضی مشتاق احمد	۱۲/=
512.	شہنشاہ اثمار آم	تاباں نقوی امروہوی	۱۱/=
513.	عظیم سائنس داں	ڈاکٹر اخرار حسین	۱۸/=
514.	ننھے منے گیت	کیدار ناتھ کومل	۱۳/=
515.	وسطی جنوبی افریقہ اور ملاگاسی کی مزیدار کہانیاں	محمد امین	۱۰/=
516.	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں	صفدر حسین	۱۵/=

طب و معالجات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
517.	امراض النساء (چوتھا ایڈیشن)	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	۱۵۰/=
518.	امراض الاطفال	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	۹۳/=
519.	امراض اور ان کی حقیقت	حکیم ایم۔ حسام صدیقی	۲۳/=
520.	بچے کی صحت	ڈاکٹر مس ستیہ گپتا / شمیم نکہت	۶/=
521.	پیٹ کے کیڑے	محمد رفیق اے ایس	۳۰/=
522.	تاریخ طب	حکیم محمد حسان	۱۱۰/=
523.	تشریح الہیکل (اوّل)	حکیم ایس۔ ایم۔ کمال الدین حسین ہمدانی	۱۱/=
524.	تشریح الاحشاء	حکیم ایس۔ ایم کمال الدین حسین ہمدانی	۴۳/=
525.	تیمارداری (ترمیم و اضافے کے ساتھ) (دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر حسین فاروقی	۱۶/=
526.	چائنیز طب آکیو پنکچر اور موکسی بوشن کے بنیادی اصول	ڈاکٹر محمد ظہیر الدین	۱۲/=
527.	چند عام بیماریاں	حسین فاروقی	۹/=
528.	درد۔ علامت اور علاج	حکیم ابو سعد خالد جاوید حبشی	۱۷/=
529.	سرطان کیا ہے؟	محمد برہان حسین	۷/=
530.	شراب نوشی اور منشیات کی لت	ڈاکٹر حسین فاروقی	۸/=
531.	علم الادویہ (حصہ سوم)	حکیم محمد مستان علی	۴۶/=
532.	مہما سون کے طبی و فلسفیانہ ترجمہ کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر عشرت اللہ خاں	۴۰/=
533.	فطری علاج	حسن الدین احمد اور غلام احمد	۱۶/=
534.	قبالیات	محمد عباس رضوی	زیر طبع
535.	قدیم علم الامراض	حکیم واثق ملک امین	۳۴/=
536.	کتاب المرشد	محمد بن زکریا رازی / محمد رضی السلام ندوی	۱۵/=
537.	کلیات نبض و بول و براز	حکیم حافظ سید حبیب الرحمٰن	زیر طبع
538.	ماہیت الامراض	ڈاکٹر سید اسد رضا زیدی	۴۰/=
539.	مبادیات طب پر ایک تحقیقی نظر	حکیم الطاف احمد اعظمی	۱۱/=
540.	معالجات (حصہ اوّل)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۱۰۴/=
541.	معالجات (حصہ دوم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۱۲۸/=
542.	معالجات (حصہ سوم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۱۲۰/=
543.	معالجات (حصہ چہارم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۱۰۰/=
544.	میزان الطب	حکیم محمد اکبر	زیر طبع
545.	موجز القانون	مترجم۔ کوثر چاند پوری	۲۰/=
546.	نسائیات	حکیم سیّد محمد عباس رضوی	۱۸/۵۰
547.	ہماری غذا	شکیل احمد	۹/۵۰
548.	ہندوستان کے مشہور اطباء	حکیم حافظ سید حبیب الرحمٰن	۱۸/=
549.	یونانی طب میں مانع حمل ادویہ اور تدابیر	حکیم ام الفضل	۱۴/=
550.	یونانی ادویہ مفردہ	حکیم سید صفی الدین علی	۶۰/=
551.	اصول طب	سید کمال الدین حسین ہمدانی	۱۱۶/=
552.	پیڑ پودوں پر وائرس کی بیماریاں	رشید الدین خاں	۶/۵۰
553.	ذاتی حفظانِ صحت	مترجم: ہر اللہ ڈاہلو برنارڈ / معین الدین	۶۰/=
554.	نفسیات	محمد رفیق اے ایس	۴۰/=

قومی اردو کونسل کی نئی مطبوعات اور تازہ ری پرنٹ

1.	اردو ادب کی ساجیاتی تاریخ	پروفیسر محمد حسن	۹۸/=
2.	اردو ڈراموں کا انتخاب	پروفیسر محمد حسن	۱۵۰/=
3.	اردو ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں ترسیل و ابلاغ کی زبان	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	۲۰۰/=
4.	اردو زبان کی تدریس	معین الدین	۴۰/=
5.	تامل ناڈو میں اردو	علیم صبا نویدی	۱۳۵/=
6.	جنت سنگھار	پروفیسر سیدہ جعفر	۱۸۰/=
7.	چکبست	رام لال نابھوی	۱۸/=
8.	فکر و تحقیق (۷) جنوری تا جون ۱۹۹۷	قومی اردو کونسل	۳۰/=
9.	فکر و تحقیق (۸) جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷	قومی اردو کونسل	۳۵/=
10.	فکر و تحقیق (۹) جنوری تا جون ۱۹۹۸	قومی اردو کونسل	۵۰/=
11.	فکر و تحقیق (۱) جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸	قومی اردو کونسل	۴۰/=
12.	فیودر دستو ئیفسکی	ظ۔ انصاری	۸/۵۰
13.	قومی تہذیب کا مسئلہ	پروفیسر سید عابد حسین	۵۴/=
14.	لمحات بصیرت	رگھوناتھ کسمی	۴۰/=
15.	مسدود راہیں	زاہدہ زیدی	۱۲۶/=
16.	لغات ذخیرہ شماری ۱۹۹۲ جلد اوّل، حصہ دوم	سید احمد	۱۲۹/=
17.	ہندوستانی مسلمان	پروفیسر مجیب	۲۵۸/=
18.	سفر نامہ فرہنگ سیر طالبی فی بلاد افرنجی	مرزا ابو طالب اصفہانی / ثروت علی	۳۲/=
19.	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ اوّل)	پروفیسر فضل الرحمٰن	۳۰۰/=
20.	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ دوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	۴۵۰/=
21.	اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ سوم)	پروفیسر فضل الرحمٰن	۴۵۰/=
22.	جامع انگریزی اردو لغت H-N (حصہ سوم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	۶۰۰/=
23.	جامع انگریزی اردو لغت (O-Q) (حصہ چہارم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	۶۰۰/=
24.	جامع انگریزی اردو لغت R-S (حصہ پنجم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	۶۰۰/=
25.	جامع انگریزی اردو لغت T-Z (حصہ ششم)	پروفیسر کلیم الدین احمد	زیر طبع
26.	نور اللغات (حصہ اوّل)	مولوی نور الحسن نیر	۳۰۰/=
27.	نور اللغات (حصہ دوم)	مولوی نور الحسن نیر	۲۵۰/=
28.	نور اللغات (حصہ سوم)	مولوی نور الحسن نیر	۲۳۰/=
29.	نور اللغات (حصہ چہارم)	مولوی نور الحسن نیر	۳۱۵/=
30.	ابتدائی ساجیات	ڈاکٹر محمد عبد القادر عمادی	۶/۲۵
31.	تاریخ فلسفہ سیاست	پروفیسر مجیب	۱۸/=
32.	ہندوستان کی معاشی تاریخ (وکٹوریہ کے عہد حکومت میں 1837 تا 1900) (حصہ دوم)	رمیش دت / غلام ربانی تاباں	۲۶/=
33.	حیاتیات (حصہ دوم)	قومی اردو کونسل	۵/=
34.	سائنس کی تدریس (تیسری طباعت)	ڈی این شرما / آر سی شرما / غلام دستگیر	۸۰/=
35.	سائنسی شعاعیں	ڈاکٹر احرار حسین	۱۵/=
36.	فن صنم تراشی	کملیش سنہا / نیش / اظہار حقانی	۲۲/=
37.	گھریلو سائنس	طاہرہ عابدین	۳۵/=
38.	منشی نول کشور اور ان کے خطاط و خوشنویس	امیر حسن نورانی	۱۳/=
39.	انوکھی پہیلی	ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی	۱۵/=
40.	پچی کہانیاں	قاضی مشتاق احمد	۱۲/=
41.	شہنشاہ اثمار آم	تاباں نقوی امروہوی	۱۱/=
42.	عظیم سائنس داں	ڈاکٹر احرار حسین	۱۸/=
43.	ننھے منے گیت	کیدار ناتھ کومل	۱۳/=
44.	وسطی جنوبی افریقہ اور ملاگاسی کی مزید ار کہانیاں	محمد امین	۱۰/=
45.	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (حصہ دوم)	صفدر حسین	۱۵/=
46.	اصول طب	سید کمال الدین حسین ہمدانی	۱۱۶/=
47.	[illegible] کی بیماریاں	رشید الدین خاں	۶/۵۰
	[illegible]	مترجم: ہرالڈ ڈبلو برنارڈ / معین الدین	۶۰/=
48.	نفسیات	محمد رفیق اے ایس	۴۰/=

National Council for Promotion of Urdu Language ★ New Delhi ★
ACC No. 5155
15/10/08

Subscribe Urdu Duniya Today

سالانہ خریداری فارم

زرِ سالانہ : 40 روپے

میں اردو دنیا کا / کی سالانہ خریدار بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔

40روپے کا چیک / ڈرافٹ نمبر............................ تاریخ.............................. بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔ آپ اردو دنیا ایک سال کے لیے اس پتہ پر بھجوائیں۔

نام ....

پتہ ....

....

.... فون : ....

دستخط

نوٹ : رقم بذریعہ منی آرڈر بھی ارسال کی جاسکتی ہے۔

Subscribe Fikr-O-Tahqeeq Today

سالانہ خریداری فارم

زرِ سالانہ : 140 روپے

میں اردو دنیا کا / کی سالانہ خریدار بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔

140 روپے کا چیک / ڈرافٹ نمبر............................ تاریخ.............................. بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔ آپ اردو دنیا ایک سال کے لیے اس پتہ پر بھجوائیں۔

نام ....

پتہ ....

....

.... فون : ....

دستخط

نوٹ : رقم بذریعہ منی آرڈر بھی ارسال کی جاسکتی ہے۔

قومی اردو کونسل کے دفتر میں 18/اگست کو گرانٹ ان ایڈ (عربی۔ فارسی) کی میٹنگ میں بائیں سے پروفیسر عبدالودود اظہر، پروفیسر ہاشم علی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ 'ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، محترمہ سیدہ سیدین، جناب سے سنگھ 'ڈائرکٹر (لینگویجز) وزارت ترقی انسانی وسائل اور وجناب ٹی۔ آر۔ پرساد، ایس۔بی۔ڈھلن، اسسٹنٹ فائنس اڈوائز' روزارت ترقی انسانی وسائل۔

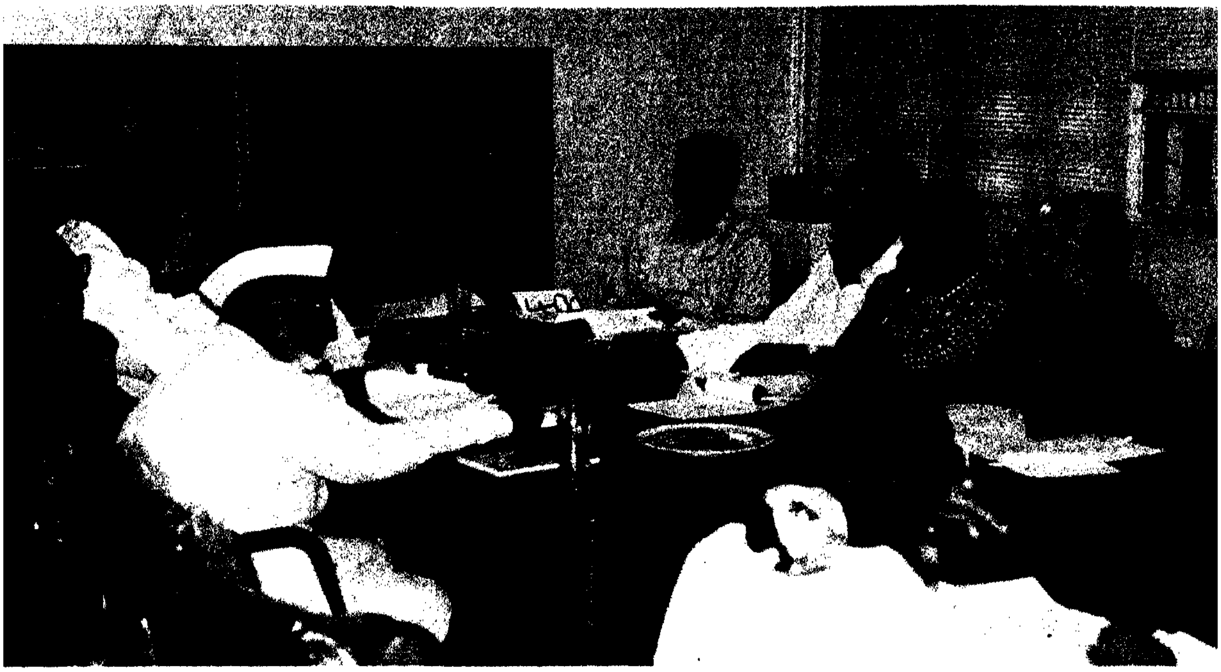

قومی اردو کونسل کے دفتر میں 26/اگست کو گرانٹ ان ایڈ (اردو) کی میٹنگ میں بائیں سے جناب عبدالکریم شاہ تندور، پروفیسر مغنی تبسم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ 'ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، جناب سے سنگھ، ڈائرکٹر (لینگویجز) وزارت ترقی انسانی وسائل، پروفیسر حامدی کاشمیری، جناب ٹی۔ آر۔ پرساد، جناب ایس۔بی۔ڈھلن، اسسٹنٹ فائنس اڈوائزر وزارت ترقی انسانی وسائل اور محترمہ مسرت جہاں۔

URDU DUNIYA - Quarterly - October, November, December 1998, Vol. II, Issue
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Education, Ministry of H.R.D., Government of India, New Delhi
West Block-1, Wing No. 6, R.K. Puram, New Delhi-110 066 Tel.: 6103381

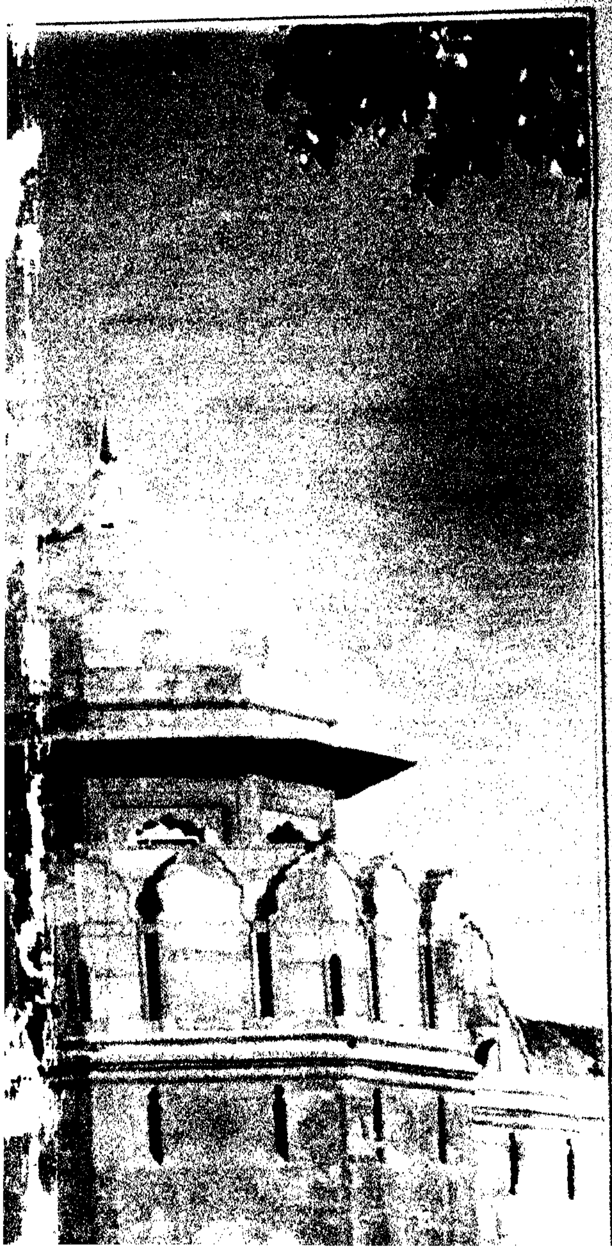

غزل

یہ منوا ہے مورکھ لو بھی سب ہی پر اجائے ہے
جانو ہو تو اس مورکھ کو جیسے بنے سمجھاؤ جی

جس کارج کا ہونا کٹھن تم اپنے من میں جانتے ہو
اس کی یاد سے تج وہ سمجھو اتنا نہ گھبراؤ جی!

عمر اکارت تم نے کھوئی کچھ تو اُدھر کا دھیان کرو
بہت گئی اور تھوڑی رہی ہے یہ بھی نہ یونہی گنواؤ جی

سدھ بدھ دی کرتارے تم کو سوچ سمجھ کر کرنا کچھ
ایسی کرنی مت کرنا جو کر کر پھر پچھتاؤ جی